ماہنامہ

خوفناک اور سنسنی خیز کہانیوں کا مجموعہ

خوفناک ڈائجسٹ

ستمبر 2015

پُراسرار حویلی نمبر

RS:70

CPL NO-219

CPL No.219

ماہنامہ

خوفناک ڈائجسٹ

لاہور

ستمبر 2015

پراسرار حویلی نمبر

قیمت۔70روپے

جلد نمبر ۱۹

شمارہ نمبر ۴

بانی۔شہزادہ عالمگیر

نگران اعلیٰ۔شہلا عالمگیر

چیف ایگزیکٹو۔شہزادہ التمش

جنرل منیجر۔شہزادہ فیصل

آفس منیجر۔ریاض احمد

فون۔0341.4178875

سرکولیشن منیجر۔جمال الدین

فون۔0333.4302601

مارکیٹنگ۔کرن۔ماہ نور۔

فاطمہ۔رابعہ۔سارا۔زارا

خوفناک ڈائجسٹ پوسٹ بکس نمبر 3202 غالب مارکیٹ گلبرگ III لاہور

خوفناک ڈائجسٹ ستمبر 2015 کے شمارے پراسرار حویلی نمبر کی جھلکیاں
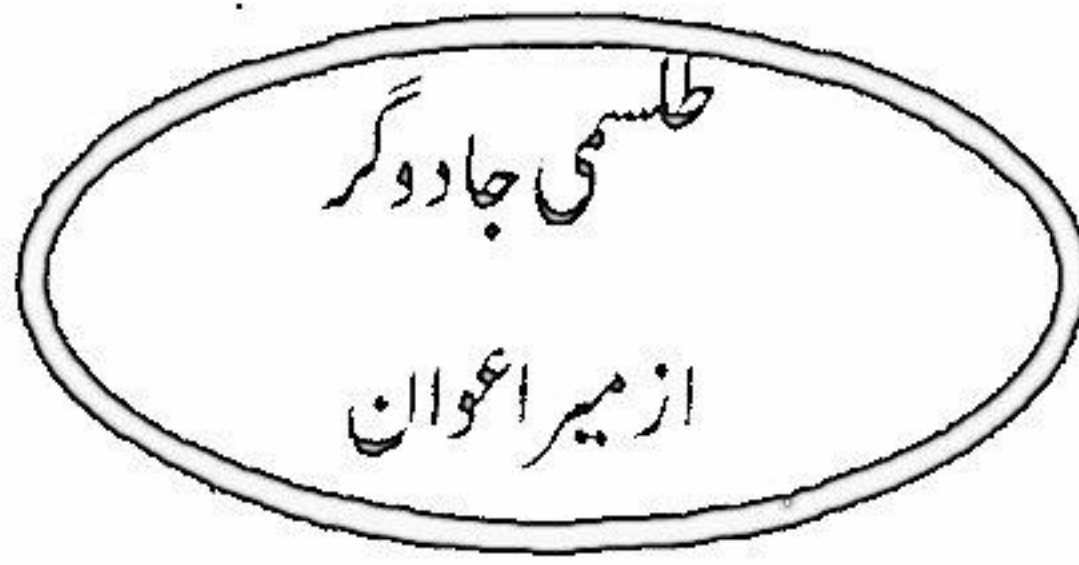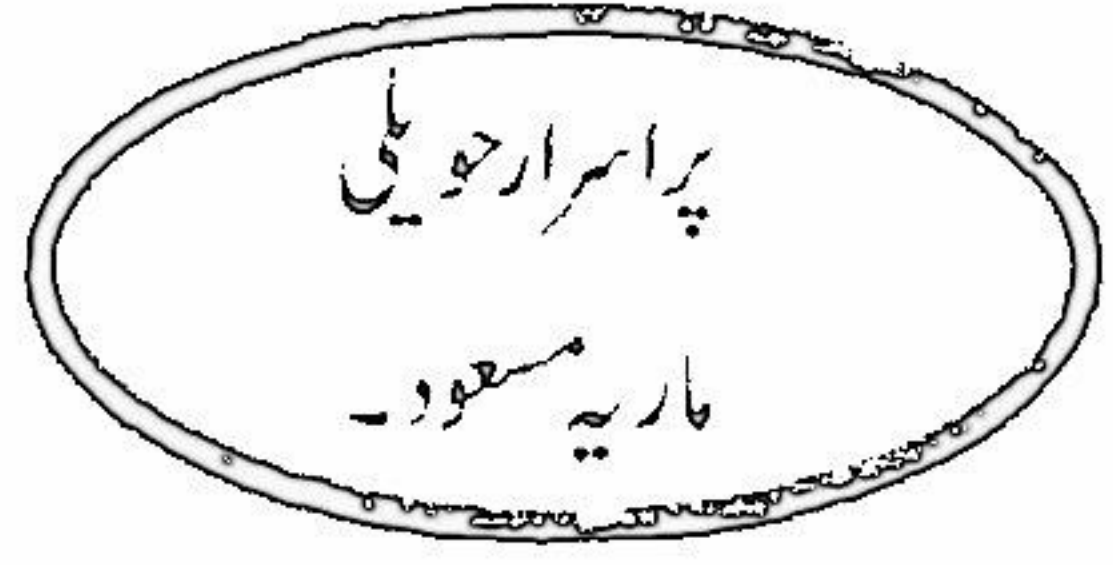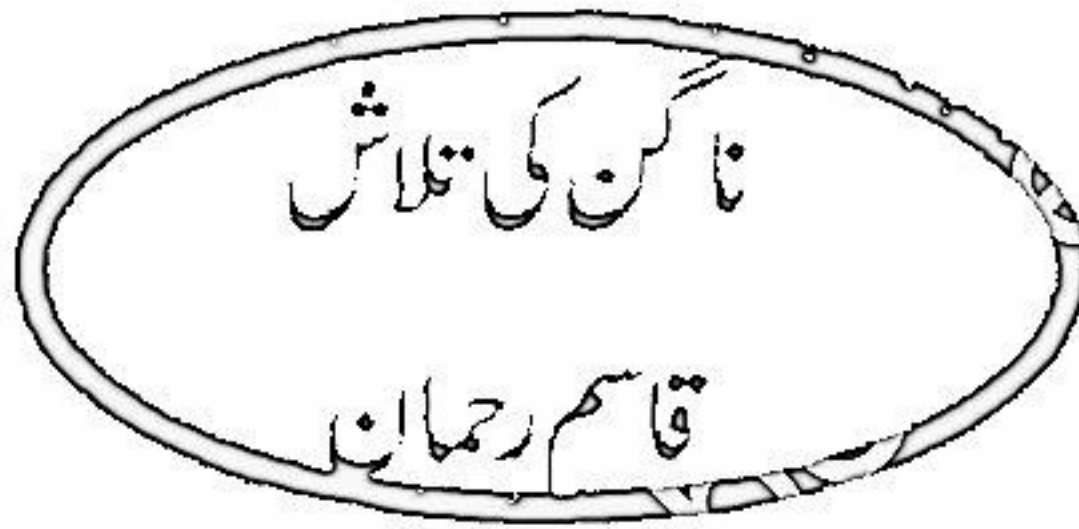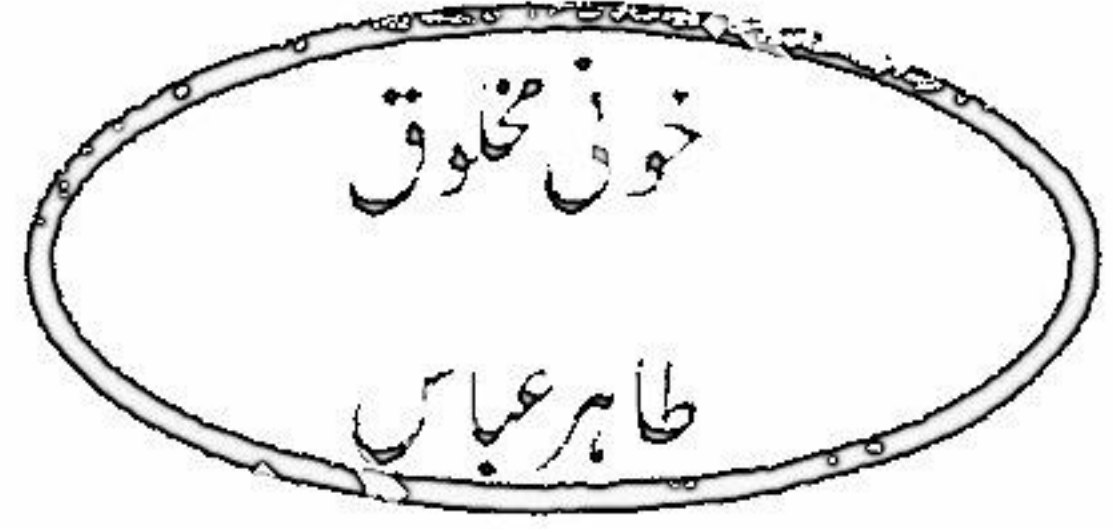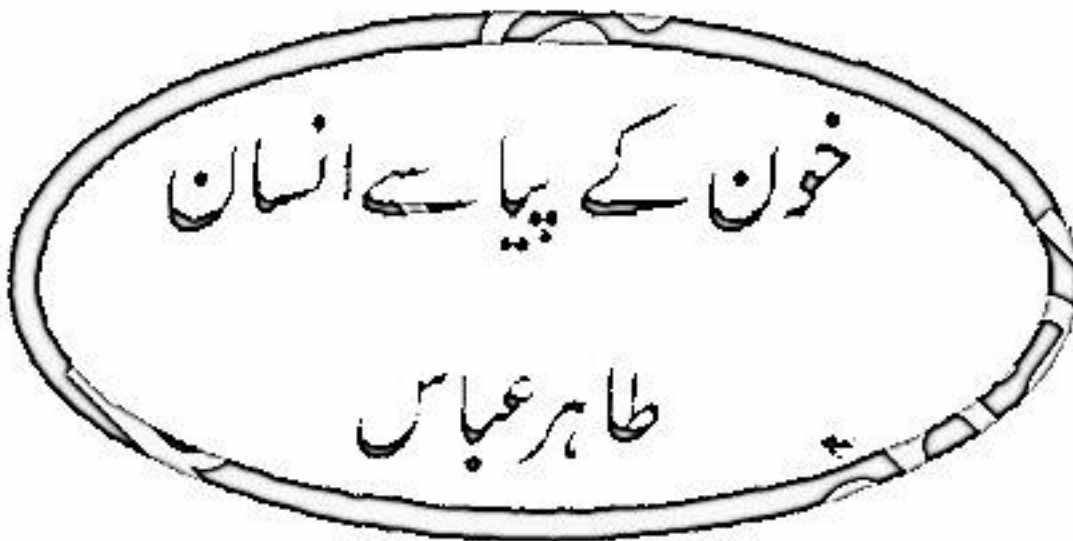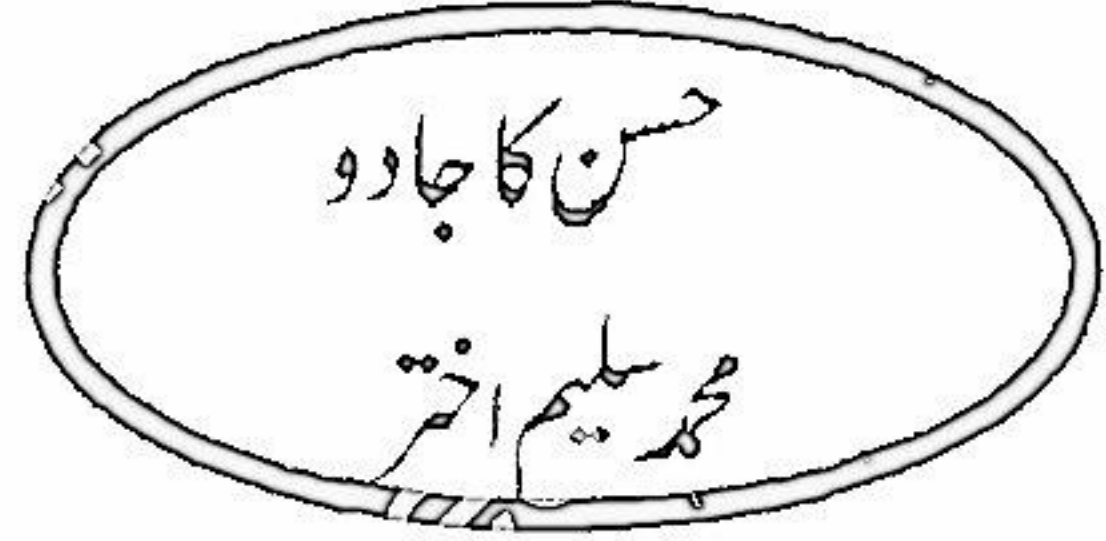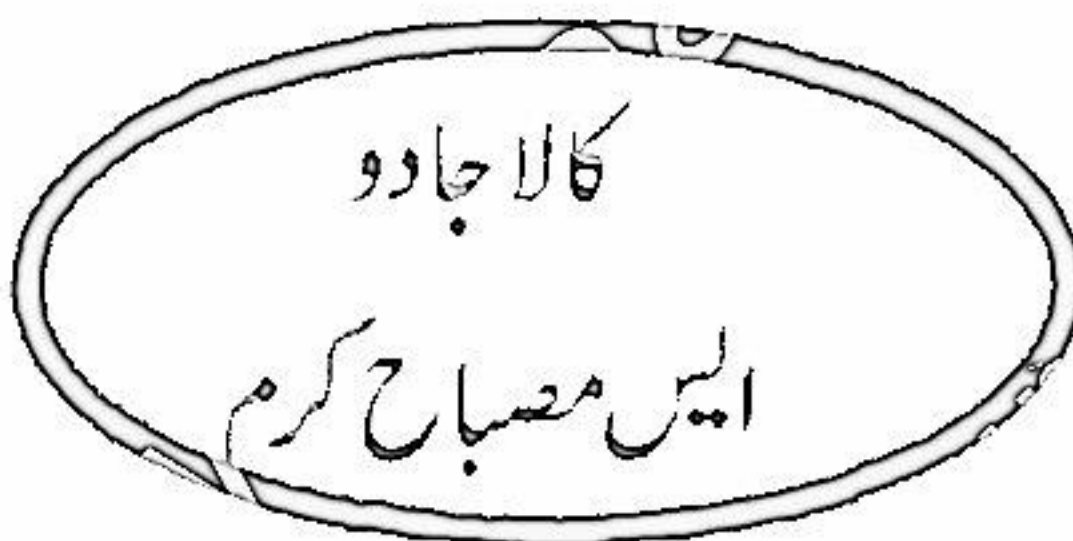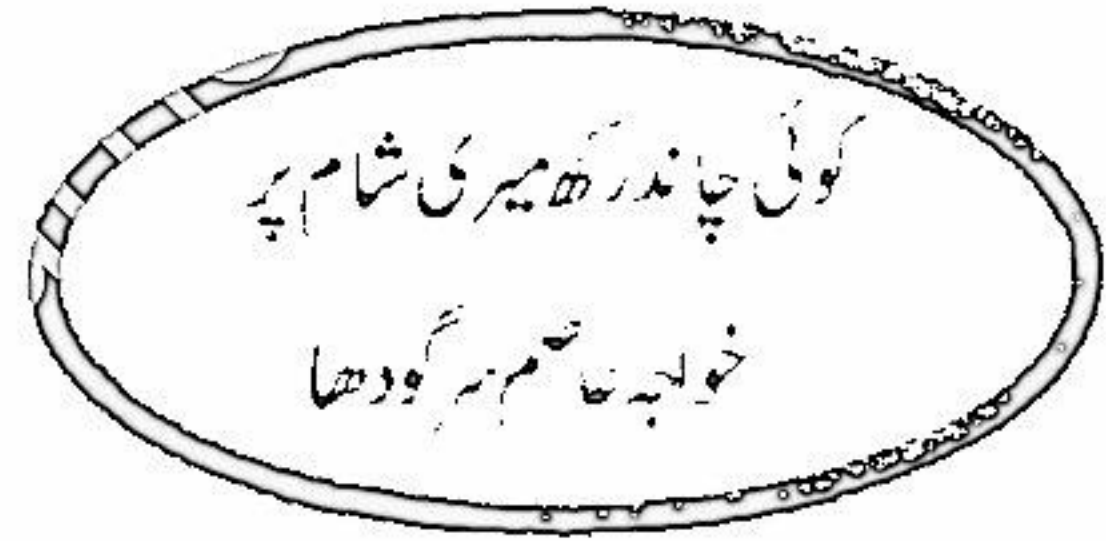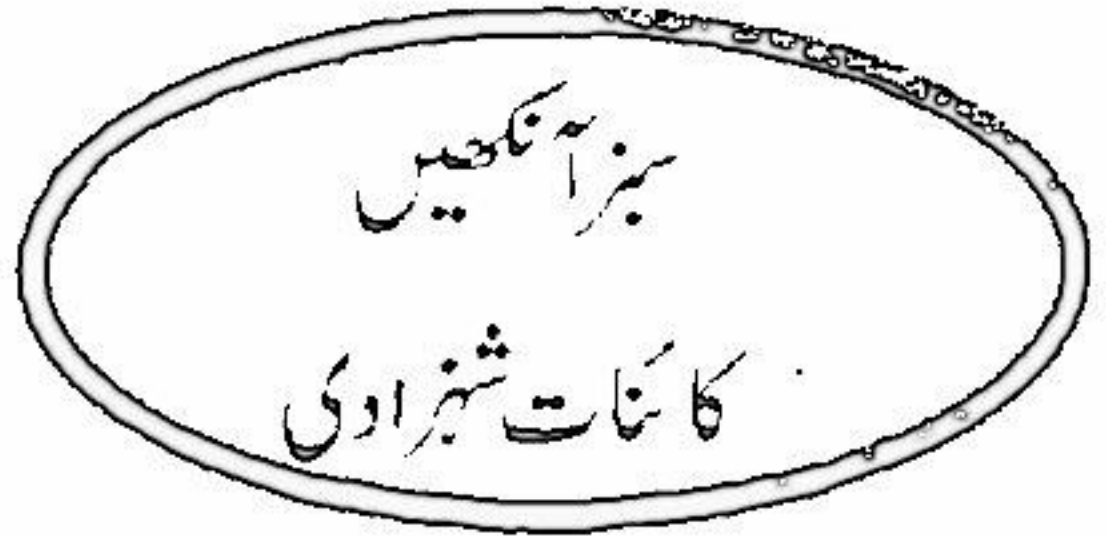
کہانیوں کی صداقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہیں ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور تبدیل کردیئے جاتے ہیں جن سے حالات میں تخی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر۔رائٹر۔ادارہ۔یا پبلیشر ز ذمہ دار نہ ہوگا۔(پبلیشر زشہزادہ عالمگیر۔پرنٹرز زاہد بشیر۔ریگن روڈ لاہور)
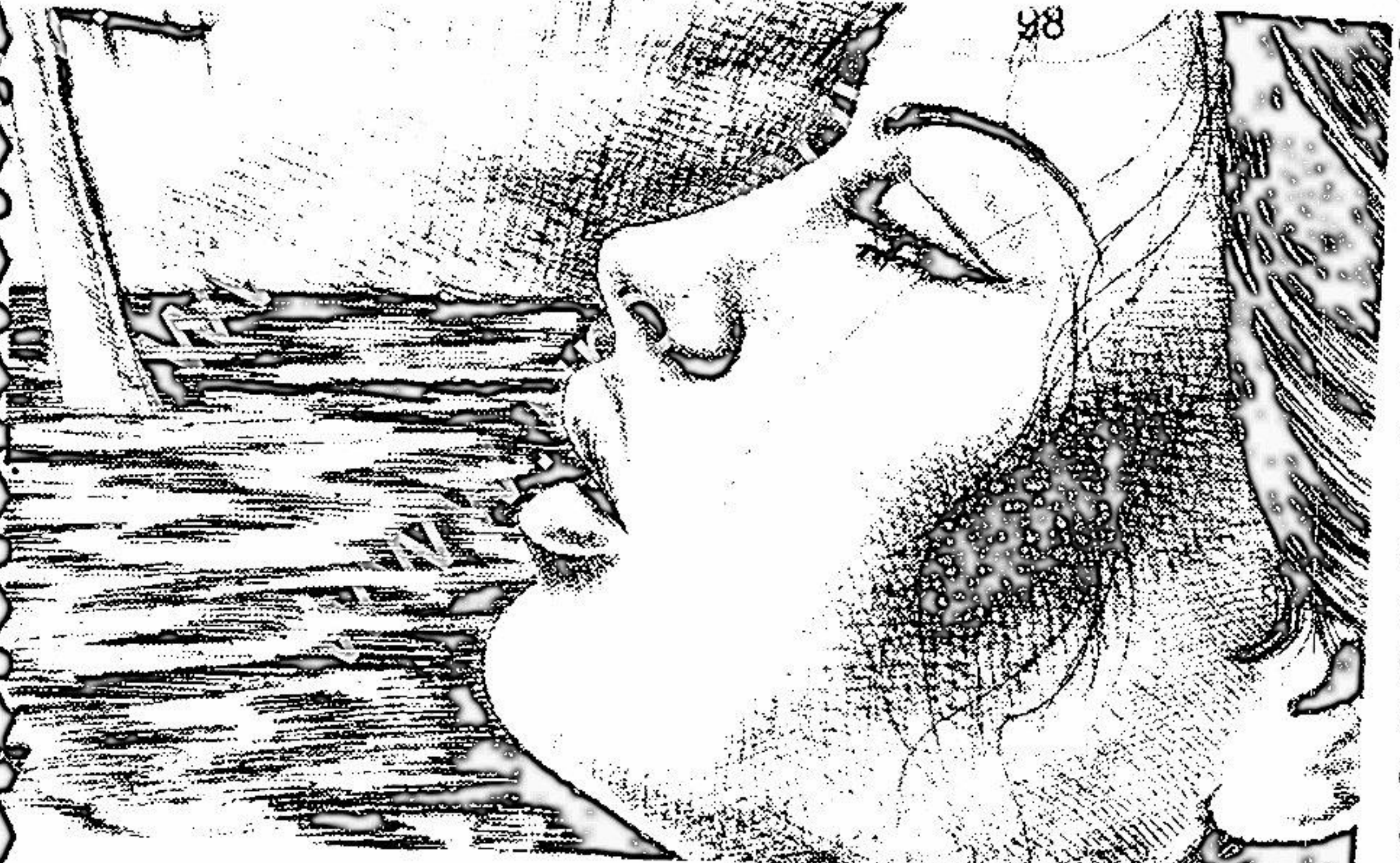
اسلامی صفحہ

آپ ﷺ کا خاندان مبارک

ازواج مطہرات

کل تعداد (12) نام (1 حضرت خدیجہؓ) (2 حضرت سودہؓ) (3 حضرت عائشہ صدیقہؓ) (4 حفصہؓ) (5 حضرت زینب بنت خزیمہؓ) (6 حضرت ام سلمہؓ) (7 حضرت زینب بنت جحش) (8 حضرت جویریہؓ) (9 حضرت ام حبیبہؓ) (10 حضرت صفیہؓ) (11 حضرت میمونہؓ) (12 حضرت ماریہ قبطیہؓ)

صاحبزادے۔ کل تعداد (3) نام۔ (1 حضرت قاسم) (2 حضرت ابراہیم) (3 حضرت عبداللہ) دادی کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ۔ نانی کا نام۔ برہ بنت عبدالعزیٰ۔ پرنانی کا نام۔ ام حبیبہ بنت اسد۔ صاحبزادیاں۔ کل تعداد چار۔ 1 حضرت زینبؓ 2 حضرت رقیہؓ۔ 3 حضرت ام کلثومؓ۔ 4 حضرت فاطمۃ الزہراؓ۔ پھوپھیاں کل تعداد 6 نام۔ 1 صفیہؓ۔ 2 ام حکیم البیضاء۔ 3 عاتکہ۔ 4 امیمہ۔ 5 اروی۔ 6 برہ۔

چچا۔ کل تعداد 11 نام۔ 1 عبدالعزیٰ 2 ابو طالب۔ 3 عبدالحارث۔ 4 عبدالشمس 5 عبداللات۔ 6 نوفل 7 کراحہ۔ 8 حارث۔۔ 9 حضرت حمزہؓ۔ 10 حضرت عباسؓ۔ 11 ربیعہ۔

داماد۔ کل تعداد 3۔ نام۔ 1 حضرت عثمان غنیؓ۔ 2 حضرت علیؓ۔ 3 حضرت ابوالعاص

محمد ندیم عباس میواتی پتوکی

نمک کی برکت کے بارے میں حضرت علیؓ کا ارشاد

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جتنی بھی بڑی مشکل ہو گھر سے نکلتے وقت تھوڑا سا نمک روٹی کے نوالے میں رکھ کر کھا لیا کرو ایسا ممکن ہی نہیں کہ گھر مایوس لوٹو گے۔

ارشاد نبوی ﷺ۔ ایک دن حضرت عزرائیل سے حضور ﷺ نے پوچھا کہ جب تم جسم سے روح نکالتے ہو تو کیسے نکالتے ہو۔ حضرت عزرائیل نے بولے جیسے کسی کے باریک کپڑے کو کانٹوں پر ڈال کر کھینچا جائے تو جتنی مشکل سے وہ پھٹتا ہے اس سے بھی زیادہ تکلیف سے میں روح نکالتا ہوں۔ حضور ﷺ نے روتے ہوئے فرمایا اے عزرائیل تم ساری جانوں کی تکلیف مجھے دے دو مگر میری امت کو چھوڑ دینا ایسے پیارے نبی ﷺ پر درود پاک پڑھو ہمارے پیارے نبی ﷺ ہمارے لیے کتنی مصیبتوں کو سامنا کرتے تھے لیکن ہم امتی ان پر درود بھی نہیں بھیج سکتے۔

اقصد علی فراز گاؤں پانڈوال

ماں کی یاد میں

شاہد اقبال۔ پتوکی

میں اپنی پیاری امی جان میں کے بغیر کہیں نہیں رہ سکتا کیوں کہ اگر میں ماں کو نہ دیکھوں تو مجھے کچھ بھی دکھائی
میں دیتا دنیا کے سب رشتے جھوٹے ہیں ایک ماں کا ہی تو رشتہ ہے جو دنیا میں ایک مثال ہے سچا ہے مضبوط ہے
یارا ہے نرم ہے چاہتوں بھرا ہے خوشبو کی طرح مہکتا ہے حسین ہے کھلا ہوا ہے ہر وقت قربان ہونے کو تیار ہے
ں اپنی ماں کے اتنے سارے رشتوں کو پل بھر کے لیے بھی کھونا نہیں چاہتا ماں مجھے وہ دن بھی یاد ہیں جب میں
ہت چھوٹا تھا ایک بار مجھے بخار ہوا تو میری امی نے ساری رات نہ کھانا کھایا اور نہ ہی سو سکی میں دیکھتا رہا میری امی
مجھے گود میں لے کر رات بھر خدا سے دعا کرتی رہی یا اللہ میرے لال کو ٹھیک کر دے اور بھی بہت کچھ مانگا کہ میں
ھیک ہو جاؤں مجھے وہ دن کبھی نہیں بھول پائے گا۔ جب دن ہوا تو میری امی نے مجھے سلا کر گھر کے کام کئے مگر
ی کی طبیعت میری وجہ سے جاگ جاگ کر خراب ہو رہی تھی پھر بھی میری امی میرے لیے صدقے واری جاتی
ہی یہ نہیں کہ صرف میری امی ہی یہ کرتیں ہیں ہر کسی کی ماں ایسی ہی ہوتی ہے لوگو ماں کی قدر کر لو ماں کو خوش کر لو
بں اسی وقت کو ذہن میں رکھے ہوئے ہی جب سکول سے آتا تو میری امی نے میرے لیے ستو یا لسی ٹھنڈی کر کے
بھی ہوتی اور اگر کبھی ماں نیند میں ہوتی تو میں جگاتا نہیں تھا اور آہستہ سے چپکے سے اپنی امی کے پاؤں چوم لیتا تھا
یک دن میں پاؤں کا بھوسہ لے رہا تھا تو امی کی آنکھ کھل گئی اور مجھے دیکھ کر تڑپ اٹھیں اور جلدی سے گلے لگا کر منہ
تھا چومنا شروع کر دیا اور بولیں بیٹا تو سکول سے کب آیا اور یہ کیا کر رہا تھا میں نے اپنی امی کے ہاتھ چومتے
ہوئے کہا کہ امی جان میں آپ کو جگانا نہیں چاہتا تھا لیکن مجھے معاف کرنا میری وجہ سے آپ کی نیند خراب ہوئی
ہے ماں نے پھر سینے سے لگا کر کہا بیٹا میں تیرا ہی انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی شکر ہے اللہ کا میرا بیٹا گھر آیا ہے
دوستو یہ میری عادت ابھی تک نہیں گئی کہ میں جب بھی باہر سے گھر آتا ہوں تو ماں اگر سو رہی ہیں تو ان کے پاؤں
چوم کر گھر بیٹھتا ہوں اگر جاگ رہی ہیں تو ان کو سلام کر کے ان کے ہاتھ چومتا ہوں میری یہ ہی عادت میرے
پورے خاندان میں مشہور ہو گئی ہے مگر مجھے فخر ہے کہ میری امی جان میرے اوپر خوش ہیں میں پوری دنیا کو ناراض
کر سکتا ہوں مگر ایک ماں کو نہیں میں جب بھی کبھی محفل میلاد میں جاتا ہوں تو میری دعا یہ ہوتی ہے کہ جو بھی علماء
کرام آئیں وہ ماں کے بارے میں ہی خطابت کریں کیوں کہ ماں کے بارے میں سن کر میرا دل بہت خوش ہوتا
ہے میں کبھی کسی رشتہ دار کے پاس جا کر نہیں رہتا شام امی کے پاس لازمی چلا جاتا ہوں کیوں کہ امی کو دیکھ کر امی
کے پاؤں کا بھوسہ لے کر سونا میرا سکون ہے مجھے میری ماں سے دور دنیا کی کوئی طاقت بھی نہیں کر سکتی صرف اللہ
کی عطا کردہ موت کے علاوہ دنیا کی کسی مخلوقات میں ہمت نہیں جو مجھے میری ماں سے جدا کر سکے میری ماں ہی
میرے لیے سب کچھ ہیں اگر ماں ہے تو دنیا میں خوشیاں ہی خوشیاں ہیں ورنہ دکھ گھیر ڈال لیتے ہیں اور ساری
زندگی دکھوں سے لڑتے لڑتے گزر جاتی ہے لیکن انسان خوش نہیں رہ سکتا کیوں ماں ہر دکھ کا سامنا کر کے اپنی
اولاد تک کسی مصیبت کو نہیں آنے دیتیں اپنی ماں کے قدموں کی خاک ایک چھوٹا سا انسان۔۔۔ شاہد اقبال پتوکی

پراسرار حویلی

---تحریر: ماریہ مسعود---بانٹھ---

جنگل میں ہر طرف دھواں ہی دھواں تھا کرشمہ کھڑی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی دھوئیں میں سے کچھ بھی اسے دکھائی نہیں دے رہا تھا تبھی اسے لگا کہ اس کے پیچھے کوئی کھڑا ہے کرشمہ نے مڑ کر دیکھا تو اس کے سامنے ایک آدمی کھڑا تھا جس نے سر سے پاؤں تک سیاہ لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑی سی کلہاڑی تھی اچانک اس نے اپنا نقاب ہٹا دیا اس کا چہرہ دیکھتے ہی خوف سے کرشمہ کی چیخ نکل گئی اس کا چہرہ بہت ہی خوفناک تھا اس کی آنکھیں مکمل طور پر سرخ تھیں چہرہ جلا ہوا تھا اس کے دانت لمبے تھے اور منہ سے باہر کو آرہے تھے کرشمہ ایک دم اٹھ بیٹھی اس نے ادھر ادھر دیکھا وہ اپنے گھر میں اپنے کمرے میں تھی کتنا خوفناک خواب تھا کرشمہ نے سوچا پر یہ خواب وہ نہیں تھا جو میں روز دیکھتی ہوں کرشمہ کو کئی سالوں سے ایک ہی خواب آرہا تھا وہ دیکھتی کہ وہ اپنے ایک کمرے میں ہے کمرے کا سامان ادھر ادھر پڑا ہوا تھا اور وہ کچھ ڈھونڈ رہی تھی تبھی اسے لگا کہ اس کے پیچھے کوئی ہے وہ فوراً مڑ کر دیکھتی ہے ایک آدمی کھڑا ہوتا ہے جس نے سر سے پاؤں تک کالا لباس پہنا ہوتا ہے اور اپنا چہرہ ڈھانپا ہوتا ہے اور ہاتھ میں بڑی سی کلہاڑی ہوتی ہے وہ جیسے ہی کلہاڑی کرشمہ کو مارنے کے لیے اٹھاتا ہے خوف سے کرشمہ کے منہ سے چیخ نکلتی ہے اور اس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

کرشمہ تم یہاں بیٹھی ہو میں تمہیں پورے کالج میں ڈھونڈ رہی تھی کرشمہ نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو اس کے سامنے اس کے تینوں دوست کھڑے تھے سارہ کرشمہ سے کہنے لگی۔

آج ہمارے امتحانات ختم ہو گئے ہیں اتنے دن ہم گھر میں بیٹھے بیٹھے بور ہو جائیں گے۔

تو پھر کرشمہ نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

تو کرشمہ کیوں نہ ہم تمہارے گاؤں والی حویلی میں چلیں تو حیدر نے کہا۔

ہاں کرشمہ یہ جگہ تو سیر و تفریح کے لیے بہت اچھی رہے گی۔ سارہ نے کہا۔

ہاں یہ تو اچھا رہے گا۔ پر مجھے میرے بابا جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ کرشمہ سوچتے ہوئے بولی اور تم سب جانتے ہو کہ پچھلی بار جب حویلی جانے کا پروگرام بنایا تھا تو بابا نے انکار کر دیا تھا جب بھی میں حویلی جانے کی بات کرتی ہوں تو بابا مجھے سختی سے منع کر دیتے ہیں کہ تم حویلی نہیں جاؤ گی مجھے خود سمجھ نہیں آتا ہے کہ بابا مجھے حویلی جانے سے کیوں روکتے ہیں حالانکہ جب دادا زندہ تھے تب ماما بابا وہیں رہتے تھے لیکن دادا جان کی وفات کے بعد وہ شہر آ گئے۔ کرشمہ نے تمام تفصیل بتا دی۔

عامر بولا! ہم سب مل کر تمہارے ماما بابا سے اجازت لیتے ہیں وہ مان جائیں گے۔

کرشمہ بولی مجھے یقین تو نہیں ہے کہ وہ مان جائیں لیکن تم کل صبح میرے گھر آ جانا میں تم لوگوں

کا انتظار کروں گی۔

او کے ٹھیک ہے سب نے کہا۔

کرشمہ کا تعلق ایک امیر خاندان سے تھا وہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی کرشمہ کے تین دوست تھے سارہ عامر حیدر وہ بھی کرشمہ کے برابر کی حیثیت کے تھے کرشمہ کے بابا کی گاؤں میں ایک حویلی تھی کرشمہ کو بچپن سے ہی حویلی جانے کا بے حد شوق تھا پر ہمیشہ اس کے بابا اسے حویلی جانے سے روک دیتے تھے کرشمہ نے ٹھان لی تھی کہ وہ اس بار حویلی جا کر رہے گی۔

آ گئے تم لوگ میں تم لوگوں کا ہی انتظار کر رہی تھی کرشمہ نے سارہ عامر اور حیدر سے کہا آؤ میں تم سب کو اپنے ماما بابا سے ملواتی ہوں اتنا کہہ کر وہ سب کو لے کر ایک کمرے میں چلی گئی۔

اسلام علیکم انکل انٹی جی کرشمہ کے دوستوں نے سلام کرتے ہوئے کہا۔ تو انہوں نے سلام کا جواب دیا اور بیٹھنے کو کہا۔ کرشمہ نے کہا۔

بابا جی یہ میرے ساتھی کچھ کہنے آئے ہیں یہ مجھے لینے آئے ہیں میں ان کے ساتھ حویلی جانا چاہتی ہوں۔

کرشمہ کی بات سن کر اس کے ماما بابا کے چہروں پر خوف چھا گیا۔ کرشمہ تم حویلی نہیں جاؤ گی کرشمہ کے بابا نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

پر کیوں بابا جانی۔ آخر حویلی جانے میں ہرج ہی کیا ہے آپ ہر بار مجھے حویلی جانے سے منع کیوں کرتے ہیں۔ کرشمہ نے ضد کرتے ہوئے کہا تو اس کے بابا بولے۔

کرشمہ تم حویلی نہیں جاؤ گی یہ میرا آخری فیصلہ ہے تم کہیں بھی گھومنے چلی جاؤ ہمیں اعتراض نہیں ہے لیکن تم حویلی ہرگز نہیں جاؤ گی۔

لیکن کیوں بابا جی کرشمہ نے کہا۔

کرشمہ ٹھیک ہے تم ضد نہ کرو ہم ایک بہت ہی خوبصورت وادی ہے وہاں گھومنے چلے جاتے ہیں حیدر نے کہا۔

ہاں یہ بات ٹھیک ہے سب جانا ہے۔ کرشمہ کے بابا نے کہا۔

انکل ہم کل جائیں گے۔

ٹھیک ہے بیٹا تم لوگوں کو میں اجازت دیتا ہوں کرشمہ کے بابا نے کہا تو سب ہی ان کے کمرے سے باہر آ گئے۔

یہ تم لوگوں نے کیا کر دیا ہے اگر میں مزید کچھ ضد کرتی تو بابا جانی مان جاتے۔ کرشمہ نے غصہ دکھاتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

کرشمہ تم سمجھنے کی کوشش کرو ہم حویلی ہی جائیں گے ہمیں لگا تھا کہ وہ ہرگز نہیں مانیں گے تب ہی ہمارے دلوں میں یہ پلان آ گیا جو ہم نے کہہ دیا۔ حیدر نے کہا۔ اب تمہارے پاپا یہ سمجھیں گے کہ ہم وادی میں گئے ہیں لیکن ہماری منزل حویلی ہی ہوگی۔

واؤ یہ ہوئی ناں بات کرشمہ خوشی سے بولی۔

کیونکہ میں ہر صورت میں حویلی جانا چاہتی ہوں اور دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہاں کیا ہے ماما بابا مجھے وہاں جانے سے کیوں روکتے ہیں۔

جنگل میں ہر طرف دھواں ہی دھواں تھا کرشمہ کھڑی ارد گرد دیکھ رہی تھی دھوئیں میں سے کچھ بھی اسے دکھائی نہیں دے رہا تھا تبھی اسے لگا کہ اس کے پیچھے کوئی کھڑا ہے کرشمہ نے مڑ کر

یکھا تو اس کے سامنے ایک آدمی کھڑا تھا جس نے سر سے پاؤں تک سیاہ لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑی سی کلہاڑی تھی اچانک اس نے اپنا نقاب ہٹا دیا اس کا چہرہ دیکھتے ہی خوف سے کرشمہ کی چیخ نکل گئی اس کا چہرہ بہت ہی وفناک تھا اس کی آنکھیں مکمل طور پر سرخ تھیں رہ جلا ہوا تھا اس کے دانت لمبے تھے اور منہ سے ہر کو آ رہے تھے کرشمہ ایک دم اٹھ بیٹھی اس نے دگرد دیکھا وہ اپنے گھر میں اپنے کمرے میں تھی تنا خوفناک خواب تھا کرشمہ نے سوچا پر یہ خواب نہیں تھا جو میں روز دیکھتی ہوں کرشمہ کو کئی سالوں سے ایک ہی خواب آتا تھا وہ دیکھتی کہ وہ اپنے ب کمرے میں ہے کمرے کا سامان ادھر ادھر پڑا ا تھا اور وہ کچھ ڈھونڈ رہی تھی تبھی اسے لگا کہ اس کے پیچھے کوئی ہے وہ فوراً مڑ کر دیکھتی ہے ایک آدمی کھڑا ہوتا ہے جس نے سر سے پاؤں تک کالا اس پہنا ہوتا ہے اور اپنا چہرہ ڈھانپا ہوتا ہے رہاتھ میں بڑی سی کلہاڑی ہوتی ہے وہ جیسے ہی ہاڑی کرشمہ کو مارنے کے لیے اٹھاتا ہے خوف ے کرشمہ کے منہ سے چیخ نکلتی ہے اور اس کی نکھ کھل جاتی ہے میں کئی سالوں سے ایک ہی اب دیکھتی آ رہی تھی پھر آج آدمی تو وہ ہی تھا مگر ہ اور تھی کرشمہ نے سوچا اور پھر دوبارہ سو گئی۔

\- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

وہ لوگ حویلی پہنچ چکے تھے سفر آرام سے زرا تھا کرشمہ تم نے حویلی فون تو کر دیا تھا نال مرنے پوچھا۔

ہاں میں نے اکرم بابا کو بتا دیا تھا کہ ں حویلی آ رہی ہوں کرشمہ نے کہا۔

وہ بارن بجا رہے تھے کہ اکرم بابا نے دروازہ کھولا گاڑی اندر آ گئی وہ چاروں اتر گئے حویلی بہت ہی خوبصورت تھی اور پراسرار بھی نظر آ رہی تھی شام کا وقت تھا حویلی کے پیچھے ایک جنگل بھی تھا سامنے خوبصورت باغ تھا چاروں نے اکرم بابا کو سلام کیا بابا میں کرشمہ ہوں کرشمہ نے آگے بڑھ کر اپنا تعارف کروایا۔

کرشمہ بیٹی تم اتنی بڑی ہو گئی ہو بہت چھوٹی سی تھی جب میں نے تمہیں دیکھا تھا اکرم بابا نے اسے پیار دیتے ہوئے کہا اور پھر سب ہی حویلی کے اندر داخل ہو گئے۔ اور حویلی کا جائزہ لینے لگے حویلی اندر سے اور بھی زیادہ خوبصورت تھی کرشمہ یہ حویلی کتنی خوبصورت ہے پھر تمہارے بابا تمہیں یہاں آنے سے منع کیوں کرتے ہیں سارہ نے کہا پر کرشمہ نے اس بات کو کوئی جواب نہیں دیا اکرم بابا نے ان چاروں کا سامان ان کے کمرے میں رکھ دیا تھا انہوں نے تھوڑی دیر آرام کیا اور حویلی گھومنے لگے۔

کرشمہ حویلی کے ایک ایسے حصہ میں آ گئی جو بہت ہی سنسان اور پراسرار نظر آ رہا تھا کرشمہ کو ایک دروازہ دکھائی دیا دروازے کے باہر تالا لگا ہوا تھا تالا کافی زنگ آلود تھا۔ جس کو دیکھ کر لگتا تھا کہ اسے کافی سالوں سے کھولا نہیں گیا ہو وہ کافی دیر تک تالے کو دیکھتی رہی۔

کرشمہ کرشمہ۔ کرشمہ جیسے ہی واپس آنے لگی وا سے کسی نے پکارا۔ وہ فوراً پیچھے مڑی کرشمہ پھر سے کسی نے پکارا اسے لگا کہ یہ آواز کمرے کے اندر سے آئی ہے وہ بری طرح خوفزدہ ہو گئی تبھی پیچھے سے کسی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا خوف سے کرشمہ کی چیخ نکل گئی۔ وہ فوراً پیچھے مڑی سامنے عامر کھڑا تھا۔

کیا ہوا کرشمہ عامر نے اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ کرشمہ کو اس طرح خوفزدہ دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا عامر کو سامنے دیکھ کر کرشمہ نے سکون کا سانس لیا کچھ نہیں میں ویسے ہی ادھر دیکھ رہی تھی تم نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھا تو میں ڈر گئی آؤ چلتے ہیں عامر نے کہا۔ کرشمہ عامر کو اس بارے میں کچھ بھی بتانا نہیں چاہتی تھی کہ کسی نے اسے پکارا تھا اگر وہ بتاتی تو سب اس کا مذاق اڑاتے کرشمہ کو لگ رہا تھا کہ وہ اس کا وہم ہے۔

کرشمہ نے جاتے وقت ایک بار پھر دوروازے کو دیکھا اور آگے بڑھ گئی۔

کرشمہ چھت پر کھڑی تھی اور باہر دیکھ رہی تھی اس کے کچھ ہی فاصلہ پر عامر کھڑا تھا عامر کرشمہ سے محبت کرتا تھا پر اب تک اپنے دل کی بات نہیں بتا سکا تھا آج اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اسے اپنے دل کی بات کرشمہ کو بتا دینی چاہیے۔

ایک سایہ ان دونوں کو دیکھ رہا تھا اور آہستہ آہستہ کرشمہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

کرشمہ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ سایہ جیسے ہی کرشمہ کے قریب آیا تو عامر نے اسے پکارا اور سایہ غائب ہو گیا۔

کہو کرشمہ نے عامر کو کہا۔ اور ساتھ ہی باہر کو پھر سے دیکھنے لگی۔

کرشمہ۔ عامر نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ ان کو ایک چیخ سنائی دی۔ یہ آواز تو سارہ کی ہے کرشمہ نے کہا اور دونوں نیچے کی طرف بھاگے وہ دونوں ہال میں سے تو سارہ خوفزدہ سی کھڑی تھی اور حیدر ہنس رہا تھا۔

کیا ہوا عامر نے کہا۔

میں کتابیں دیکھ رہی تھی کہ اچانک حیدر خوفناک ماسک پہن کر آیا اور میں ڈر گئی سارہ نے کہا۔

حیدر تم کیوں سارہ کو تنگ کرتے ہو کرشمہ نے کہا۔

حیدر اور سارہ بھی ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اور ان کی منگنی ہو چکی تھی حیدر سارہ کو اکثر ایسے تنگ کرتا تھا۔

حیدر اگر اب تم نے مجھے ڈرایا تو میں تم سے بات نہیں کروں گی۔ سارہ نے ناراضگی سے کہا۔ اور کمرے کی طرف چل دی۔

سارہ رکو حیدر نے اسے منانے کے لیے اس کے پیچھے دوڑ لگا دی

سارہ کی آنکھ پیاس لگنے کے باعث کھل گئی وہ پانی پی کر واپس جانے لگی تو تبھی اس کی نظر کتابوں والی الماری پر پڑی وہاں ایک آدمی کھڑا تھا اس نے سفید لباس پہنا ہوا تھا وہ کوئی کتاب تلاش کر رہا تھا جو کتاب اس کے ہاتھ آتی اسے نیچے پھینک دیتا تھا۔ جیسے بہت بے کار سی چیز ہو سارہ کو لگا کہ شاید وہ اکرم بابا ہیں سارہ نے سوچا اکرم بابا سے پوچھ لوں کہ اگر بابا اتنی رات کو کون سی کتاب تلاش کر رہے ہیں پھر ایک دم سے اسے ڈر لگنے لگا اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔

اکرم بابا آپ رات کو کون سی کتاب تلاش کر رہے تھے ناشتہ کی ٹیبل پر وہ چاروں موجود تھے تو سارہ نے اکرم بابا سے پوچھ لیا۔

بیٹی میں تو رات کو کمرے سے باہر آیا ہی نہیں تھا اور کتابوں سے میرا کوئی مطلب نہیں ہے۔

پر بابا میں نے آپ کو رات کو دیکھا تھا آپ
کوئی کتاب تلاش کر رہے تھے اور کچھ کتابیں نیچے
پڑی ہوئی تھیں۔
سارہ تمہارا وہم ہوگا ایسی ہی پڑی ہیں جیسے
کسی نے ہلائی ہی نہیں ہوں
پر میں نے دیکھا تھا سارہ الجھ کر بولی
کوئی بات نہیں ایسا ہوجاتا ہے کرشمہ نے کہا

سارہ عامر حیدر کہاں ہو تم سب کرشمہ نے
پکارا وہ لوگ حویلی کے باہر گھومنے آئے تھے کرشمہ
ان سے پیچھے رہ گئی تھی وہ جنگل کی طرف آ گئی تھی
اسے لگا کہ سب یہیں موجود ہوں گے جنگل میں ہر
طرف دھواں پھیلا ہوا تھا دھواں اتنا گہرا تھا کہ
پاس کے درخت بھی دکھائی نہیں دے رہے تھے
کرشمہ تم آ گئی میں تمہارا ہی منتظر تھا کرشمہ کو ایک
آواز سنائی دی۔
کون ہے۔کون ہے یہاں۔
میں بیس سالوں سے تمہارا انتظار رہا ہوں۔
کون ہے کرشمہ نے خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر
دیکھا۔لیکن اسے کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔
کیا ہوا کرشمہ عامر نے کرشمہ کو کھڑے
دیکھا تو اس کی طرف چلا آیا۔
عامر یہاں کوئی ہے۔ ابھی کسی نے مجھے
پکارا تھا۔کرشمہ نے ڈرے ہوئے لہجے میں کہا۔
عامر نے بھی ادھر ادھر دیکھا پر اسے کوئی بھی نظر
نہیں آیا۔ یہاں پر کوئی نہیں ہے سب تمہارا وہم
ہے۔چلو آؤ یہاں سے چلیں۔

وہ چاروں کتابیں دیکھ رہے تھے تبھی کرشمہ
کی نظر ایک کتاب پر پڑی کرشمہ نے وہ کتاب
اٹھالی اس کتاب کی جلد سیاہ رنگ کی تھی اور کاغذ
سرخ تھے کرشمہ نے کہا۔
یہ دیکھو کتنی عجیب سی کتاب ہے کتاب جب
کھولی تو ان چاروں کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کیونکہ
وہ کسی اور زبان میں لکھی ہوئی تھی۔
کرشمہ نے کہا۔ یہ کتاب میں رکھوں گی صبح
اس کو دیکھیں گے۔
حیدر نے کہا نہیں یہ کتاب میں اپنے پاس
رکھوں گا۔
کرشمہ بولی نہیں میں اسے اپنے پاس رکھوں
گی سارہ نے بات ختم کردی کرشمہ نے کتاب ٹیبل
پر رکھی اور سو گئی۔
صبح کرشمہ نے دیکھا تو کتاب میز پر نہیں تھی
اس نے پورے کمرے میں دیکھا لیکن وہ کتاب
اس کو نہیں ملی ہال میں اس کے تینوں دوست موجود
تھے وہ ان کے پاس چلی گئی۔
حیدر وہ کتاب تمہارے پاس ہے کرشمہ نے
پوچھا۔
نہیں وہ کتاب میرے پاس نہیں ہے۔
کتاب میرے کمرے سے غائب ہے تو
ظاہر ہے وہ کتاب تمہارے پاس ہی ہوگی۔
حیدر بولا میرے پاس نہیں ہے میں تو رات
کو عامر کے ساتھ سویا ہوا تھا بے شک اس سے
پوچھ لو۔سب نے کتاب تلاش کی لیکن وہ کتاب
نہیں ملی فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی اکرم بابا نے
فون اٹھایا دوسری طرف سے کرشمہ کے پاپا تھے وہ
کہہ رہے تھے حویلی میں سب ٹھیک ہے۔
جی ہے سب ٹھیک ہے صاحب۔آپ نے
کرشمہ کو حویلی میں آنے کی اجازت دے دی مجھے
پہلے بتادیا ہوتا تو میں حویلی کی صفائی کروا دیتا۔

کرشمہ حویلی میں ہے اس کے پاپا نے چونک کر پوچھا۔ وہ تو اپنے دوستوں کے ساتھ ایک وادی میں گھومنے گئی ہوئی ہے۔

نہیں صاحب کرشمہ بی بی کو حویلی آئے ہوئے چوتھا دن ہے۔

افوہ۔ آپ جانتے ہیں آج رات چاند پورا ہوگا اور کرشمہ کی جان کو کتنا خطرہ ہے کرشمہ کو فورا واپس بھیجیں۔ پاپا نے کہا۔

نہیں صاحب میں اب کرشمہ کو واپس نہیں بھیج سکتا کیونکہ وہ شیطان اب کرشمہ کو واپس نہیں جانے دے گا۔

وقت آ گیا ہے اس کو سچ بتانے کا میں وہاں ہی آ رہا ہوں۔ اور فون بند ہو گیا۔ اکرم بابا جیسے ہی مڑے شیطان ان کے سامنے کھڑا تھا اور اکرم بابا کو مارنا چاہتا تھا۔ سوا سے مارنے لگا۔

آخر وہ کتاب گئی تو گئی کہاں کرشمہ نے کہا۔ یہاں کچھ تو ہے جو ہم سے چھپایا جا رہا ہے۔ میں جب سے یہاں آئی ہوں وہ خواب آنا بند ہو گئے ہیں حویلی کے پیچھے جو جنگل ہے وہ میں خواب میں دیکھ چکی ہوں میں حویلی پہلی بار آئی ہوں پھر وہ جنگل خواب میں کیسے دیکھ سکتی ہوں اور پھر اچانک اس کتاب کا غائب ہو جانا یہ سب کچھ عجیب سا ہے ابھی وہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ اکرم بابا کی چیخ کی آواز سنائی دی۔ چیخ کی آواز سنتے ہی وہ بھاگتے ہوئے اس کے پاس جا پہنچے۔ اکرم بابا خون میں لت پت پڑے ہوئے تھے وہ چاروں اس کے پاس گئے۔

بابا یہ سب کیسے ہوا۔ کرشمہ نے پوچھا۔

کرشمہ بیٹی میرے پاس وقت بہت کم ہے تمہیں ایک سچ بتانا ہے۔ بیس سال پہلے جب تم دو ماہ کی تھی تو حویلی میں ایک نیا نوکر آیا تھا جس کا نام اشرف تھا ایک دن تمہارے دادا اس کے کمرے کے پاس سے گزر رہے تھے تو ان کو اندر سے منتر پڑھنے کی آواز سنائی دی انہوں نے دروازہ کھول کر دیکھا تو اشرف آگ کے سامنے بیٹھ کر منتر پڑھ رہا تھا۔ تمہارے دادا کے پاس بھی علم تھا بہت سے جنات ان کے پاس تھے سمجھ گئے کہ اشرف شیطانی منتر پڑھ رہا ہے۔

یہ تم کیا کر رہے ہو اشرف تمہارے دادا چلائے شور کی آواز سن کر میں اور تمہارے ماں باپ یہاں آ گئے اشرف چونک گیا اشرف تم یہ کیا کر رہے ہو۔

ہاں میں ایک مقصد کے تحت آیا ہوں یہاں تمہاری پوتی پورے چاند کی رات کو پیدا ہوئی ہے وہ دن میرے لیے بہت خاص ہے جب وہ پانچ سال کی ہو جائے گی تو میں اس کی قربانی دوں گا اور قیامت تک زندہ رہوں گا۔ اور پوری دنیا پر راج کروں گا مجھے کوئی بھی ختم نہیں کر سکے گا۔

میں ایسا نہیں ہونے دوں گا تمہارے دادا نے کہا۔ تمہارے دادا نے منتر پڑھ کر اسے آگ لگا دی اور اس آگ میں تمہارے دادا بھی جل گئے اس شیطان نے کہا میں واپس آؤں گا اور اپنا مشن پورا کروں گا تمہارے ماں باپ تمہیں لے کر شہر چلے گئے اور حویلی کو بند کر دیا گیا میں یہاں کبھی کبھی صفائی کرنے کے لیے آتا تھا اس نے سچ کہا تھا وہ واپس آئے گا میں نے اسے دیکھا ہے وہ اسی کمرے میں ہے جس میں وہ رہتا تھا جس دروازے کو تالا لگا ہوا ہے اسے صرف تم ہی ختم کر سکتی ہو ایک ہتھیار سے تم اسے مار سکتی ہو وہ اسی

حویلی میں ہے اس ہتھیار کی تلاش کرو کیونکہ اس ہتھیار کی تلاش اس شیطان کو بھی ہے حویلی کے پیچھے جو جنگل ہے وہ وہاں ایک بت ہے تم وہ ہتھیار اس کی دائیں آنکھ میں ماردینا وہ ختم ہو جائے گا جلدی کرو وقت بہت ہی کم ہے اکرم بابا کی سانس رک گئی وہ ہتھیار کا بتا کر چپ ہو گئے تھے جیسے ان کی سانس کسی نے کھینچ لی تھی وہ کافی دیر تک ان کے مردہ جسم کو دیکھتے رہے پھر ہتھیار کی تلاش کے لیے ایک طرف چل دیئے۔ کرشمہ نے ایک کمرے میں قدم رکھا جس کا سامان ادھر ادھر بکھرا ہوا تھا جس کو وہ خواب میں دیکھتی رہتی تھی اسے ایک صندوق نظر آیا اس کے اندر سے اسے وہ ہتھیار مل گیا جس کے بارے میں مرتے وقت بابا اکرم نے بتایا تھا وہ جیسے ہی باہر نکلنے لگی وہ شیطان اس کے سامنے آ گیا کرشمہ نے سے دیکھا تو اس کی چیخ نکل گئی اس نے ہتھیار کرشمہ سے لے لیا اور غائب ہو گیا کرشمہ سب سے کہتی ہے کہ وہ ہتھیار وہ لے گیا ہے وہ ہتھیار وہ لے گیا ہے چلو باہر چلتے ہیں اور اس سے وہ ہتھیار لینے کی کوشش کرتے ہیں وہ باہر جنگل کی طرف چل دیئے وہ شیطان بت کے سامنے کھڑے ہو کر منتر پڑھنے لگا تھا وہ ہتھیار بت کے پاس ہی پڑا ہوا تھا حیدر نے کہا میں وہ ہتھیار لے کر آتا ہوں وہ جیسے ہی آگے بڑھا تو شیطان نے اسے اشارے سے حیدر کو دور پھینک دیا پھر سارہ ہتھیار لینے گئی شیطان نے اس کا بھی ایسا ہی حال کیا اس کے بعد عامر گیا تو شیطان نے اس کو بھی ایک طرف پھینک دیا۔ اور عامر کا بھی یہی حال ہوا۔

کرشمہ نے کہا میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں تم نے میرے دوستوں کو دور پھینک دیا۔ اتنا کہہ کر وہ تیزی سے بت کی طرف بھاگی اور پھرتی سے ہتھیار اٹھا کر بت کی آنکھ میں دے مارا اور شیطان کو آگ لگ گئی اور ہر طرف طوفان آ گیا وہ خاک بن کر اڑ گیا کرشمہ گر گئی۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو اس کے ماں باپ اور دوست سب اس کے پاس تھے کرشمہ نے اپنے ماں باپ سے معافی مانگی تو اس کے ماں باپ نے کہا کہ اصل غلطی تو ہماری تھی اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں تھا پھر وہ سارہ سے بولے۔

سارہ تم نے شیطان کو کیسے ختم کیا۔

اکرم بابا نے مجھے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ ہتھیار ایک اصلی ہے لیکن ایک نقلی ہے اگر تم لوگوں کو بتا دیتی تو اسے پتہ چل جاتا وہ میں نے چھپا لیا تھا سو اس ہتھیار سے میں اس شیطان کو مار دیا خدا کا شکر ہے کہ سب ٹھیک ہو گیا ورنہ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ چلو اب چلیں۔ سب واپس جانے کی تیاری کرنے لگے۔

کرشمہ اور عامر چھت پر تھے اور عامر نے کرشمہ سے محبت کا اظہار کر دیا کرشمہ نے ہاں کر کے عامر کو خوش کر دیا۔

یوں وہ سب اپنے گھروں کو آ گئے۔ قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا میں آپ کی رائے کا شدت سے انتظار کروں گی۔ یہ میری پہلی کاوش ہے امید ہے آپ کو ضرور پسند آئی ہو گی۔

خونی مخلوق

---تحریر: طاہر عباس۔ شجاع آباد---

ہم نے بابا جی کا شکریہ ادا کیا پھر ہم وہ بوٹی ڈھونڈنے لگے پانچ دن کے بعد وہ بوٹی نادر کو نظر آئی ہم نے جلدی جلدی وہاں سے پتھر نکالا اور وہ بوٹی ڈھونڈنے لگے آخر کار وہ بھی مل گئی نادر نے پتھر کا سفوف بنا کر اس درخت پر پھینک دیا سفوف پھینکتے ہی سارے درخت انسانوں کے روپ میں آ گئے انہوں نے ہمارا شکریہ ادا کیا۔ لیکن آپ کو انسانوں سے درخت کس نے بنایا کلثوم نے پوچھا۔ میں یہاں کا سردار ہوں میں بہت ہی رحم دل ہوں کسی سے کوئی زیادتی نہیں کی تھی پھر یہاں کسی کی بدروح آ گئی وہ ہمارے قبیلے میں سے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی بلی دینے لگی میں نے اسے گرفتار کروایا لیکن وہ جادوگرنی تھی اس نے ہمیں آدم خور بنا دیا سردار نے کہا۔ پھر ہم نے وہاں سے اجازت لی اور آگے بڑھنے لگے دو دن بعد اچانک آگے دلدل آ گئی اور ہم اس میں دھنستے چلے گئے لیکن یہ کیا نیچے تو ایک دنیا آباد تھی ہر طرف ہریالی ہی ہریالی تھی۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی جسے آپ مدتوں یاد رکھیں گے۔

موسم ابر آلود تھا وقفے وقفے سے بجلی چمک رہی تھی آج سردی بھی بہت تھی سڑک بالکل سنسان پڑی تھی اچانک دور سے ایک موٹر سائیکل کی ہیڈ لائٹ دکھائی دی موٹر سائیکل پر ایک بیس سالہ خوبصورت نوجوان تھا جو اس اندھیری اور سرد رات کو کہیں سے آ رہا تھا اس کے چہرے پر پریشانی بالکل نہیں تھی وہ مطمئن تھا اچانک بوندا باندی شروع ہو گئی اس نے بائیک کی سپیڈ تیز کر دی تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ اپنے فلائٹ میں پہنچا موٹر سائیکل کھڑی کر کے وہ اپنے کمرے میں گیا کپڑے چینج کیے پھر وہ سو گیا۔

یہ تھا شابان جو اپنے والدین سے ملنے گاؤں گیا تھا پھر راستے میں موسم خراب ہو گیا تھا یہ شہر پڑھتا تھا اس کے ساتھ چار لڑکے اور پڑھتے ہیں ندیم۔ نادر۔ کاشف۔ عبید۔ کاوش۔ اور میں یعنی طاہر عباس ہم بہت ہی اچھے دوست ہیں ہمارے گروپ کا نام ہے غزالی گروپ ہر کوئی ہمیں غزالی گروپ کے نام سے جانتا ہے ہمارا ایک ٹیچر ہے سہیل اختر ساحل وہ بہت ہی اچھے ٹیچر ہیں اچھا پڑھاتے ہیں ہم ان سے جتنی مذاق کر لیں اور جتنا ان کو تنگ کرتے ہیں انہوں نے ہمیں کبھی بھی ڈانٹا نہیں ہے۔

پتہ نہیں رات کا کون سا پہر تھا شابان کی کی آنکھ کھل گئی پھر اس نے سونے کی کوشش کی لیکن اسے نیند نہیں آئی وہ اٹھا اور کمرے کی کھڑکی کھول کر باہر دیکھنے لگا باہر کا موسم بالکل صاف تھا اچانک اسے باہر روڈ پر ایک لڑکی دکھائی دی جو مکمل سفید لباس میں ملبوس تھی وہ بے حس و حرکت کھڑی تھی۔

شاہان نے اسے آواز دی لیکن لڑکی پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ شاہان نے دوبارہ آواز دی تو لڑکی نے آہستہ آہستہ گردن اوپر اٹھائی اور شاہان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگی پھر اچانک وہ چیخ مار کر غائب ہوگئی شاہان نے اسے ادھر ادھر بہت ڈھونڈا لیکن وہ نظر نہیں آئی شاہان ایک بہادر انسان تھا وہ بھوت پر یقین نہیں رکھتا تھا لیکن آدھی رات کے وقت یوں اچانک لڑکی کا غائب ہو جانا اس کے ماتھے پر پسینہ کے قطرے آنے لگے وہ جلدی سے بستر پر لیٹ گیا پھر وہ سو گیا۔

صبح سب سٹوڈنٹس کلاس میں تھے پہلا پریڈ سر سہیل اختر ساحل کا تھا وہ آئے اور پریڈ پڑھا کر چلے گئے اس طرح سارے استاد آتے اور اپنا پریڈ پڑھاتے گئے پھر ہاف ٹائم ہوا ہماری کلاس میں ایک ہندو لڑکا اور لڑکی پڑھتے تھے وہ بھی دوست کی طرح تھے ہاف ٹائم میں ہم سب ریستوران میں گئے پیٹ پوجا کی پھر شاہان نے پوچھا یار یہ بھوت جن اور چڑیلیں وغیرہ ہوتی ہیں۔

نہیں یہ سب بکواس باتیں ہیں ندیم نے کہا

میرے خیال میں ہوتے ہیں میں نے کہا

پھر وہ ہمیں نظر کیوں نہیں آتے ہیں نادر نے معصومیت سے کہا۔

یار تم نے اگر کسی جن کو دیکھ لیا تو بیس پچیس دن بے ہوش رہو گے ہوش نہیں آئے گا۔ کاشف عبید نے کہا۔

ہاہاہا۔ ندیم نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

ندیم بھائی تم ویسے ہی مذاق اڑا رہے ہو یہ جن بھوت ہوتے ہیں اس ہندو لڑکی نے کہا جس کا نام کاجل تھا۔

اچھا آپ کو یقین نہیں آتا تو آج رات کو میرے کمرے میں آ جانا دکھا دوں گا۔ ہندو لڑکے ارجن نے کہا۔

ٹھیک ہے۔ سب نے کہا۔

رات کے تقریباً دس بجے سب لڑکے ارجن کے کمرے میں تھے ارجن نے سب کے گرد حصار بنایا اور ہدایت کی کہ کچھ بھی ہو جائے اس حصار سے باہر نہیں نکلنا۔ اور پھر وہ کوئی منتر پڑھنے لگا پھر آدھے گھنٹے کے بعد زور زور سے ہوائیں چلنے لگیں کمرے کی کھڑکیاں اور دروازے کھل گئے پھر کچھ ہی دیر میں ان کے سامنے سفید لباس میں ملبوس ایک لڑکی کھڑی تھی اسے دیکھ کر شاہان کو خوف آنے لگا اور باقی کے لڑکے بھی حیرت کے بت بنے کھڑے تھے۔

تم آخر میرے قابو میں آ گئی ہو آج میں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں گا ارجن نے کہا۔

ہاہاہا۔ ہاہاہا یہ تمہاری بھول ہے میرا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا میں اس دنیا کو نیست نابود کر دوں گی۔ لڑکی نے کہا۔

یہ تمہاری بھول ہے ہمارے اور تمہارے گرد حصار ہے اور نہ ہی تم کہیں بھاگ سکتی ہو اور نہ ہی ہمیں کوئی نقصان پہنچا سکتی ہو۔

یہ تم کیا کر رہے ہو ہمیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے اور یہ لڑکی مجھے پہلے دکھائی دے چکی ہے شاہان نے کہا۔

میں تمہارا یہ جسم حاصل کرنا چاہتی تھی جس میں میرا دوسرا ساتھی داخل ہوتا اور پھر ہم اس دنیا کو برباد کر دیتے لیکن تمہارے گلے میں آیت

الکرسی کا لاسٹ تھا جس کی وجہ سے میں تمہارا جسم
حاصل نہیں کر سکی لیکن آج مجھے بھی جسم مل جائے گا
اور میرے ساتھی کو بھی اس لڑکی نے کہا۔

لیکن تم اس دنیا کو کیوں برباد کرنا چاہتے ہو
میں نے پوچھا۔

میرا نام آرتی ہے اور میرے شوہر کا نام
حشام ہے ہم دونوں مر چکے ہیں لیکن ہمیں شیطان
دیوتا نے کہا ہے کہ اگر تم ایک سو نوجوان لڑکے
اور لڑکیوں کی قربانی دے دو تو تمہیں تمہارا جسم مل
جائے گا جس میں بے پناہ شکتی ہوگی پھر ہم دوبارہ
زندہ ہو جائیں گے اور اس دنیا میں حکومت کریں
گے اور یہ سب کرنے کے لیے ہمیں ایک لڑکے
اور ایک لڑکی کا جسم چاہیے جسم میں ہم داخل ہو کر
شیطان دیوتا کو بلی دے سکیں گے آرتی نے کہا۔

لیکن میں آج تمہیں ہمیشہ کے لیے ختم
کردوں گا ارجن نے کہا۔

میں تمہارا یہ حصار توڑ دوں گی میں کیسے
تمہارا حصار توڑتی ہوں یہ کہہ کر اس نے کاجل کی
طرف دیکھنا شروع کر دیا جیسے آرتی بدروح کی
آنکھیں کاجل کی آنکھوں سے ملیں اسے اپنا ہوش
نہیں رہا وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی حصار سے باہر
آنے لگی۔ ہم نے بھی اسے آوازیں دیں لیکن وہ
حصار سے باہر نکل چکی تھی حصار سے باہر نکلتے ہی
زور زور کی آندھی چلنے لگی کاجل اور ارجن اڑ کر
دیوار کے ساتھ ٹکرائے پھر اڑتے ہوئے کھڑکی
سے باہر نکل گئے۔

سب لڑکے آیت الکرسی کا ورد کرو کاشف
نے کہا۔ ہم سب نے آیت الکرسی پڑھنا شروع
کر دی تو ہوا رک گئی ہم سب باہر بھاگے ارجن
اور کاجل کو ڈھونڈنے لگے لیکن وہ کہیں بھی
نہیں ملے۔ لگتا ہے ان کے جسم میں آرتی بدروح
اور حشام داخل ہو گئے ہیں اور وہ اب تباہی مچائیں
گے نادر نے کہا۔

ہمیں سر سہیل اختر سے مشورہ کرنا چاہیے۔
ندیم نے اپنی رائے دی۔

ہاں ہم صبح ان سے کہیں گے شاہان نے کہا۔

صبح جب ہم سر سہیل اختر کو بتایا تو وہ بھی
پریشان ہو گئے پھر انہوں نے کہا ہم اس کے گھر
جائیں گے ارجن کا باپ ایک عالم ہے وہ ہماری
مدد کریں گے۔

ہم بھی آپ کے ساتھ جائیں گے نیلم کلثوم
صبا۔ سلمہ نے کہا۔

تم کیا کرو گی وہاں پر۔

ہم بھی اس بدی کو ختم کرنے میں آپ کا
ساتھ دیں گے۔

ٹھیک ہے سہیل اختر نے کہا۔

ایک ہفتہ بعد ہم ارجن کے والد کے پاس
بیٹھے ہوئے تھے اس کی آنکھیں بند تھیں اور سردہ منتر
پڑھنے میں مصروف تھا اچانک زور کی ہوا چلنے لگی
ارجن کے والد نے آنکھیں کھولیں تو اس کی
آنکھیں سرخ تھیں اور وہ بہت خوفزدہ تھے
انہوں نے جلدی سے کہا وہ بہت طاقتور ہیں وہ
میرے بس میں نہیں آسکتے ہیں ابھی تو انہوں نے
اپنا جسم حاصل نہیں کیا ہے اگر انہوں نے اپنا جسم
حاصل کرلیا تو پھر ان کو ختم کرنا شاید ناممکن
ہو جائے میں تمہیں ایک بزرگ کا پتہ دیتا ہوں تم
اس کے پاس جاؤ وہ تمہاری مدد کریں گے
انہوں نے جلدی پتہ لکھ کر دیا اتنے میں کہیں سے

ایک خنجر سنسناتا ہوا آیا اور اس کے دل میں گھس گیا سب لڑکے اور لڑکیوں کی چیخیں نکل گئیں سر سہیل اختر نے ہمیں تسلی دی پھر ہم اپنے اپنے کمروں میں آ گئے۔

بڑی مشکل سے پندرہ دن کے بعد ہمیں وہ بزرگ ملے ان کے چہرے پر نور ہی نور تھا ہم لائن میں بیٹھ گئے جب ہماری باری جب آئی تو انہوں نے اپنے ایک پوتے کو بلایا اور کہا کہ ہمیں کمرے میں لے جا کر بیٹھا دو وہ ہم سب کو لے کر ایک کمرے میں چلا گیا جہاں ہم سکون سے بیٹھ گئے اور ساتھ ہی بزرگ بابا کا انتظار کرنے لگے کہ وہ کب آتے ہیں تھوڑی دیر بعد وہ بزرگ کمرے میں داخل ہوئے ہم نے انہیں سلام کیا پھر انہوں نے کہا۔

آپ نے بہت ہی دیر کر دی ہے آنے میں آرتی اور حسام نے اپنا جسم حاصل کر لیا ہے وہ اب اس دنیا میں تباہی مچائیں گے انکو ختم کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔

وہ کیا۔ کاشف نے پوچھا۔

یہاں سے شمال کی طرف ایک سمندر ہے اس سمندر کے بیچوں بیچ ایک میدان ہے اس میدان میں ایک بالٹی پڑی ہوئی ہے اس میں پانی بھرا ہوا ہے اگر کسی طرح وہ پانی حاصل کر کے ان پر ڈال دیا جائے تو ان کو آگ لگ جائے گی لیکن یہ بہت ہی مشکل کام ہے تمہیں اس بالٹی تک پہنچنے کے لیے چار مرحلوں سے گزرنا پڑے گا اس میں تمہاری جان بھی جا سکتی ہے۔

ہم جائیں گے انسانیت کو بچانے اور بدی کو ختم کرنے ہم ضرور جائیں گے آپ ہمارے لیے دعا کریں شاہان نے کہا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے بزرگ نے کہا اور ہمیں پانچ تعویذ دئے کہ ان کو گلے میں ڈال لو اور ان لڑکیوں کا ہمیشہ ہاتھ پکڑ کر چلنا یاد رکھو اگر ان کا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تو سمجھ لو وہ لڑکی مر جائے گی۔

ٹھیک ہے اے محترم بزرگ کیا ابھی سے۔ ندیم نے گہری سانس لے کر کہا۔

نہیں تم کل سفر شروع کرو گے اور جہاں سے ہاتھ پکڑنے کی ضرورت پیش آئے گی میں بتا دوں گا۔ اب تم جاؤ۔

ہم پانچ لڑکوں اور پانچ لڑکیوں نے سفر آٹھ بجے سفر شروع کیا لیکن اب شام کے ساتھ بج چکے تھے ابھی کچھ دکھائی نہیں دیا تھا پھر ہم نے وہیں آرام کرنے کا فیصلہ کر لیا ہم کوئی صاف ستھری جگہ ڈھونڈ کر سو گئے صبح پھر سفر شروع کر دیا تھوڑی دیر بعد ہمیں ایک ندی دکھائی دی اور ندی کے پار تا حد نگاہ صحرا تھا ہم نے ندی کا پانی پیا پھر ندی کو پار کر کے جیسے ہی صحرا میں قدم رکھنے لگے اوپر سے غیبی آواز سنائی دی ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لو۔ نادر نے صائمہ کا ہاتھ پکڑ لیا ندیم نے صبا کا کاشف نے سلمہ کا شاہان نے نیلم کا اور میں نے کلثوم کا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر ہم نے ریگستان میں قدم رکھ دیا ہم چار گھنٹے چلتے رہے کوئی بھی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ تھوڑا آگے ہمیں سرسبز زمین دکھائی دی وہ بہت خوبصورت جگہ تھی چاروں طرف پھول ہی پھول تھے پھلوں سے لدے ہوئے درخت تھے لیکن یہاں کوئی آدمی دکھائی نہیں دے رہا تھا جیسے ہی ہم نے وہاں پر قدم رکھا

اوپر سے آواز سنائی دی۔تم خون کے پیاسی مخلوق میں داخل ہو چکے ہو اور پھر ساتھ ہی ہمیں چاروں طرف مرد عورتیں اور بچے دکھائی دینے لگے جن کے منہ سے خون نکل رہا تھا۔ایسا لگتا تھا جیسے انہوں نے ابھی ابھی خون پیا ہو۔ وہ قہقہے لگاتے ہوئے ہماری طرف بڑھنے لگے انہیں دیکھ کر سب لڑکیوں کے منہ سے چیخیں نکلنے لگیں۔ ہم نے انہیں تسلی دی اور کہا ہمارے گلے میں تعویذ ہیں یہ ہمیں کچھ نہیں ہونے دیں گے۔

ہاہاہا۔کتنے دنوں کے بعد ہمارے ہاتھوں میں شکار آئے ہیں آج ہم اپنی پیاس بجھائیں گے خون کے پیاسے انسانوں نے کہا۔پھر وہ ہماری طرف بڑھنے لگے اور جیسے ہی ہمیں چھونے کی کوشش کی انہیں جھٹکا لگا اور وہ ہم سے دور ہو گئے پھر وہ غائب ہو گئے ہم آگے بڑھنے لگے ہم دو دن تک چلتے رہے لیکن ہمیں خون کے پیاسے انسانوں کی زمین کو کراس نہیں کر سکے۔

ہائے اور کتنا سفر باقی ہے سلمہ نے کہا۔

یہاں کوئی میرا نانی کا گھر ہے جو مجھے پتہ ہوگا کہ اور کتنا سفر ہے کاشف نے کہا۔

اچانک بابا جی کی آواز سنائی دی تم چاہے سالوں سال بھی چلتے رہے یہاں سے نکل نہیں سکتے ہو یہاں پر ایک پتھر ہے اور اس پتھر کے نیچے ایک کتاب پڑی ہوئی ہے اگر تم اس پتھر کو ڈھونڈ کر وہ کتاب حاصل کر لو تو یہاں سے نکل سکو گے اور ساتھ ہی آواز آنا بند ہو گئی۔

ہم سب اس پتھر کو ڈھونڈنے لگے لیکن وہ پتھر ہمیں نہیں ملا۔ایک رات ہم سو رہے تھے کہ نیلم کا ہاتھ شاہان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ نیلم کا ہاتھ شاہان کے ہاتھ سے چھوٹتے ہی خون کے پیاسے انسان قہقہے لگاتے ہوئے آئے اس سے پہلے کہ شاہان نیلم کا ہاتھ پکڑتا وہ نیلم کو اٹھا کر لے گئے شاہان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ رونے لگا سب نے اسے تسلی دی اب نیلم بھی ان انسانوں میں شامل ہو چکی تھی وہ بھی ہمارا خون پینے کے لیے آ جاتی اور ہمیں ڈراتی تھی۔

آج ہمیں خون کے پیاسی مخلوق میں رہتے ہوئے چودہ دن ہو گئے تھے لیکن وہ پتھر ابھی تک نہیں ملا تھا۔

میں تو بہت تھک گئی ہوں صبا نے کہا۔

ہم تھوڑی دیر آرام کر لیتے ہیں ندیم نے کہا۔

پھر ہم سب نیچے بیٹھ گئے اچانک صبا کو کوئی چیز چبھ گئی تو اس نے ندیم کا ہاتھ چھوڑے بغیر ہی دوسرے ہاتھ سے اس چیز کو ٹٹولا پھر اس کے منہ سے خوشی کی چیخ نکل گئی کیونکہ یہ وہی پتھر تھا جس کے ذریعے ہم ان خون کے پیاسی مخلوق سے بچ سکتے تھے۔ہم نے جلدی جلدی ایک ایک ہاتھ سے مٹی ہٹائی تھوڑی دیر بعد وہ کتاب ہمارے سامنے تھی صبا نے وہ کتاب اٹھالی اور اسے کھولا اس کتاب پر ایک تحریر تھی اور نیچے لکھا ہوا تھا کہ جب وہ انسان آپ کے سامنے آئیں تو یہ الفاظ پڑھ کر ان پر پھونک دینا وہ ٹھیک ہو جائیں گے یہ کتاب پا کر ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اب ہمیں بس ان خونی مخلوق کا انتظار تھا۔کچھ دیر بعد وہ بھی آ گئے اور ہماری طرف بڑھنے لگے صبا نے جلدی سے وہ الفاظ پڑھ کر پھونک ماری تو سامنے بالکل اندھیرا چھا گیا تھوڑی دیر بعد اندھیرا چھٹا تو سامنے بالکل صحیح سلامت انسان کھڑے تھے اور ان میں نیلم بھی شامل تھی۔

آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے ہمیں زندگی دی ان میں سے ایک آدمی نے کہا۔

لیکن آپ ان خونی مخلوق میں کس نے تبدیل کیا میں نے پوچھا۔

یہ جگہ بہت ہی خوبصورت تھی اب بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ کتنی خوبصورت ہے پہلے یہ اس سے کئی گناہ خوبصورت تھی یہاں تو خوشیاں ہی خوشیاں تھیں ہر طرف امن تھا پھر ایکدن ایک بدروح جس کا نام ہے آرتی بدروح اس نے یہاں پر ہر قدم رکھا اس کو ہمارا امن اور خوشی اچھی نہیں لگی اس نے یہاں اپنا طلسم پھیلا دیا اور جادو کے ذریعے ہمیں خونی انسانوں میں تبدیل کر دیا ہمیں پتہ ہے تم کس مقصد کے لیے آئے ہو یہاں سے تم مغرب کی طرف چلے جاؤ وہاں تمہیں تمہاری منزل مل جائے گی۔

ہم سب نے ان کا شکریہ ادا کیا پھر نیلم نے آ کر شاہان کا ہاتھ پکڑ لیا اور اوپر سے بزرگ کی آواز سنائی دی تم پہلا مرحلہ طے کر چکے ہو اب تم آگے بڑھو پھر آواز آنا بند ہوگئی۔

ہم چلتے رہے ایک دن بعد ہمیں عجیب قسم کے درکت دکھائی دے رہے تھے ہم چلتے رہے آخر ہم نے اس زمین پر قدم رکھا آگے ہر طرف درخت ہی درخت تھے ہم آگے بڑھنے لگے ایک درکت سے گزرتے ہوئے اچانک درخت کی شاخیں ہماری طرف بڑھنے لگیں۔

جلدی سے پیچھے ہٹو آدم خور درخت ہے یہ میں نے کہا۔ اور ہم سب ہی جلدی سے پیچھے ہٹ گئے پھر درخت کی شاخیں واپس اپنی جگہ چلی گئیں اب کیا کریں۔ شاہان نے کہا۔

بیٹا اس جنگل میں ایک بوٹی ہے اس بوٹی کے نیچے اور بوٹی ہے اگر اس بوٹی کو جڑوں سمیت اکھاڑ دیا جائے تو یہ اس کے نیچے ایک سفید پتھر نکلے گا اس جنگل میں ایک کوٹھی ہے اس کوٹھی کے باہر ایک درخت ہے جو ان سے مختلف ہے اگر اس پتھر کا سفوف نکال کر اس درخت پر پھینکا جائے تو تم یہاں سے نکل سکتے ہو۔۔ باباجی کی آواز سنائی دی۔

ہم نے باباجی کا شکریہ ادا کیا پھر ہم وہ بوٹی ڈھونڈنے لگے پانچ دن کے بعد وہ بوٹی نادر کو نظر آئی ہم نے جلدی جلدی وہاں سے پتھر نکالا اور وہ کوٹھی ڈھونڈنے لگے آخر کار وہ بھی مل گئی نادر نے پتھر کا سفوف بنا کر اس درخت پر پھینک دیا سفوف پھینکتے ہی سارے درخت انسانوں کے روپ میں آگئے انہوں نے ہمارا شکریہ ادا کیا۔

لیکن آپ کو انسانون سے درخت کس نے بنایا کلثوم نے پوچھا۔

میں یہاں کا سردار ہوں مین بہت ہی رحم دل کبھی کسی سے کوئی زیادتی نہیں کی تھی پھر یہاں آرتی کی بدروح آگئی وہ ہمارے قبیلے مین سے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی بلی دینے لگی میں نے اسے گرفتار کروایا لیکن وہ جادوگرنی تھی اس نے ہمیں آدم خور بنا دیا سردار نے کہا۔ پھر ہم نے وہاں سے اجازت لی اور آگے بڑھنے لگے دو دن بعد اچانک آگے ولدل آگئی اور ہم اس میں دھنستے چلے گئے لیکن یہ کیا نیچے تو ایک دنیا آباد تھی ہر طرف ہریالی ہی ہریالی تھی۔

ہم آگے بڑھنے لگے کچھ ہی دور گئے ہوں گے کہ ایک طرف سے دس آدمی آئے جنہوں نے

تیر اٹھائے ہوئے تھے وہ ہمیں پکڑ کر ایک محل میں لے گئے وہ محل بہت ہی خوبصورت تھا محل کے درمیان ایک تخت سجا ہوا تھا اور اس پر ایک عورت ملکہ کے روپ میں بیٹھی ہوئی تھی۔

کون ہو تم لوگ اس نے ہمیں دیکھتے ہی کہا

ہم نے اپنا مقصد اس کو سنا دیا وہ یہ سن کر بہت ہی خوش ہوئی اس نے کہا کہ میں یہاں کی ملکہ ہوں ہمارے ہاں ایک بیٹے کی ولادت ہوئی اس کے پاس بہت شکتیاں تھیں پھر پتہ نہیں آرتی کو اس کے بارے میں کیسے پتہ ہو گیا میرے بیٹے میں شکتیاں ہیں میرا بیٹا ابھی دس سال کا ہی ہوا تھا کہ آرتی نے اسے کالا جادو سکھانا شروع کر دیا وہ اسے شیطان بنانا چاہتی تھی ہمیں جیسے ہی علم ہوا تو ہم نے اپنے بیٹے کے لیے پہرہ لگا دیا وہ جہاں بھی ہم اس کے ساتھ سپاہی بھیجتے اس نے ہمارے سپاہیوں کو بھی قتل کر دیا تو ہم نے اپنے بیٹے کو محل میں ہی بند کر دیا اور سپاہیوں کو نگرانی پر لگا دیا یہ دیکھ کر آرتی کو بہت غصہ آیا تو اس نے میرے بیٹے کو مفلوج کر دیا تا کہ یہ تو اور اس نے بادشاہ کو بھی قتل کر دیا تب ہی ایک بزرگ آئے اور انہوں نے کہا کہ بیٹی صبر کرو تمہاری دنیا میں پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں آئیں گے وہ تمہارے بیٹے کو صحیح سلامت کر دیں گے۔

لیکن ہم کیسے اس کا علاج کر سکتے ہیں کاشف نے کہا۔

وہ کوئی بیمار نہیں ہے جو تم اس کا علاج کرو گے نادر نے کہا۔

ہم کیسے اسکو ٹھیک کر سکتے ہیں ندیم نے پوچھا

کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔ کلثوم نے کہا۔

جب تک میرا بیٹا ٹھیک نہیں ہو جاتا آپ لوگ ہمارے مہمان بن کر رہو گے۔

پھر ہم وہیں رہنے لگے ہمیں وہاں رہتے ہوئے آٹھ دن ہو گئے تھے لیکن ہمیں کچھ حل نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک دن شاہان نے صبا سے وہ کتاب مانگی جو پتھر کے نیچے سے نکالی تھی صبا نے وہ کتاب شاہان کو دی شاہان نے وہ کتاب کھولی اور پڑھنے لگا جیسے ہی شاہان نے کتاب پڑھی تو اس کے چہرے پر خوشی آ گئی اس نے کہا کہ ملکہ کے بیٹے کو ٹھیک کرنے کا طریقہ اس کتاب مین ہے پھر وہ ملکہ کے تخت کی طرف بھاگا ملکہ تخت پر موجود تھی۔

ملکہ آپ کے بیٹے کا علاج مل گیا ہے۔

وہ کیسے۔ ملکہ نے خوشی سے کہا۔

آپ کی ریاست میں ایک مندر ہے اس کے تہ خانہ میں ایک شیطان کا بت ہے اس کتاب میں ایک آیت دی ہوئی ہے اگر ہم میں سے کوئی آیت پڑھتے ہوئے اس بت کو توڑ دے گا تو آپ کا بیٹا ٹھیک ہو سکتا ہے۔

ٹھیک ہے ہم ابھی اس مندر کی طرف جاتے ہیں۔ ملکہ نے سو فوجی اپنے ساتھ لیے اور ہم بھی ملکہ کے ساتھ اس مندر میں گئے مندر کے تہہ خانے میں ہر طرف جالے لگے ہوئے تھے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آ رہا تھا کچھ دیر بعد جب ہم دیکھنے کے قابل ہوئے تو شیطان کا بت ہمارے سامنے کھڑا تھا شاہان نے کتاب کھولی اور وہ آیت پڑھنے لگا جس سے بت پر پتھروں کی بارش ہونے لگی جیسے ہی شاہان نے وہ آیت مکمل کی تو بت ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا اور مندر میں طوفان آ گیا ہم سب باہر کی طرف بھاگے جیسے ہم باہر نکلنے تو مندر ایک دھماکے سے اڑ گیا۔ ہم

گھوڑوں پر بیٹھ کر واپس محل میں آ گئے۔ جیسے ہی ہم محل میں داخل ہوئے تو ہماری نظر سامنے پڑی ملکہ کا بیٹا تخت کے پاس کھڑا تھا اور باقی سپاہی اور وزیر بھی ادب سے کھڑے تھے ان کے چہرے پر خوشی تھی۔ ملکہ کو دیکھتے ہی وہ بھاگتا ہوا آیا اور ملکہ کے گلے لگ گیا۔ وہ کچھ دیر یونہی ایک دوسرے کے گلے لگے بیٹھے تھے پھر ہم اجازت لے کر چلنے کو کہا۔

ملکہ نے کہا ٹھیک ہے تمہیں نہیں روکتی اس آرتی اور حشام نے تمہاری دنیا میں بہت تباہی مچائی ہوئی تھی اس نے پتہ نہیں کتنے معصوم لوگوں کی بلی دی ہے جتنا جلدی ہو سکے تم انہیں کر دو دو پھر اوپر سے باباجی کی آواز سنائی دی۔

تم تیسرا مرحلہ طے کر چکے ہو۔ اب تم شمال کی طرف جاؤ پھر آواز آنا بند ہوگئی۔

کیا یہ تیسرا مرحلہ تھا۔ نیلم نے پوچھا۔

ہمیں تو معلوم ہی نہیں تھا کہ ہم مرحلہ طے کر رہے ہیں سلمہ نے کہا۔

اگر پتہ ہوتا تو یہ مرحلہ کیسے ہوتا کاشف بولا۔

پہلی دفعہ تم نے عقل کی کوئی بات کی ہے۔ نادر نے کہا پھر ہم یونہی چلتے رہے کہ اچانک ایک طرف طوفان آ گیا۔ جو ہمیں بے ہوش کر گیا جب ہمیں ہوش آیا تو تو ہم پہاڑوں کے بیچ لیٹے ہوئے تھے ہمارے چاروں طرف پہاڑ ہی پہاڑ تھے اور ان کی شکلیں انسانوں جیسی تھیں پھر ہم آگے بڑھنے لگے۔

ان پہاڑوں سے بچ کر اپنا جو بھی ان پہاڑوں سے ٹکرائے گا۔ وہ ان ہی پہاڑوں میں تبدیل ہو جائیگا۔ تمہیں یہ مرحلہ اپنے دماغ اور اپنی سوچ کے مطابق طے کرنا ہوگا باباجی کی آواز سنائی دی۔

لیکن ہم کیسے ختم کریں گے۔ سلمہ نے پوچھا

تمہیں اپنے ذہن سے سوچ کر اس پر عمل کرنا ہوگا باباجی کی آواز آئی جو بعد میں خاموش ہوئی ہمان پہاڑوں سے بچتے ہوئے آگے بڑھنے لگے آگے ہمیں ایک غار نظر آیا ہم ان پتھر نما انسانون سے بچتے ہوئے غار میں داخل ہو گئے ہم نے غار میں بہت تلاش کیا کہ شاید کوئی حل مل جائے لیکن ہمیں کچھ نہیں ملا ایسے ہی ہم تقریباً سولہ غار دیکھ لیے ہوں گے ایک دن ہم ایک غار کے قریب سے گزر رہے تھے۔

اس غار کا دہانہ نہیں ہے بلکہ دہانہ کی جگہ ایک منہ بنا ہوا ہے اس غار میں ہمیں اس مرحلہ کو حل کرنے میں مدد مل سکتی تھی کاشف نے کہا۔

تمہیں کیسے پتہ چلا نیلم نے پوچھا۔

کیوں تم نے نوٹ نہیں کیا کہ یہ غار باقی پہاڑوں سے مختلف ہے کاشف نے کہا۔

ہاں لیکن اس کا منہ کیسے کھولیں گے۔

اس کا منہ توڑ دیتے ہیں کاشف نے کہا

تم اپنی بک بک بند کرو یہ کوئی انسان نہیں ہے جو مکہ سے منہ ٹوٹ جائے گا یہ پتھر ہے اور ہم اسے چھونا بھی نہیں چاہتے کلثوم نے کہا۔

تو ہم کیا کریں صائمہ نے پوچھا۔

وہ کتاب مجھے دکھاؤ۔ کاشف نے کہا۔

ارے بے وقوف وہ تو دو صفحوں کی کتاب ہے اس میں ہی سب کچھ ہوگا گیا۔ صبا نے کہا۔

نہیں صبا کتاب میں جو خون کے پیاسے انسانوں کو ختم کرنے کا طریقہ تھا اس کی جگہ ملکہ کے بیٹے کو ٹھیک کرنے کا طریقہ دیا ہوا تھا اب شاید اس میں اس کا کوئی حل بھی ہو شابان نے

کتاب کاشف کو دیتے ہوئے کہا۔

کاشف نے کتاب کھولی اور اونچی آواز میں پڑھنے لگا۔ اوپر ایک تحریر لکھی ہوئی تھی اور نیچے لکھا ہوا تھا کہ اس تحریر کو تین دفعہ پڑھ کر اس غار پر پھونک مارو تو غار کا منہ کھل جائے گا کاشف عبید نے تین دفعہ پڑھ کر پھونک ماری تو غار کا منہ کھل گیا اس میں ایک وقت میں ایک ہی آدمی مشکل سے گزر سکتا تھا ہم نے بڑی احتیاط سے غار میں داخل ہونا شروع کر دیا۔ شاہان اور نیلم داخل ہو گئے نادر اور صائمہ گئے پھر ندیم داخل ہونے لگا اچانک ندیم کے پاؤں کے نیچے ایک پتھر آیا جس سے ندیم لڑکھڑا گیا اور اس کا صبا کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ پتھر سے ٹچ ہو گیا پتھر سے ٹچ ہوتے ہی وہ پتھر کا بن گیا صبا داخل ہو گئی پھر ہم سب داخل ہو گئے ہم سب ندیم کے لیے اداس تھے ندیم کے بغیر تو ہمارا دل نہیں لگ رہا تھا کہ ہم اس کے لیے کیا کریں۔

جب ندیم ہی پتھر کا بن چکا تھا تو میں کروں گی یہاں رہ کر صبا نے کہا۔ اور وہ ندیم کے پتھر کی طرف بڑھنے لگی

نہیں صبا پاگل مت بنو ہم انسانیت کے لیے یہ جنگ لڑنے جا رہے ہیں اپنے آپ کو سنبھالو اور انسانیت کو بچانے کے لیے ان سے جنگ لڑو سلمہ نے کہا۔

میرے ساتھ ندیم نہیں رہا میں اکیلی کیسے لڑوں گی اور وہ دوبارہ پتھر کی طرف بڑھنے لگی

پلیز صبا ہوش میں آؤ تمہیں پتہ ہے تم کیا کر رہی ہو ہم تمہارے ساتھ ہیں نیلم نے کہا۔ پھر ہم سب نے صبا کو تسلی دی اور غار میں بہت ہی احتیاط کے ساتھ بہت کچھ ڈھونڈنے لگے جنسے ہم ان پتھر کے انسانوں سے بچ سکیں بہت ڈھونڈنے کے بعد ہمیں ایک دن کاشف کو ایک مورتی ملی۔

اس کا ہم کیا کریں۔ سلمہ نے پوچھا۔

ہم اس مورتی کو پتھروں کے ساتھ رگڑتے ہیں شاید ٹھیک ہو جائیں صائمہ نے کہا۔

نہیں میرا خیال ہے کہ اسے توڑتے ہیں شاید اس کا کوئی حل ہو کاشف نے کہا

بھائی جو کچھ بھی کرو سمجھ سے کرو نیلم نے کہا۔

کاشف نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے مورتی توڑ دی اس کے اندر سے ایک اور چھوٹی سی مورتی نکل آئی کاشف نے اسے بھی توڑ دیا اس کے اندر سے ایک کاغذ نکلا جس پر ایک آیت لکھی ہوئی تھی اس کا تین دن کا چلہ کر کے تیسرے دن ان پتھروں پر پھونک دو۔ پتھر اصلی حالت میں آ جائیں گے۔

ہم میں سے کون چلہ کرے گا صبا نے کہا۔

جسے یہ مورتی ملی ہے۔ شاہان نے کہا۔

ارے تم کاشف سے چلہ کراؤ گے اگر چلے کے دوران اس کو خوبصورت چڑیل نظر آ گئی تو یہ چلہ چھوڑ کر اس کے ساتھ بھاگ جائے گا نادر نے کہا۔

ارے اس کو تو کوئی بدصورت چڑیل بھی منہ نہیں لگائی تم خوبصورت کی بات کر رہے ہو سلمہ نے کہا۔

پھوتم نے میرا ہاتھ کیوں پکڑ رکھا ہے ندیم نے غصہ سے کہا۔

ارے میں تو مذاق کر رہی تھی تم تو بہت ہی سویٹ ہو سلمہ کی اس بات پر سب ہی ہنس دیئے۔

کاشف چلہ کرنے میں مصروف تھا اسے

چلہ شروع کئے ہوئے آدھا گھنٹہ ہوا تھا کہ ایک طرف سے ندیم چلتا ہوا آیا اور کہا کہ تم یہ چھوڑ دو ہم نے آرتی کو مار دیا ہے۔

کیا تم نے آرتی کو مار دیا ہے کاشف بولا۔

ہاں تم اب جلدی سے یہ چلہ چھوڑ دو ندیم نے کہا۔ ندیم کی بات سن کر کاشف اٹھا اور حصار سے باہر قدم رکھنے ہی والا تھا کہ باباجی کی آواز سنائی دی یہ سب آنکھوں کا دھوکہ ہے تم اپنے چلے کی طرف دھیان دو۔ یہ سن کر کاشف عبید حصار میں بیٹھ گیا اور دوبارہ چلہ کرنے لگا۔ ندیم کی شکل تبدیل ہو چکی تھی اب وہاں حسام جادوگر کھڑا تھا وہ دھمکیاں دے رہا تھا لیکن کاشف نے اپنے چلہ پر دھیان دیا اور یہ چلہ ختم ہو گیا۔

یار تمہیں کوئی چڑیل نظر نہیں آئی دوسرے دن میں نے کہا۔

یار آئی تھی لیکن کیا کرتا میں تو حصار میں تھا چڑیل کو دیکھ کر میرا تو دل مچل اٹھا تھا کاشف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تو تم چلہ چھوڑ دیتے تمہیں کیا ضرورت تھی چلہ کرنے کی۔ سلمہ نے کاشف کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اتنی بھی جلدی کیا ہے دو دن بعد چلہ مکمل ہو جائے گا پھر بلا لوں گا لیکن اب تو وہ بہت یاد آ رہی ہے کاشف نے کہا۔

تو بلا لو اسے۔ سلمہ نے غصہ سے کہا۔

یار یہاں ندیم ہوتا تو کتنا اچھا لگتا۔

ہاں یار سچ کہا تم نے میں نے نادر سے کہا۔

لیکن اب ہم کیا کر سکتے ہیں شاہان نے کہا جبکہ صبا بالکل چپ چاپ گم سم بیٹھی ہوئی تھی۔

آج کاشف کے چلے کا آخری دن تھا چلہ شروع کئے ہوئے ابھی دس منٹ ہی ہوئے تھے کہ دور سے ایک خوبصورت لڑکی آتی ہوئی دکھائی دی جو سلمہ کی شکل کی تھی۔ تمہیں حاصل کرنے کے لیے چلہ کر رہا ہوں تمہارے باپ نے مجھے ٹھکرا دیا تھا ناں اس لیے چلہ کر رہا ہوں تمہیں جادو کے ذریعے حاصل کروں گا۔

اب تو آ گئی ہوں ناں تو تمہیں چلہ کرنے کی کیا ضرورت ہے آ جاؤ یہ چلہ چھوڑ کر سلمہ نے کہا۔

صرف دو گھنٹے رہ گئے ہیں چلہ ختم کرنے کو اس کے بعد تمہارے پاس آ جاؤں گا کاشف بولا لیکن اب تمہیں چلہ کرنے کی کیا ضرورت ہے سلمہ نے غصہ سے کہا۔

تمہارا باپ اگر درمیان میں آ گیا تو اس سے بچنے کے لیے چلہ کر رہا ہوں یہ سن کر سلمہ بہت غصہ میں آ گئی اور وہ اسی وقت آرتی کے روپ میں آ گئی اس کے بعد کاشف کو بہت ڈرایا دھمکایا لیکن کاشف اپنی جگہ پر قائم رہا چلہ مکمل کرنے کے بعد اس نے جیسے ہی پتھروں پر پھونک ماری تو سب پتھر اپنی اصلی حالت میں آ گئے۔ ان میں ندیم بھی شامل تھا ہم نے ندیم کو باری باری گلے سے لگایا اور ندیم نے بھی ہمیں چوتھا مرحلہ طے کرنے پر مبارک باد دی اور وہ انسان بھی جو پہلے پتھروں کی شکل میں کھڑے تھے ہمارا شکریہ ادا کیا۔

لیکن آپ انسانوں سے پتھر کیسے بن گئے سلمہ نے سوال کیا۔

آرتی بدروح کا جسم یہاں پر قید تھا اس نے یہاں پر آ کر اپنے شیطان دیوتا کو بلی دینی شروع کر دی جب ہمیں معلوم ہوا تو وہ وقت اپنا جسم

حاصل کر چکی تھی ہم نے اس کا خاتمہ کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ہمیں کوئی حل نہ ملا۔ ایک دن ایک بزرگ ہمارے پاس آئے انہوں نے ہمیں بتایا کہ ان پہاڑوں کے پیچھے ایک سمندر ہے اس سمندر کے بیچ میں ہی آرتی اور حشام کو ختم کرنے کا سامان ہے لیکن اس سے پہلے کہ ہم ان کا خاتمہ کرتے انہوں نے ہمیں پتھروں کا بنا دیا لیکن اس بزرگ کے پاس شکتیاں تھیں وہ سے پتھر کا نہیں بنا سکتے تھے۔

اچھا اب ہم اس سمندر تک کیسے پہنچ سکتے ہیں نیلم نے پوچھا۔ تو بابا جی کی آواز سنائی دی۔

تم کو جس غار میں مورتی ملی تھی اس غار میں سیدھا چلتے رہو تمہیں ایک سمندر دکھائی دے گا تم چوتھا مرحلہ طے کر چکے ہو اب تمہیں جنگ کرنی ہو گی آرتی اور احشام کے جو شیطانی طاقتیں ہیں وہ انہیں تم پر حملہ کرنے کے لیے بھیجیں گے تم اب جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ پھر بابا جی نے ہمیں تلوار دیں اور غائب ہو گئے۔

ہمیں چلتے ہوئے آج تیسرا دن تھا اور ہم کئی شیطانی طاقتوں کا خاتمہ کر چکے تھے لیکن ابھی تک غار ختم نہیں ہوا تھا اچانک ہمارے آگے دس چڑیلیں آ گئیں انہوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا پھر میں نے موقع دیکھ کر ایک چڑیل کو تلوار دے ماری اور دوسری چڑیل کو اپنی ٹانگ ماری اس طرح دو چڑیلوں کا کلثوم نے بھی خاتمہ کر دیا باقی کو سلمہ صائمہ اور نیلم صبا نے ختم کر دیا اگلے دن ہمیں غار کا دہانہ نظر آیا۔ غار سے نکلتے ہی آگے پانچ ڈریکولے اور چڑیلیں جنبھوتوں کی ایک فوج کھڑی تھی اور تا حد نگاہ سمندر ہی سمندر تھا ہم نے اپنے آپ کو لڑنے کے لیے تیار کر لیا۔ ہم اندھا دھند تلواریں چلانے لگے اچانک پیچھے سے ایک چڑیل نے شاہان پر حملہ کر دیا لیکن درمیان میں نیلم آ گئی شاہان نے نیلم کو اپنے بازوؤں میں تھاما اور بولا۔

نیلم یہ تم نے کیا کر دیا۔

شا۔ شا۔ شاہان۔ تم نیلم ابھی اپنی بات پوری نہیں کی تھی کہ اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ نیلم اٹھو تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتی نیلم آنکھیں کھولو۔ نیلم شاہان چیخ رہا تھا۔ ہم سب شاہان اور نیلم کے چاروں طرف کھڑے تھے اور تلواریں چلا رہے تھے یہ جنگ تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہی ہم سب کو چوٹیں آئی تھیں۔ لیکن ہم نے پرواہ نہیں کی تھی ہم نے شاہان کو حوصلہ دیا شاہان روتا ہوا اٹھا پھر ہم نے دوبارہ سفر شروع کر دیا۔۔۔۔

ہم سمندر کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور سوچ رہے تھے کہ سمندر میں کیسے جائیں اچانک ہمیں ایک چمکتی ہوئی چیز دکھائی دی جب ہم قریب گئے تو وہ ایک چمکتی ہوئی مورتی تھی جیسے ہی ہم نے اسے چھوا تو اس سے دھواں نکلنے لگا وہ دھواں ایک پری کے روپ میں آ گیا۔

آپ کی بہت بہت مہربانی آپ نے مجھے اس قید سے آزاد کیا ہے۔

لیکن آپ کون ہیں صبا نے پوچھا۔

میں پرستان کی پری ہوں میرا نام گل بانو پری ہے میری ایک غلطی پر مجھے میری ملکہ نے مجھے مورتی میں قید کر دیا اور کہا کہ تمہیں کوئی ایسا انسان چھوئے جس نے چلہ کیا ہوا ہو اور وہ بھی مسلمان

ہو کاشف نے چلہ کیا ہوا تھا جس کی وجہ سے میں اس مورتی سے آزاد ہوگئی ہوں لیکن تم یہاں کرنے آئے ہو۔ہم نے اپنے آنے کا مقصد بتایا تو وہ بولی کہ میں تمہاری مدد کروں گی میں تمہیں ایک کشتی دوں گی جس میں تم سوار ہوجانا اور رات کو ہی اس ڈول والے پانی کو ڈھونڈ کر واپس آنا ہوگا کیونکہ سورج نکلتے ہی سمندر آگ میں تبدیل ہوجائے گا لیکن اب تو رات ختم ہونے والی ہے کاشف نے کہا۔

تمہیں کل رات کو سفر کرنا ہوگا۔اس نے کہا لیکن ہم اگر وہ ڈول ڈھونڈ کر صبح تک واپس نہ آسکے تو میں نے کہا۔

پھر تمہاری قسمت۔گل بانو نے کہا۔

پھر ہم رات ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

سورج غروب ہوچکا تھا گل بانو نے ہمیں ایک کشتی دی جس میں ہم سوار ہوکر وہ پڑھا ہوا پانی ڈھونڈنے لگے رات کا تیسرا پہر گزر چکا تھا لیکن ابھی تک ہمیں وہ ڈول دکھائی نہیں دیا تھا اچانک ہمیں سمندر کے درمیان ایک چھوٹا سا میدان نظر آیا جس کے درمیان کوئی چمکتی ہوئی چیز دکھائی دی۔

وہ ڈول پڑا ہے۔صبا نے کہا۔

لیکن اس کو اٹھانے کون جائے گا کلثوم بولی

میں جاؤں گا اور یہ کہہ کر میں نے کشتی سے تر کر میدان میں داخل ہوگیا میرے چاروں طرف پانی تھا ایسا لگتا تھا کہ ابھی پانی مجھے لے ڈوبے گا میں نے ہمت نہ ہاری اور پھر خیر و عافیت سے وہ پانی لے کر کشتی مین سوار ہوگیا صبح ہونے والی تھی ہم نے کشتی کی سپیڈ تیز کردی لیکن ابھی تک ہمیں کنارہ نظر نہیں آرہا تھا یہ آدھ گھنٹہ بھی بڑی تیزی سے گزر گیا مشرق سے سورج کی پہلی کرن سمندر پر پڑی اور سمندر میں آگ لگنے لگی۔

اب کیا ہوگا۔صبا نے کہا۔

اب تو ہم آگ میں جل جائیں گے۔نادر پلیز کچھ کرو۔صائمہ نے کہا۔

اللہ ہماری مدد کرے گا ندیم نے کہا۔

آگ آہستہ آہستہ ہمارے قریب ہوتی جارہی تھی اچانک ہمیں ایک بہت بڑا پرندہ نظر آیا جو ہماری ہی طرف آرہا تھا وہ بالکل ہمارے سر کے اوپر آگیا۔اس پرندے کے جسم کے ساتھ دس زنجیریں بندھی ہوئی تھیں ہم نے ایک ایک زنجیر پکڑ لی پھر وہ پرندہ دوبارہ واپس اڑنے لگا پھر اس نے ساحل سمندر پر ہمیں اتار دیا اور وہ گل بانو کے روپ میں آگیا ہم جہاں اترے تھے ہمارے بالکل سامنے غار کا دہانہ تھا اور وہاں پر باباجی اور سہیل اختر ساحل کھڑے ہوئے تھے۔ہم انہیں دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور ہماری کامیابی پر ہمیں مبارکباد دی۔

سر جی آپ یہاں کیسے میں نے پوچھا۔

باقی باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔پہلے آرتی اور حشام کو ختم کرنا ضروری ہے بابا نے کہا اور ہمیں غار کے اندر لے گئے غار کے درمیان پہنچ کر انہوں نے ہمارے گرد حصار قائم کیا پھر ایک اور حصار قائم کیا خود بھی ایک حصار میں بیٹھ کر آنکھیں بند کرکے کچھ پڑھنے لگے دس منٹ بعد اچانک زور کی ہوا چلنے لگی پھر ہوا نے زور پکڑ لیا اور کچھ ہی دیر بعد ایک حصار میں آرتی اور حشام کھڑے تھے تم نے بہت ظلم کئے ہیں پتہ نہیں کتنے

انسانوں کی بلی دی ہے تم بہت ہی ظالم ہو آج یہ دھرتی تمہارے وجود سے پاک ہو جائے گی بابا جی نے کہا۔

ہمیں معاف کر دو ہم آئندہ ایسا نہیں کریں گے انہوں نے معافیاں مانگنا شروع کر دیں۔

تم معافی کے قابل نہیں ہو طاہر وہ پانی اس پر پھینک دو بابا نے کہا۔

نہیں ہمیں معاف کردو وہ چیخنے لگے میں نے ڈھکن کھول کر پانی ان پر پھینک دیا ان کے جسم میں آگ لگ گئی ان کی چیخوں سے پورا غار لرز اٹھا تھوڑی دیر میں وہاں راکھ کا ڈھیر پڑا ہوا تھا پھر ہوا کا ایک جھونکا آیا اور وہ راکھ بھی اڑا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ بابا جی نے اللہ کا شکر ادا کیا ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا پھر ہم نے کہا۔

سر آپ یہاں کیسے آئے۔

تم تو مجھے بتا کر نہیں آئے تھے آپ کے جانے کے بعد میں بھی بابا جی کے پاس گیا انہوں نے مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا وہ مجھے ہر وقت آپ کے بارے میں آگاہ کرتے تھے پھر جب آپ کے چار مرحلے ختم ہو گئے تو بابا جی یہاں آرہی اور حشام کا خاتمہ کرنے آرہے تھے میں نے بابا جی سے کہا اور وہ مجھے یہاں لے کر آ گئے سر سہیل نے ہمیں بتایا۔

اچھا یہ کون ہے۔ گل بانو نے سر سہیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

یہ ہمارے بہت ہی اچھے ٹیچر ہیں ان کا نام تو آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا۔

اچھا جی یہ آپ کے سر ہیں بہت ہی سمارٹ ہیں گل بانو نے کہا۔ اس کی اس بات پر ہم سب ہی ہنس دیئے۔

ہاں تو ہمارے ٹیچر جیسا کوئی بھی ٹیچر نہیں ہے نادر نے کہا۔

نیلم سے نہیں ملو گے بابا جی نے کہا۔

کیا نیلم زندہ ہے۔ ہم سب کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

ہاں تلوار لگنے سے نیلم بے ہوش ہو گئی تھی اور آپ اسے مردہ سمجھ بیٹھے تھے آپ کے جانے کے بعد میں آیا تھا اور نیلم کا علاج کی تھا اب وہ بالکل ٹھیک ہے بابا جی نے بتایا۔

نیلم کہاں ہے شاہان نے تیزی سے کہا۔

نیلم ۔ بابا جی نے آواز دی تو نیلم غار میں سے ایک کمرے سے نکلی۔ ہم سے دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے خاص طور پر شاہان اچھا تم آنکھیں بند کرو گل بانو تمہیں گھر پہنچا دے گی اب میں جا رہا ہوں بابا جی نے کہا۔ پھر ہم نے بابا جی کو سلام کیا اور آنکھیں بند کر لیں کچھ دیر بعد گل بانو کی آواز سنائی دی کہ آنکھیں کھول دو ہم نے اپنی بند آنکھیں کھول دیں تو ہم اپنے فلیٹ میں تھے پھر ہم اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے سر سہیل اختر اور گل بانو ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اور ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا۔

آنکھوں آنکھوں میں اشارے ہو گئے

ہم تمہارے تم ہمارے ہو گئے۔

کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔ مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ اگر آپ کو میری یہ کہانی پسند آئی تو میں آئندہ بھی آپ کے لیے لکھ کر ارسال کروں گا اور امید کروں گا کہ ادارہ اسے جلد شائع کرے گا۔ مجھے اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھئے گا

حسن کا جادو

۔۔۔تحریر: محمد سلیم اختر۔راولپنڈی۔

کہانی سنا کر روح نے پھر راجا سے سوال کیا ہاں تو اے راجا بتا کہ دونوں میں کون زیادہ پرخلوص تھا راجا یا سپہ سالار۔ مگر یاد رکھ اگر تو جواب سے مدقف ہے اور بتانے سے گریز کرتا ہے تو تیرا سر پاش پاش ہو جائے گا۔ راجا نے جواب دیا۔ راجا زیادہ پرخلوص تھا کیوں۔ روح نے اعتراض کیا۔ کیا سپہ سالار پرخلوص نہ تھا۔ اس نے راجا سے اس درجے وفاداری کا ثبوت دیا کہ اس نے اپنی بیوی کو جس کی رفاقت میں اس کا ایک عرصہ گزرا تھا راجا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور پھر یہ کہ وہ خود راجا کی چتا میں جل کر ہلاک ہوا اس کے خلوص اور قربانی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔ راجا تری وکرم سین مسکرایا اور بولا۔ تیرا خیال درست نہیں سپہ سالار جو راجا کا ایک خادم تھا اس نے جو کچھ کیا وہ اس کا فرض تھا کیونکہ خدام کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے مالکوں کو بچانے کے لیے جانوں کی قربانی سے بھی دریغ نہ کریں۔ لیکن ذرا راجا کی طرف تو دیکھ طاقت کے نشے میں چور قانون کا غلام جاہ وجلال اور شان وشوکت کا وہ امین ایسے لوگ اگر اتنا کچھ قبضے میں رکھنے کے باوجود قانون کی بالادستی کو قائم رکھیں اور شہوانی خواہشات کو عوام کی فلاح و بہبود اور ملک کے سکون اور اطمینان پر قربان کر دیں اور نفس کو کچل دیں وہ واقعی عظیم کہلانے کے مستحق ہیں اب تو ہی بتا کون زیادہ پرخلوص تھا راجا یا فوجی سردار یقیناً راجا ہی تھا۔ وکرم سین یہ کہہ کر چپ ہو گیا روح جواب سن کر ایک بار پھر راجا کے کندھے سے غائب ہو گئی اور راجا پر سیشم کے درخت پر سے لاش کو کندھے پر اٹھالایا روح راجا کی ثابت قدمی سے بہت خوش تھی راجا ایک بار پھر اپنی منزل کی جانب لاش کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا

کسی زمانے میں دریائے گنگا کے کنارے ایک شہر آباد تھا۔ جس کا نام کنک پور تھا یہاں یاسودھن کی حکومت تھی رعایا بڑے آرام سے زندگی گزار رہی تھی جرم اور قانون کی خلاف ورزی کا کوئی تصور ہی نہ تھا اپنے ملک کے دفاع کے لیے راجا بذات خود ناقابل تسخیر دیوار کی مانند تھا وہ اگر خود کسی جگہ کمزور پڑتا تو وہ موقع گناہ یا قانون کی خلاف ورزی کا موقع ہوتا تھا ورنہ وہ بڑا نڈر بڑا جدی اور بہت ہی پرہیبت راجا تھا وہ ہمیشہ گناہ کے ارتکاب سے خوفزدہ رہتا اور دیوتاؤں سے پراتھنا کرتا رہتا کہ دیوتا اسے برائی سے بچائیں۔

اسی شہر میں ایک سوداگر رہتا تھا جو بڑا امیر کبیر تھا اس کی ایک نوجوان حسین بیٹی بھی تھی جس کا نام روما دیوی تھا۔ اس لڑکی کے حسن کا چرچا دور دور تک تھا۔ لڑکی شادی کے لائق تھی چنانچہ اس کا باپ راجا کے دربار میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔

مہاراج میری ایک بیٹی ہے جسے حسن کے اعتبار سے اس دنیا کا بہترین ہیرا کہا جا سکتا ہے

اور چونکہ مہاراج دنیا کے تمام ہیروں کے مالک ہیں لہذا میرا فرض ہے کہ قبل اس کے میں یہ ہیرا کسی کو پیش کروں ضروری خیال کرتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔

راجا نے یہ سنکر دربار میں موجود جوتشیوں سے زائچہ بنوایا۔ کہ دیکھیں اس لڑکی سے اس کی شادی ملک کے لیے سودمند ثابت ہوگی یا نہیں۔ جوتشی بڑے جہاندیدہ تھے انہوں نے آپس میں اس بات سے اتفاق کیا کہ اگر راجا نے اتنی حسین لڑکی کو اپنی رانی بنالیا تو وہ پھر اس کے حسن اور عشق میں گرفتار ہوکر ملک اور قوم کو فراموش کر بیٹھے گا اور عجب نہیں کہ اس کے نتائج اس سے بھی زیادہ تباہ کن ثابت ہوں چنانچہ انہوں نے دربار میں حاضر ہوکر راجا کو سلطنت کے حق میں لڑکی کے منحوس ہونے کی اطلاع دی اور راجا ان کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے شادی سے انکار کر دیا لیکن راجا کی ہدایت پر لڑکی کے باپ نے اپنی بیٹی کی شادی راجا کے سپہ سالار بلادھر سے کردی۔ اور رومادیوی اب اپنے شوہر کے ساتھ خوش وخرم رہنے لگی لیکن اسے غم اس بات کا تھا کہ راجا نے اپنے جوتشیوں کے کہنے پر اسے منحوس قرار دے کر اس سے شادی سے انکار کر دیا تھا سرسوتی کے تہوار کے موقع پر راجا اپنے ہاتھی پر سوار ہوکر شہر میں میلے کا انتظام دیکھنے کے لیے نکلا ہاتھی کے آگے آگے نقیب یہ ہدایت کر رہے تھے کہ شہر کی تمام عورتیں پردہ کرلیں کہیں ایسا نہ ہو کہ راجا کے حسن کو دیکھ کر وہ اس پر فریفتہ ہوجائیں اور معاشرتی زندگی میں کسی انقلاب کا خطرہ لاحق ہو۔۔۔

رومادیوی نے جب یہ اعلان سنا تو اس نے اوپر سے جھانک کر ہاتھی پر سوار راجا کو دیکھا ادھر راجا کی نظر بھی اس پر پڑی اس حسین وجمیل عورت کو دیکھ کر خود راجا اپنے حواس گنوا بیٹھا۔ اور بے ہوش ہوگیا۔ اس حالت میں اس کے خدمت گار اسے محل میں لائے جب راجا کے حواس بحال ہوئے تو اس نے عورت کے بارے میں دریافت کیا اس کے غصہ اور غم کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ اسی لڑکی کے باپ نے راجا کو پیشکش کی تھی کہ وہ اس کی لڑکی سے شادی کر لے لیکن جوتشیوں کے کہنے میں آکر اس نے انکار کر دیا تھا چنانچہ اس نے ان تمام بوڑھے جوتشیوں کو ملک بدر کر دیا جنہوں نے لڑکی کو منحوس قرار دیا تھا۔

اب راجا کے لیے ہجر وفراق کی راتیں گزارنا بڑا ہی کٹھن مرحلہ تھا یہ چاند کتنا ڈھیٹ ہے اور بے شرم ہے کہ اس حسینہ کے سامنے چمکتا ہے راجا اب دن رات ان ہی خیالوں میں غرق رہنے لگا اب وہ سوکھ کر کانٹا ہوگیا تھا آخر ایک دن اس کے مشیروں نے اصرار کر کے اس سے اس کے دل کا راز اگلوا ہی لیا

اے راجاؤں کے راجا۔ یہ کون سی مشکل بات ہے آپ اس سے شادی کر سکتے ہیں آخر وہ آپ کی رعیت میں ہے۔ ایک منہ چڑھے درباری نے مشورہ دیا لیکن راجا نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ سپہ سالار بالادھر کو جب پتہ چلا تو وہ راجا کی خدمت میں حاضر ہوا اور فراخدلی کے ساتھ راجا کے حق میں اپنی بیوی سے دست بردار ہوجانے کی پیشکش کی لیکن اس پر راجا کو غصہ آگیا کہنے لگا۔

تم جانتے ہو بالادھر ہم اس ملک کی قسمت

کے مالک ہیں اگر ہم ہی اپنے بنائے ہوئے قانون کی خلاف ورزی شروع کردیں تو رعایا میں کون ہوگا جو ہمارے حکم کی تعمیل دل وجان سے اوسر ہماری عزت روح کی گہرائیوں سے کرے گا تم میرے قریبی عزیز ہو لیکن تمہیں کیوں یہ خیال آیا کہ چند لمحوں کے مسرت کی خاطر میں آنے والے زمانے کے لوگوں کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع دوں گا۔ اور اپنی آئندہ نسلوں کے لیے ایک مستقل عذاب پیچھے چھوڑ جاؤں گا۔ یاد رکھو میری زندگی میں کبھی ایسا موقع آیا تو میں ایسے فعل قبیح کا ارتکاب کرنے سے زیادہ موت کو پسند کروں گا۔

اس طرح اس مہان راجا نے قانون کی عظمت کو برقرار رکھا کیونکہ جو لوگ عظیم ہوتے ہیں انہیں زندگی کی پرواہ نہیں ہوتی دنیاوی خوشیاں حاصل کرنے کے لیے قانون کی بھینٹ دینا کبھی انہیں پسند نہیں ہوتا۔

جب راجا کی حالت زیادہ بگڑ گئی تو پرجا محل کے باہر جمع ہو کر راجا سے مطالبہ کرنے لگی کہ وہ اوما دیوی سے شادی کرلے لیکن ہٹیلا راجا اپنے فیصلہ پر اڑا رہا اور آخر کار ایک دن دنیا سے رخصت ہو گیا بالا دھر نے جب راجا کی موت کی خبر سنی تو وہ اپنے عظیم مالک کی جدائی برداشت نہ کرسکا اور راجا کی جلتی چتا میں کود پڑا اور خود بھی جل مرا۔

کہانی سنا کر روح نے پھر راجا سے سوال کیا ہاں تو اے راجا بتا کہ دونوں میں کون زیادہ پرخلوص تھا راجا یا سپہ سالار۔ مگر یاد رکھ اگر تو جواب سے مدقف ہے اور بتانے سے گریز کرتا ہے تو تیرا سر پاش پاش ہو جائے گا۔

راجا نے جواب دیا۔ راجا زیادہ پرخلوص تھا

کیوں۔ روح نے اعتراض کیا۔ کیا سپہ سالار پرخلوص نہ تھا۔ اس نے راجا سے اس درجے وفاداری کا ثبوت دیا کہ اس نے اپنی بیوی کو جس کی رفاقت میں اس کا ایک عرصہ گزرا تھا راجا کی خدمت میں پیش کردیا۔ اور پھر یہ کہ وہ خود راجا کی چتا میں جل کر ہلاک ہوا اس کے خلوص اور قربانی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے۔

راجا تری وکرم سین مسکرایا اور بولا۔ تیرا خیال درست نہیں سپہ سالار جو راجا کا ایک خادم تھا اس نے جو کچھ کیا وہ اس کا فرض تھا کیونکہ خدام کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے مالکوں کو بچانے کے لیے جانوں کی قربانی سے بھی دریغ نہ کریں۔ لیکن ذرا راجا کی طرف تو دیکھ طاقت کے نشے میں چور قانون کا غلام جاہ وجلال اور شان وشوکت کا وہ امین ایسے لوگ اگر اتنا کچھ قبضے میں رکھنے کے باوجود قانون کی بالادستی کو قائم رکھیں اور شہوانی خواہشات کو عوام کی فلاح وبہبود اور ملک کے سکون اور اطمینان پر قربان کردیں اور نفس کو کچل دیں وہ واقعی عظیم کہلانے کے مستحق ہیں اب تو ہی بتا کون زیادہ پرخلوص تھا راجا یا فوجی سردار

یقیناً راجا ہی تھا۔

وکرم سین یہ کہہ کر چپ ہو گیا روح جواب سن کر ایک بار پھر راجا کے کندھے سے غائب ہوگئی اور راجا پر شیشم کے درخت پر سے لاش کو کندھے پر اٹھا لایا روح راجا کی ثابت قدمی سے بہت خوش تھی راجا ایک بار پھر اپنی منزل کی جانب لاش کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا چنانچہ روح نے راجا کو ایک اور کہانی سنائی۔ وہ اگلے ماہ شائع کی جائے گی۔

سبز آنکھیں

۔۔تحریر۔کائنات شہزادی۔۔منڈی بہاؤالدین۔۔

علی میں آپ کو لیے بغیر کبھی نہیں جاؤں گی میں تم سے پیار کرتی ہوں اور شادی بھی تم سے ہی کروں گی۔
اس انسان کی بچی تو چھوڑا ہو گا تم میرے ہو اور میں کسی اور کا ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔
ندا بہت پریشان تھی علی نے ندا کو حوصلہ دیا اور کہا۔
مجھے کچھ نہیں ہوگا اور نہ ہی یہ چڑیل کی بچی تیرا کچھ بگاڑ سکتی ہے میں تیرے ساتھ ہوں یہ سن کر ندا کو کچھ سکون تو ملا مگر جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی تھی نادیہ نے آگے بڑھ کر ندا پر وار کرد یا مگر آگے علی آ گیا اور نادیہ کی جان تو بچ گئی مگر علی نے نادیہ کے لیے اپنی جان دے دی علی کی ایک چیخ نکلی اور وہ ایک دھواں بن کر اڑ گیا اس کے اڑنے کی دیر تھی کہ نادیہ نے اپنی جان بھی ختم کر دی اور ایک دھویں میں شامل ہو کر وہ بھی غائب ہو گئی یہ سب دیکھ کر نادیہ بے ہوش ہو گئی تھی جب ہوش آیا تو ہسپتال میں تھی اور اس کی امی اور دادا رو رہے تھے۔ایک خوفناک کہانی۔

ندا ایک انتہائی خوبصورت لڑکی تھی لیکن اس میں ایک خاص بات تھی کہ اس کی آنکھیں بہت ہی خوبصورت تھیں ور اس کی آنکھوں کا رنگ سبز تھا ندا اپنے دادا اور امی کے ساتھ رہتی تھی اور ابو کا انتقال ہو گیا تھا اس کے دادا ابو قبرستان کے گورکن تھے وہ روز اپنے دادا کے ساتھ قبرستان میں جاتی تھی آج جب وہ قبرستان سے واپس آ رہی تھی تو اس نے محسوس کا کی جیسے کوئی سایہ اس کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے لیکن اس نے اپنا وہم سمجھا اور گھر واپس آئی اور اپنے کمرے میں چلی گئی اور سو گئی اور مغرب ٹائم اس کی امی نے جب اس کو اٹھایا۔

بیٹا اٹھو مغرب کا وقت ہو گیا ہے اس وقت نہیں سوتے وہ اٹھ گئی اور تو ہاتھ منہ دھو کر باہر آ گئی اور امی کے ساتھ رات کے کھانے کی تیاری کرنے لگی کھانا کھا کر اس کی امی اپنے کمرے میں چلی گئی اور وہ باہر صحن میں آ گئی وہ آسمان کی طرف دیکھنے لگی اس نے پھر محسوس کیا کوئی سایہ اس کے قریب کھڑا اس نے ادھر ادھر دیکھا لیکن پھر بھی اس کو کچھ بھی نظر نہیں آیا لیکن سنسناہٹ محسوس ہوئی وہ خوفزدہ ہو گئی اور اپنے کمرے میں چلی گئی اور بیڈ پر بیٹھ گئی اور اس نے پھر محسوس کیا وہ سایہ اس کے اندر کمرے میں بھی آ گیا ہے اس کے کمرے میں لہرا رہا ہے اس نے ہمت کر کے پوچھا۔

تم کون ہو اور دکھائی کیوں نہیں دیتے اس کے پاس دھواں سا بن گیا اور اس دھویں نے ایک انسانی شکل اختیار کر لی وہ ایک بہت ہی خوبصورت نوجوان بن گیا ندا نے جب اس لڑکے کو دیکھا تو خوفزادہ ہو گئی اس لڑکے نے کہا۔

دیکھو مجھ سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔

ندا نے کہا تم کون ہو اور یہاں میرے پاس کیا کر رہے ہو۔

میرا نام علی ہے اور اس لڑکے نے کہا اور میں جن ہوں ایک دن تم اپنے دادا کے ساتھ قبرستان گئی تھی تو میں وہاں سے گزر رہا تھا میں نے جب تمہیں دیکھا تو تمہارے پاس آیا اور جب تمہیں نزدیک سے دیکھا تو خوبصورت لگی اور تمہاری آنکھیں بہت ہی نشلی ہیں اور میں تم پر اس وقت ہی فدا ہو گیا مجھے تمہاری آنکھوں کا رنگ بہت پسند ہے کیونکہ سبز رنگ میرا پسندیدہ رنگ ہے اور تب سے سائے کی طرح تمہارے سامنے نہ آتا جب تک تم خود نہ مجھے بلاتی ندا نے بھی جب علی کو دیکھا تو پیار کرنے لگی علی روز رات کو آتا اور دونوں پیار بھری باتیں کرتے تھے۔

ایک دن اسکی امی پانی پینے کی غرض سے اٹھی انہیں بہت پیاس لگی ہوئی تھی کمرے میں پانی کا جگ رکھنا بھول گئی تھی وہ کچن میں پانی پینے کی غرض سے گئی تو انہوں نے محسوس کیا جیسے کوئی باتیں کر رہا ہے انہوں نے دیکھا ندا کے کمرے کی لائٹ جل رہی تھی اور ادھر سے ہی آواز آ رہی تھی انہوں نے سوچا رات کے اس پہر کس سے بات کر رہی ہے انہوں نے کھڑکی کے اندر دیکھا تو وہ بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی اور وہ کمرے میں آ گئی اور ندا سے پوچھا کہ کس سے باتیں کر رہی ہو جبکہ کمرے میں کوئی بھی نہیں تھا ندا نے کہا۔

امی ایسی کوئی بات نہیں ہے میں تو ویسے ہی بیٹھی ہوئی تھی اس نے اپنی امی کو ٹال دیا دوسرے دن پھر ایسا ہی ہوا اور امی کے پوچھنے پر اس نے ٹال دیا تیسرے دن اس کی امی نے اس کے دادا سے بات کی وہ ان کو سب بتایا کہا۔

ندا کے کمرے میں کوئی ہوتا ہے وہ کسی سے باتیں کرتی ہے جبکہ کمرے میں کوئی ہوتا بھی نہیں میں تو بہت پریشان ہوں دادا نے کہا۔

میں کہتا تھا نا کہ اسے میرے ساتھ قبرستان میں مت جانے دیا کرو لیکن وہ نہ مانتی ہے مجھے تو لگتا ہے کہ کسی چڑیل یا جن کا سایہ وغیرہ ہو گیا ہے اس پر اس کی امی نے کہا۔

میں ایک عامل کو جانتی ہوں ان سے کل بات کر کے کوئی تعویز وغیرہ لاتی ہوں وہ چلی گئی عامل کے پاس اور اس کے دادا کچھ سوچنے لگے ایک رات علی نے ندا سے کہا۔

میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے مجھے ملک کے بادشاہ سے اجازت لینی ہوگی کیونکہ اگر کسی جن نے انسان سے شادی کرنی ہوتی تو وہ بادشاہ سے اجازت ضرور لیتا ہے۔

اس نے کہا اگر بادشاہ نہ مانا تو۔۔

تو پھر کیا ہوگا میں تو تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا علی نے ندا کو دلاسہ دیا اور ملک سے باہر چلا گیا۔

اب ندا سارا سارا دن پریشان رہتی اس کا کسی کام میں دل نہیں لگتا تھا وہ سوچتی اگر بادشاہ نہ مانا تو پھر کیا ہوگا اس کی چاہت دیکھ کر اس کی امی اور دادا بھی پریشان ہو گئے اس کی امی روز کوئی نہ کوئی تعویز لاتی اور اس کو کہتی گلے میں ڈال لے لیکن وہ امی کے سامنے ہتھیار ڈال دیتی مگر بعد میں اتار دیتی پانچ دن بعد علی واپس آیا تو وہ بہت پریشان تھا اور حالت دیکھ کر بھی کافی خراب لگتی تھی جیسے صدیوں سے بیمار ہو ندا جب علی کو ایسی حالت میں دیکھا تو تڑپ سی گئی اور پوچھا۔

کیا ہوا۔

علی نے بتایا جب میں گیا تو اپنی امی سے تمہارے بارے میں بات کی کیونکہ میری صرف امی ہی ہیں اور کوئی نہیں ہے پہلے تو نہ مانی اور جب

کہا اگر مجھے وہ نہ ملی تو میں مر جاؤں گا پھر وہ بادشاہ کے پاس گئیں جب بادشاہ کو سب کچھ بتایا تو پاس ہی اس کی بیٹھی بیٹھی تھی جو علی سے بہت پیار کرتی ہے اس سے شادی کرنا چاہتی تھی اس نے جب یہ سنا تو وہ غصے سے کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی ایسا کبھی نہیں ہو سکتا علی میرا ہے صرف میرا ہے اور میں ہی اس سے شادی کروں گی اگر ایسا نہ ہوا تو بابا جان آپ میرا مرا ہوا منہ دیکھیں گے بادشاہ نے بھی انکار کر دیا کیونکہ اسے اپنی بیٹی کی خوشیاں بہت عزیز تھیں اس نے کہا۔

اگر علی نے میری بیٹی سے شادی نہ کی تو ہم اس لڑکی کو ہی ختم کر دیں گے جس سے وہ پیار کرتا ہے اس کی امی نے بادشاہ کی ساری باتیں سن تو پریشان ہوگئی اور وہ سب کچھ چھوڑ کر ندا کے پاس آ گیا یہ ساری باتیں سن کر وہ پریشان ہوگئی اور اس کا دل کہنے لگا۔

ضرور کچھ برا ہونے والا ہے تھوڑی دیر بعد وہ باتیں کر رہے تھے کہ ان کے پاس دھواں پھیل گیا اور پھر اس دھویں نے ایک لڑکی کی شکل اختیار کر لی اور روپ بادشاہ کی بیٹی نادیہ تھی اور بہت ہی غصے میں تھی اس نے ندا سے کہا۔

علی کو چھوڑ دو ورنہ میں تمہیں ختم کر دوں گی مگر ندا نے انکار کر دیا اور پھر دونوں نے ایک دوسرے کو ختم کرنے کی ٹھان لی اور جب ندا نے انکار کیا تو وہ پھر علی نے کہا۔

نادیہ تم ندا کو کچھ نہیں کہو گی وہ میرا پیار ہے اور میں اس کو بے عزتی کسی بھی حال میں برداشت نہیں کر سکتا پھر علی کو بھی بہت غصہ آیا نادیہ پر اس نے نادیہ کو چلے جانے کا کہا مگر وہ کسی بھی صورت میں علی کے بغیر نہیں جا سکتی تھی اس نے انکار کر دیا کہا۔

علی میں آپ کو لیے بغیر کبھی نہیں جاؤں گی میں تم سے پیار کرتی ہوں اور شادی بھی تم سے ہی کروں گی۔

اس انسان کی بچی کو چھوڑا ہو گا تم میرے ہو اور میں کسی اور کا ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔

ندا بہت پریشان تھی علی نے ندا کو حوصلہ دیا اور کہا۔

مجھے کچھ نہیں ہو گا اور نہ ہی یہ چڑیل کی بچی تیرا کچھ بگاڑ سکتی ہے میں تیرے ساتھ ہوں یہ سن کر ندا کو کچھ سکون تو ملا مگر جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی تھی نادیہ نے آگے بڑھ کر ندا پر وار کر دیا مگر آگے علی آ گیا اور نادیہ کی جان تو بچ گئی مگر علی نے نادیہ کے لیے اپنی جان دے دی علی کی ایک چیخ نکلی اور وہ ایک دھواں بن کر اڑ گیا اس کے اڑنے کی دیر تھی کہ نادیہ نے اپنی جان بھی ختم کر دی اور ایک دھویں میں شامل ہو کر وہ بھی غائب ہوگئی یہ سب دیکھ کر ندا یہ بے ہوش ہوگئی تھی جب ہوش آیا تو ہسپتال میں تھی اور اس کی امی اور دادا رو رہے تھے پھر ندا نے اپنی امی سے پوچھا۔

امی علی کہاں ہے۔

اس کی امی نے بتایا کہ وہ تو اس دنیا میں نہیں رہا اس لڑکی نے اسے مار دیا ہے اور وہ خود بھی مر چکی ہے اور اب تمہیں اس کے بنا ہی جینا ہو گا پھر ندا نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور اپنی ماں کے ساتھ لگ کر بہت روئی اسی طرح ہی اس کی امی نے سکون کا سانس لیا اور اپنی بیٹی کو لے کر گھر آ گئی

قارئین کیسی لگی میری کہانی اپنے آراء سے ضرور آگاہ کیجئے گا۔

طلسمی جادوگر

--تحریر۔ ازمیر اعوان۔ گل ڈھولک--

رانی ازمیر کے پیار میں پاگل ہوئی تھی وہ ایک بزرگ کے پاس بیٹھی ہوئی انہوں نے اپنی داستان سن رہی تھی بزرگ نے کہا بیٹی تم فکر نہ کرو ازمیر بہت جلد تمہیں مل جائے گا وہ ایک ٹائم دنیا کے خوفناک ترین شمشان گھاٹ کے جنگل میں چلہ کر رہا ہے اس کے ساتھ ایک اور نوجوان بھی ہے ازمیر کے پاس اتنی طاقت ہے کہ وہ آسانی سے سب کو ختم کر سکتا ہے جادوگر کو مارنا اس کے لیے مشکل نہیں ہے مگر کالی جن کے مقابلے کے لیے اس کی طاقت کم ہے وہ اپنی طاقت میں اضافہ کر رہا ہے بہت جلد وہ میدان جنگ میں آ جائے گا۔ بیٹا تم پریشان نہ ہونا تمہارا خدا تمہارے ساتھ ہے بندہ مایوس ہوتا ہے گناہ ہے رانی کو بابا کی باتیں سن کر کچھ سکون ملا پھر اس نے بابا سے اجازت لی اور اپنی جھونپڑی میں کی طرف اپنے ہی جھونپڑی میں جا کر اس نے کوئی طلسم پڑھا اور ایک جن حاضر ہوا اس نے جن کو حکم دیا تم پتہ کرو کہ اس نام سخاوت اور سندس پری کدھر ہیں۔ جن غائب ہو گیا جبکہ رانی نیندی وادیوں میں کھونے لگی [illegible] وہ نیندی وادیوں میں پہنچ گئی [illegible] یادوں میں۔ فاریہ چڑیل کو جب اس بات کا پتہ چلا کہ جادوگر نے میرے ساتھ شادی کی بات کا ذکر کیا ہے [illegible] نہیں تو وہ پچھتائے [illegible] جادوگر نہیں تھا فاریہ جیسی [illegible] چڑیلوں سے مار کھانے والا بہت بڑا جادوگر تھا اس نے اپنا نام بھی بدل لیا تھا اس نے اپنا نام وشال جادوگر سے طلسمی جادوگر رکھ دیا تھا فاریہ چڑیل غصے میں جب جادوگر کے ٹھکانے کی طرف بڑھی تو اچانک طلسمی جادوگر حاضر ہوا اس نے کہا کیا بات ہے فاریہ چڑیل تمہارا غصہ تو کسی عروج پہ لگ رہا ہے لیکن فاریہ چڑیل نے بھی جواب نہ دیا اس نے جادوگر کی طرف ایک تیر چھوڑا مگر جادوگر ایک سیکنڈ سے پہلے ہی غائب ہو گیا --ایک نئی کہانی۔

سندس پری نے طلسمی کبوتر کے ذریعے وشال جادوگر کو بھی اختتام پر پہنچا دیا جس اس بات کا علم وشال جادوگر کو ہوا تو اس نے اپنی ایک خونی طاقتور چڑیل کو سندس پری کی طرف بھیج دیا کہ اسے ختم کر کے آ جاؤ اور جو لڑکا سندس پری کے ساتھ ہے اسے پکڑ کر میرے پاس لے آؤ چڑیل جس کا نام فاریہ چڑیل تھا وہ بہت طاقتور تھی آج تک اس سے جان سے کوئی نہیں بچ سکا تھا وہ بہت ہی پراسرار طاقتوں کی مالک تھی اس کے پاس اتنی طاقت تھی کہ اگر وہ چاہتی تو وشال جادوگر کو بھی موت کے گھاٹ اتار سکتی تھی مگر جادوگر نے اس کو شادی کا لالچ دیا ہوا تھا جس کی بنا پر وہ جادوگر کے سب کام کر رہی تھی تو بڑا مکار تھا اس کا ارادہ کہ وہ اپنا چلہ مکمل کر کے اس چڑیل کی طاقتیں چھین لے سخاوت کے دل میں بھی سندس پری کے دل لیے پیار تھا مگر وہ اس کو دھوکہ نہیں دینا چاہتا تھا

اسی وجہ سے سخاوت خاموش تھا اچانک ایک زوردار دھما کہ ہوا زمین پھٹ گئی وہاں سے ایک خوفناک بڑے بالوں والی چڑیل نکلی سندس پوری اور سخاوت اس چڑیل کو دیکھ کر کانپ گئے تھے۔

اویس بے بس ہو کر تھک ہات کر ایک جگہ پر بیٹھ گیا تھا کیونکہ اس کو اس دنیا سے باہر جانے کا راستہ نہیں مل رہا تھا کافی کوشش کے باوجود بھی اویس بے کس تھا وہ خدا سے دعا کرنے لگا کہ مجھے اس مصیبت سے بچالے دعا کرتے کرتے اس کی آنکھوں سے آنسو نکل گئے اس کے آنسو ابھی زمین پر گرے نہیں تھے کہ خدا کی رحمت نے جوش مارا زمین ہلنے لگی طلسماتی پہاٹ آوازیں نکالنے لگے ہر طرف سے استغفار کی آوازیں آرہی تھی اسی عالم میں ایک بزرگ حاضر ہوئے جن کے ہاتھ میں ایک تسبیح تھی انہوں نے کہا۔

اے بیٹا خدا نے تمہاری دعا سن لی ہے یہ سب تمہارے گناہوں کی سزا تمہیں ملی تھی تم نے بہت برے کام کیے تھے اپنی زندگی میں مگر جب تم نے سچے دل سے اللہ کو پکارا تو اللہ کو تم پر رحم آگیا اور اللہ نے تمہارے گناہ معاف کر دیئے تمہیں اپنا بندہ بنالیا اور تمہاری سوچ بھی ٹھیک تھی کہ جس وجہ سے خدا نے تمہیں اس کام کے لیے چنا آؤ بیٹا میرے ساتھ میں تمہیں اپنے گھر لے جا رہا ہوں وہاں پر تمہیں تمہارے مقصد کا حل بتاؤں گا آؤ میرے ساتھ چلو بیٹا ٹائم ضائع مت کرو بابا نے اویس کا ہاتھ پکڑ کر اور انجان منزل کی طرف جانے لگے۔

جب سہیل کو ہوش آیا تو وہ ایک نرم بستر پر براجمان تھا وہ جس کمرے میں تھا وہ کمرہ بڑا خوبصورت چیزوں سے بھرا ہوا تھا ہر طرف خوشبو ہی خوشبو آرہی تھی چند منٹ وہ سب کچھ دیکھتا رہا پھر اسے پچھلے مقامات یاد آ گئے وہ سوچنے لگا تھا کہ کیا اور پہنچ کہاں آیا ہوں کئی یہ کسی چڑیل کا چکر تو نہیں ہے وہ یہی سوچ رہا تھا کہ وہ ہی دوشیزہ حاضر ہوئی اور بڑے خوبصورت انداز میں قہقہے لگانے لگی۔

کیوں پریشان ہو مسٹر ایک بات ہے سہیل ایک دم اپنی حالت ٹھیک کرنے لگا اور کہا۔

کیا ایک بات بتائیں جی مجھے یہاں کون لایا ہے تو اس لڑکی نے کہا۔

مجھے پہچانا نہیں تم نے میں تمہاری محسن ہوں میں نے تمہاری جان بچائی ہے۔

سہیل نے کہا میں آپ کا یہ احسان ساری زندگی نہیں بھولوں گا تم نے مجھے چڑیلوں سے رہائی دلائی۔

اس عورت نے کہا اس میں احسان والی بات نہیں یہ میرا فرض بنتا تھا لیکن تمہیں میری ایک بات ماننی ہوگی اگر تم مانو گے تو ساری زندگی عیش کرو گے اگر انکار کرو گے تو یہاں سے تمہیں جانا پڑے گا۔

ایک دم سہیل بولا کیا شرط ہے اس نے پہلے سہیل سے وعدہ لیا یہ تم میری شرط مانو گے ناں۔

سہیل نے کہا میں آپ کی ہر شرط ماننے کے لیے تیار ہوں بتائیں بھی نہ وہ عورت کہنے لگی۔

تمہیں پتہ ہے کہ تم اس وقت کہاں ہو تم جس بستی میں ہو اس بستی کا نام سادات بستی ہے یہاں پر کسی غیر مرد کو کوئی اپنے گھر نہیں رکھتا اگر کوئی یہ غلطی کرے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے

دراصل مجھے تم پسند ہو میں نے جب تم کو چڑیلوں
کے چنگل میں دیکھا تو اسی ٹائم مجھے تم سے پیار ہو
گیا ہے تھا اس وجہ سے میں نے تمہاری جان
بچائی تھی۔
سہیل نے کہا تم ایک پوائنٹ والی بات بتا
دوں تو اس نے کہا۔
کیا بات ہے تو سہیل نے کہا سچ بتانا تم بھی
کوئی چڑیل تو نہیں ہو۔
اس نے کہا میں تمہاری قسم کھا کر کہتی ہوں
میں چڑیل نہیں ہوں تم یہ ہی سوچ رہے ہوں گے
کہ میرے پاس روحانی طاقتیں کہاں سے آئی تو
سنو یہ دراصل میں نے چلے کر کے حاصل کی ہیں
میرے دادا بہت بڑے بزرگ تھے انہوں نے
مجھے چلے کروا کر یہ طاقتیں دلوائی ہیں میں بھی
تمہاری طرح انسان ہوں۔
مگر یہ کیا سہیل نے کہا میرے ماں باپ مر
چکے ہیں اور زور زور سے رونے لگی تو سہیل نے
اسے حوصلہ دیا پھر وہ کہنے لگی۔
میرے بہن بھائی بھی نہیں ہیں میں نے
اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہوں اور ہاں اگر تم
نے میرے ساتھ شادی نہ کی تو میں خودکشی کر لوں
گی سہیل مان گیا اس کو بھی اک عورت سے پیار ہو
گیا تھا اسی طرح ہی کچھ باتیں ہوئی پھر سہیل کو
نیند آ گئی اور وہ سو گیا سہیل سو گیا جبکہ وہ عورت
ایک ناگن تھی جو سو سال بعد انسانی روپ میں آئی
تھی دراصل اسے سہیل کے ساتھ پیار ہو گیا تھا
اسی وجہ سے وہ سہیل کو بہت چاہنے لگی تھی اور اسے
اپنی دنیا میں لے آئی تھی اس سے بہت جلد شادی
کرنا چاہتی تھی جبکہ سہیل بھی مان گیا تھا اسی وہ
بہت خوش تھی دوسرے دن سہیل عجیب سی قسم کی
کشمش میں سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی سے شادی
کروں گا مجھے ابھی نہیں مرنا وہ خود سے ہی بڑبڑایا
وہ ڈرپوک تھا وہ مرنا نہیں چاہتا تھا اس وجہ سے
اس نے اس عورت کی بات مان لی تھی اس عورت
نے نکاح پڑھوانے کے لیے یک بوڑھے بزرگ
کو ساتھ لے آئی دو تین لڑکیاں بھی تھیں اس
عورت نے سہیل کو کہا۔
آؤ بیٹھو۔
سہیل نے بزرگ کو سلام کیا اور لڑکیوں
کو بھی سب نے سلام کا جواب دیا پھر اس عورت
کی آواز آئی۔
بزرگ صاحب نکاح شروع کریں۔
اس نے سہیل سے پوچھا تمہیں اکبر کی بیٹی
ثوبیہ تمہیں قبول ہے۔
سہیل نے کہا جی ہاں جی قبول ہے
اسی طرح ہی سب پوچھ پچھ کے بعد نکاح ہو
چکا تھا وہ اور سب نے مبارکباد دی اب وہ عورت
بہت خوش دکھائی دے رہی تھی سہیل نے کہا۔
خیر مبارک جی۔
پھر ثوبیہ کے ساتھ جو لڑکیاں آئی تھیں انہوں
نے عجیب قسم کی مٹھائی سہیل کے منہ میں ڈالی اور
کہا بھائی کھائیے سہیل نے جب مٹھائی کھائی تو
اس کا ذائقہ عجیب تھا خیر وہ بولا۔
نہیں بڑی مشکل سے اس نے مٹھائی کھائی
پھر وہ لڑکی بولی۔
بھائی اور مٹھائی کھاؤ گے۔
سہیل نے کہا نہیں جی نہیں مہربانی۔
لڑکی نے کہا کیا مٹھائی پسند نہیں آئی۔
سہیل بات چھپاتے ہوئے بولا نہیں جی
ایسی کوئی بات نہیں ہے وہ دراصل میں اب موڈ

نہیں ہے نا اس وجہ سے دل نہیں کر رہا اسی طرح ہی مہمان کچھ دیر آتے جاتے رہے اور مبارک دیتے رہے پھر تو بیہ نے کہا۔

میرے راج کمار اب تم صرف میرے ہو اور ہمیشہ میرے ہی رہو گے کل ہم سیر کر جائیں گے تم تیار رہنا پھر کچھ باتیں ہوئی اور وہ اپنے کام میں مگن ہو گئے۔

دوسری طرف سندس پری اور سخاوت چڑیل کو دیکھ کر تھر تھر کانپ رہے تھے جبکہ وہ چڑیل قہقہہ لگانے لگی آن تم دونوں مجھ سے نہیں بچ سکو گے تم میرے جال میں آ چکے ہو کہاں بھاگ جاؤ گے تم میرے حصار سے۔ ہاہاہاہا۔

سندس پری نے کچھ پڑھ کر چڑیل کی طرف پھونکا تو چڑیل کی طرف خونی پتھر بڑھنے لگا آخر جا کر پتھر چڑیل کے ماتھے پر لگا تو چڑیل غصے میں آ گئی اور ان دونوں کے اوپر اس نے کچھ پڑھ کر پھونکا تو ان کے جسم ہوا میں اڑنے لگے آخر سب کچھ غائب ہو گیا پری رہی نہ سخاوت نہ ہی چڑیل

دوسری طرف ایک گاؤں میں دو لڑکے رہتے تھے ان کا بہت گہرا قسم کا ایک دوسرے سے تعلق تھا انہوں نے پروگرام کا ارادہ کیا کیوں وادی دور یہ ایک بہت بڑی وادی ہے وہاں کا ارادہ بنا وہ دونوں سیر کے لیے چل پڑے لیکن ان کو کیا پتہ تھا ہم جس جنگل کی وادی میں جا رہے ہیں وہ ندی تمہیں موت تک پہنچا سکتی ہے خیر وہ اپنی ہی باتوں میں مگن موٹر سائیکل پے جا رہے تھے دوسری جانب جادوگر کو دن ہو گئے تھے انسانی خون نہیں ملا تھا اس وجہ سے اس کے اندر جنون پر ایک چلہ کرنے لگا اسے پتا چل جاتا تو اس کے پاس بہت سی کالی طاقتیں آ جاتی وہ مجبوری کے عالم میں خون کی طلب کر رہا تھا کیونکہ اس نام وہ چلے میں بیٹھا ہوا تھا وہ اپنے کسی غلام جن یا چڑیل کو بھی نہیں بلا سکتا تھا اگر وہ ایسا کرتا تو طلسمی حصار اسے جلا دیتا وہ ایسی پریشانی کے عالم میں جلد از جلد چلہ ختم کرنا چاہتا تھا آخر اس کا چلہ ختم ہو ہی گیا اس نے کچھ پڑھ کر پھونکا تو ایک جن حاضر ہوا جس کا نام جنا بر جن تھا اس کو جادوگر نے کہا۔

یار جا کر میرے لیے شکار لے کر آؤ مجھے ایک چلہ کرنا ہے انسانی خون سے جاؤ لے آؤ۔

جن غائب ہو گیا دو لڑکے وہی دوست جنگل میں پہنچ چکے تھے جب نہر کے پاس پہنچے تو ایک دم آندھی سی چلنے لگی اور اندھیرا چھانے لگا دونوں دوست پریشان ہو گئے وہ سوچ رہے تھے کہ یہ کیا ہوا کام کس کا ہو سکتا ہے کیونکہ پہلے بھی ایک بار ان کے گاؤں ایک جادوگر آیا تھا تو اسی طرح آندھی چلی تھی وہ کلمہ طیبہ کا ورد کرنے لگے اچانک ہوا تھمی اور اندھیرا ختم ہوا تو اس ہوا کے عالم میں ایک خوفناک قسم کا جن حاضر ہوا اور اس نے آتے ہی خوفناک آواز میں کہا۔

آنکھیں بند کر لو ورنہ میں تمہیں جھلسا دوں گا تو ایک لڑکے نے ہمت پیدا کر کے کہا۔

نہیں کریں گے جو کرنا ہے کر لو اس نے ان کی طرف پھونک ماری ان کے ذہن جن کے کنٹرول میں آ گئے پھر جن نے ان کو مدہوش کر کے جادوگر کے پاس لے گیا جادوگر نے ان دونوں لڑکوں کی شیطان بت کے اوپر ان کی بلی دی اور اپنے چلے میں مصروف ہو گیا جب چلے کے درمیان پہنچا تو وہاں ناگن حاضر ہوئی اس نے

آتے ہی کہا۔

جادوگر کے بچے یہ سب کچھ ختم کر دو ورنہ میں تمہیں طلسم میں ڈال دوں گی۔

جادوگر بالکل بھی نہیں ڈرا اس نے کوشش کر کے اپنے چلے کو پورا کر لیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا مطلب کہ خون کے پینے لگا خون پینے کے بعد جن حاضر ہوا جس کا سر پہ دو سینگ جو درخت کی مانند آسمان کو چھو رہے تھے اس نے آتے ہی کہا۔

آقا آج سے بعد ہم آپ کے غلام ہیں کیا حکم ہے میرے آقا۔

جادوگر نے کہا جاؤ کاشی جن وقت آنے پر تمہیں بلاؤں گا۔

آخر چلتے چلتے بابا کا ٹھکانا آ ہی گیا پھر بابا نے ایک جگہ رک کر کہا یہی میرا ٹھکانا ہے اس نورانی جھونپڑی میں میں رہتا ہوں بیٹا آ اندر آ و آواز آئی اندر چلا گیا جھونپڑی میں صرف دو برتن اور ایک جائے نماز اور ایک چارپائی کے بغیر کچھ نہیں تھا اویس نے بابا سے کہا۔

بابا آپ اکیلے ہی رہتے ہیں کیا تو۔

بابا جی نے کہا ہاں بیٹا یہ سب باتیں مجھ سے نہ ہی پوچھو تو بہتر ہے پہلے میں تمہیں تمہارا مقصد بتاتا ہوں کہ تم کس طرح کامیاب ہو گے اپنے مشن میں چلو پہلے میں تم کو اپنی ہسٹری سناتا ہوں جس کی وجہ سے میں آج اس مقام پر پہنچا ہوں بیٹا جب میں چھوٹا سا تھا بہت خوبصورت تھا حسین تھا ہر لڑکی مجھے لفٹ دیتی تھی مگر میں شریف قسم کا بندہ تھا میں کسی کو بھی نہیں دیکھتا تھا کیونکہ مجھے ان کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی بیٹا ایک دن میرے والد نے کہا کہ بیٹا میری خواہش ہے کہ نورانی علم سیکھو کیونکہ جوان ہو رہے ہو اور میرے والد صاحب بھی ایک بزرگ تھے بیٹا تم بھی چلے کر کے اللہ کی عبادت کر کے نیک بن جاؤ اللہ کے بندے بن جاؤ بیٹا میرے جاننے والے ایک بزرگ ہیں تم ان کی شاگردی اختیار کر لو بیٹا ان سے علم بھی سیکھ کر میں بھی ایک بزرگ بن گیا جب بزرگ نے مجھے اجازت دی تو میں گھر پہنچا تو پتا چلا کہ تمہارے والدین فوت ہو چکے ہیں میں روتا رہا روتا روتا اپنے والدین کی قبر پر کے پاس پہنچ گیا اور وہاں پر جھگڑا اس نکالی پھر میں اپنے بزرگ کے پاس رہنے لگا پھر آخر ایک دن وہ فوت ہو گئے۔

بیٹا میں یہاں ہی رہنے لگا یہ تھی میری کہانی اور یہ تھی وہی جھونپڑی جس میں میرے بزرگ رہتے تھے بابا نے کہا۔

بیٹا تم کیا چاہتے ہو۔

اویس نے کہا بابا جی مجھے نورانی طاقتیں حاصل کرنی ہیں آپ مجھے چلہ بتا دیں تاکہ میں جادوگر کا مقابلہ کر سکوں اور پھر سب کچھ بابا جی کو بتا یا جو اس کے ساتھ ہوا تھا۔

بابا جی نے کہا بیٹا تم پریشان نہ ہوں میں رات کو چلہ کر کے تم کو اس جادوگر کی موت کا راز بتاؤں گا تم ابھی آرام کر لو۔

رات کا جانے کون سا پہر تھا ایک بلند چیخ کی آواز آئی اویس کی آنکھ کھل گئی چیخوں کی آواز یں دوسرے دروازے سے آ رہی تھی جب اویس نے وہاں جا کر دیکھا تو بابا جی کو آگ لگی ہوئی تھی بابا جی نے کہا۔

بیٹا یہ بہت طاقتور ہے جادوگر ہے جب اس کو پتا چلا کہ میں اس کی موت کا راز جان رہا ہوں

تو اس نے اپنی غلام چڑیل کو بھیج کر مجھے آگ لگا دی اب میں مر جاؤں گا بیٹا بس اتنا یاد رکھنا کہ اس جادوگر کو ایک لڑکی اور ایک لڑکا جہنم رسید کریں گے جن کے پاس بہت طاقت ہے بیٹا اب میرا ٹائم ختم ہو گیا ہے اور بابا جی کا جسم ہوا میں تحریر ہونے لگا آخر بابا جی دھوئیں کی شکل میں غائب ہو گئے اویس وہاں پر ہی بیٹھ کر رونے لگا کیونکہ بابا جی اس کی وجہ سے اپنی جان کھو بیٹھے تھے پہلے بھی ایک بزرگ نے جادوگر کی موت کا راز جاننا چاہا تھا وہ بھی فوت ہو گئے تھے ان کو طلسمی زنجیر نے جلا ڈالا تھا اویس سوچ رہا تھا کہ یہ جادوگر کوئی عام جادوگر نہیں ہے اچانک آندھی چلی اور اس آندھی میں کالا جن حاضر ہوا اس نے اویس کو اٹھایا اور غائب ہو گیا۔

سندس پری اور سخاوت کو جب ہوش آیا تو وہ پانی کے اندر تھے حیران کن بات یہ تھی کہ ان کو پانی سے کچھ نقصان نہیں ہو رہا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ پانی کے کو بچھا کر خشکی پر بیٹھے ہیں مگر ان کے جسم بے سود تھے صرف دیکھ رہے تھے حرکت نہیں کر سکتے تھے سخاوت نے ارد گرد دیکھا تو اس کو قریب سندس پری دکھائی دی وہ بالکل پریشان حالت میں تھی سخاوت بولنا چاہتا تھا مگر اس کی زبان اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی پھر سخاوت نے حرکت کی مگر بے سود حرکت بھی نہیں کر سکا سندس پری نے اپنا ایک منتر پڑھنا چاہا مگر بے سود رہی کیونکہ اس کے لب بالکل کمزور تھے اور اس کا ساتھ دینے سے قاصر تھے اچانک پانی ابلنے لگا اور پانی میں ہلچل مچلنے لگی اس دوران ایک لڑکی حاضر ہوئی اتنی خوبصورت لڑکی انہوں نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی اس نے آتے ہی ان کو سلام کیا اور ساتھ ہی کہا۔

ڈرو نہیں میں تمہاری ہمدرد ہوں جلدی کرو آنکھیں بند کرو شیطان کی نگری میں ہو یہ جادوئی پانی ہے اگر تم اسی طرح اس میں رہے تو پگھل جاؤ گے جلدی کرو۔

انہوں نے آنکھیں بند کیں پھر ان کو دوبارہ اس لڑکی کی آواز آئی اب آنکھیں کھولو جب انہوں نے آنکھیں کھولی تو ایک ویرانے میں کھڑے تھے انہوں نے اس لڑکا کا شکریہ ادا کیا اور اس سے پوچھنے لگے۔

تم کون ہو۔

اس نے مسکرا کر کہا میں نہیں بتا سکتی فی الحال اور ہاں میرا نام رابی ہے اور میں مجبور بندوں کی مدد کرتی ہوں تم کو دیکھا تو میرے اندر تم کو بچانے کا جنون پیدا ہو گیا اور اب آپ کا کام ہے اس اپنے مقصد میں کامیاب ہونا ویسے یہ بتا سکتے ہو کہ تمہارے ساتھ یہ کیوں ہوا اور کیسے ہوا تو سندس پری نے شروع سے لے کر آخر تک ساری روداد سنادی پراسرار لڑکی رابی کو بتادی رابی نے بات سن کر اثبات میں سر ہلا دیا اور کہا۔

وہ جادوگر عام جادوگر نہیں ہے آج تک جس نے بھی اس کی موت کا راز جاننا چاہا تو وہ موت کے منہ چلا گیا اس لیے مجھے صرف اتنا پتا ہے کہ اس کی موت ازمیر نامی ایک لڑکے کے ہاتھوں میں لکھی ہوئی ہے لیکن وہ لڑکا کوئی عام لڑکا نہیں ہے میں نے اسے اپنے علم سے بہت زیادہ کھوج لگانے کی کوشش کی مگر اس کا پتا نہیں لگا سکی کیونکہ ازمیر کوئی عام بندہ نہیں ہے اس کے پاس بہت سی نورانی طاقتیں ہیں جو اس نے ایک نورانی حصار

میں بند کر رکھی ہیں اور خود اس کو نورانی حصار کے اندر رہتا ہے اے بزرگ محترم مطلب میرے ایک بزرگ نے کہا۔

بیٹا تم اس دنیا میں بہت لگی ہو میں نے حیرت سے بابا کو دیکھا پھر بابا جی نے کہنا شروع کر دیا بیٹا جس کے ساتھ تمہاری شادی ہو گی وہ لڑکا کوئی عام لڑکا نہیں ہو گا وہ بہت پراسرار قوتوں کو مالک ہو گا اس کے پاس اتنی نورانی طاقتیں ہوں گی اگر وہ بڑے سے بڑے جادوگر سے بھی مقابلہ کرے تو اسے بھی جہنم وصل کر سکتا ہے اور دوسرے نمبر پر وہ تم سے بہت پیار کرے گا تمہیں ہمیشہ ہی خوش رکھے گا تم بہت خوش قسمت لڑکی ہو بیٹا اچانک میرے منہ سے نکل گیا بابا اس کا نام کیا ہو گا بابا نے کچھ دیر آنکھیں بند کی اور پھر کہا بیٹا اس کا نام ازمیر ہو گا اور کچھ پوچھا ہے۔

بابا نے کہا پھر میں نے کہا بابا کیا آپ اپنے علم سے مجھے اس کی شکل بتا سکتے ہیں وہ کیسے ہیں تو بابا نے کہا کیوں نہیں۔

بیٹا بزرگ نے ایک آئینہ نکالا اور کہا بیٹا اس آئینے کی طرف دیکھو جب میں نے آئینے میں دیکھا تو اتنا خوبصورت حسین و جمیل لڑکا کھڑا تھا میں اسے دیکھ کر اس کے حسن میں کھو گئی تھی پھر بابا نے کہا۔

بس دیکھ لیا یہ تمہارا شہزادہ ہے بیٹا اب نماز کا ٹائم ہو گیا ہے میں نماز پڑھنے جاتا ہوں تم بھی نماز پڑھ کر کل والا طلسم یاد کرو پھر کیا بتاؤں وقت گزرتا گیا میں ازمیر کی دیوانی ہو گئی صرف اس دیکھ کر وہ بھی آئینے میں ظاہری میں دیکھا بھی نہیں تھا وقت تیزی سی گزرتا رہا۔

ایک دن بابا نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا بیٹا آنکھیں بند کرو جب میں نے آنکھیں بند کی ں تو بابا نے کہا اپنا ہاتھ مجھے دو جب میرا ہاتھ گیا تو مجھے ایک جھٹکا سا لگا بابا نے کہا کہ آنکھیں کھولو جب میں نے آنکھیں کھولی تو بابا مسکرا رہے تھے اور کہنے لگے۔

بیٹا میرا موت کا وقت قریب آ گیا ہے کسی وقت بھی میں مر سکتا ہوں میں نے اپنی سب نورانی طاقتیں تم کو دے دی ہیں بیٹا ان کا صحیح استعمال کرنا بیٹا ایک وقت آئے گا بابا نے کہنا شروع کر دیا کہ ایک جادوگر ہے دنیا میں آئے گا وہ اتنا طاقتور ہو گا کہ اس کی موت کا راز جو بھی جاننے کی کوشش کرے گا وہ اسے آگ لگ جائے گی اسی عالم یں سب جادوگر کو مارنے میں بے سود ہو گئے تو اسی وقت اللہ کا حکم ہوا کہ امیر میدان جنگ میں آ کر جادوگر سے مقابلہ کرو بابا جی بات کر رہے تھے کہ اچانک بابا کہ جسم کو آگ لگ گئی جبکہ رابی اس کے بعد اکیلے ہی اس ویرانے میں رہنے لگی اسے ہر وقت ازمیر کی یاد ستاتی تھی مگر وہ یہ ہی سوچ کر اپنے دل کو سکون پہنچاتی تھی کہ آخر ایک نہ ایک دن ازمیر ضرور حاصل کر کے رہوں گی۔ رابی نے سخاوت اور سندس پری کو کہا۔

تم فکر نہ کرو میں اور ازمیر اس جادوگر کو ختم کر دیں گے آپ لوگوں کی ضرور مدد کریں گے اس کو موت کے گھاٹ میں پہنچا کر ہی رہیں گے۔

سندس پری اور سخاوت نے رابی سے اجازت لی اور اس کا شکریہ ادا کر کے پرستان چلے گئے جاتے ہوئے رابی نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ میں تم لوگوں کی ضرور مدد کروں گی اس شیطان کے چیلے ختم کرنے میں تم بے فکر رہو۔

کالا جن اویس کو ایک کونے میں لے گیا اور کڑک دار آواز میں بولا گدھے تمہیں شرم نہیں آتی تم جناب جادوگر سے مقابلہ کرنے کے لیے آئے ہو میں آج تمہیں ختم کر دیتا ہوں آج تمہارا کام ختم ہو جائے گا اس نے طلسمی زنجیر کو حکم دیا جا کر اویس سے لپٹ جا وہ سیدھی اویس کی جانب بڑھی اور اویس کے ساتھ چمٹ گئی اویس کی درد بھری آواز بلند ہوئی اور اویس کے جسم کو آگ لگنے لگی اور اویس آگ کی تاب برداشت نہ کر سکا بے ہوش ہو گیا اور جبکہ آگ نے اس کے جسم کو بھسم کر دیا اور اویس کی ہڈیاں نظر آنے لگی اف خدایا اتنا بھیانک منظر تھا اگر کوئی عام دل والا بندہ دیکھتا تو اس نے قبر کو ہی دوست بنا لیا تھا ایک دم دل ہلا دینے والی آندھی چلی اور اویس کا جسم ہوا میں پرواز کر ہونے لگا اچانک ہوا میں پرواز ہی اسکا جسم غائب ہو گیا

وشال جادوگر اب بہت بڑا جادوگر بن گیا تھا اس کی قید میں ایک طاقتور جن آ گیا تھا جس کی طاقت اتنی زیادہ تھی کہ وہ جادوگر سے بھی مقابلہ کرتا تو اسے موت کا مزہ چکھا سکتا تھا وہ سب سے بڑی اس کی طاقت تھی اس نے کاشی جن کو حکم دیا کہ تم سندس پری اور سخاوت کو میرے پاس لے کر آؤ کاشی جن آنکھ جھپکتے ہی غائب ہو گیا اور جبکہ جادوگر غالان کی طرح دانت نکال کر قہقہہ لگانے لگا۔

ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ اب سندس پری کو میں وہ سبق سکھاؤں گا اسے چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا اچانک وہ ہوا جسے کبھی جادوگر نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا ایک دم بت گرنے لگے اور دیواریں ہلنے لگیں اور شور مچ گیا جادوگر کچھ پڑھ کر پھونکا اور غائب ہو گیا غائب سے آواز آئی۔

بچے بچ گئے ہو مگر آئندہ کبھی نہیں بچو گے چند دن ہے تمہارے پاس جس طرح جی چاہے گزار لو تو اس کے بعد اگلہ مقام تمہاری موت ہو گا صرف اور صرف موت اور آواز آنا بند ہو گئی وشال جادوگر سوچوں میں پڑ گیا تھا۔

سہیل دن بدن کمزور ہوا جا رہا تھا اس کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اسکے ساتھ کیا مسئلہ ہے اس کی بیوی اسے بہت پیار دیتی تھی مگر اس کے باوجود بھی وہ غائبانہ بیماری کا شکار ہوتا جا رہا تھا۔

ثوبیہ ناگن جو دراصل سہیل کی وائف تھی وہ بھی پریشان رہنے لگی تھی کیونکہ اس کی وجہ سے سہیل کمزور ہوتا یہ بات اسے اندر سے کھائے جا رہی تھی اس نے اسی عالم میں ایک جوگی سے رابطہ کیا اور سب بات جوگی کو بتا دی جوگی نے کہا تمہیں سہیل کی چھوڑنا ہو گا ورنہ وہ مر جائے گا ثوبیہ ناگن نے جب یہ بات سنی تو شرم کے مارے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا کیونکہ اس نے آج تک ہر بندے کی خوشی کا خیال رکھا تھا مگر آج ایک لڑکے کو وہ صرف موت کے منہ میں پہنچا رہی تھی مگر اسے احساس تک نہیں تھا خیر اس نے اپنے پیار کی خاطر اپنی جان دینے کا فیصلہ کر لیا اس نے جوگی کو کہا میں اسے چھوڑنے کے لیے تیار ہوں میں اپنی جان بھی دے سکتی ہوں مگر اس کو بھی اور کا ہوتا نہیں دیکھ سکتی خیر تو یہ چڑیل نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ خود کو ختم کر دے گی اور اس نے کیا بھی ایسا ہی رات کے ٹائم اس نے سہیل سے چند باتیں کی اور اسے سب بتا دیا سہیل کا حیرت کے مارے منہ کھلے کا کھلا ہی رہ گیا اس نے ایک ناگن سے شادی کی

تھی مگر اس کو بھی اس ناگن سے پیار تھا جب ثوبیہ
نے اسے بتایا کہ چند دن میں نے تمہارے ساتھ
رہی تو تم مرجاؤ گے اسی لیے میں خودکشی کر رہی
ہوں اپنے پیار کی کہانی خاطر سہیل تڑپ اٹھا اور
اس نے کہا۔

نہیں میں مرتا ہوں مجھے مرنے دیں مگر میں
تمہیں نہیں چھوڑ سکتا پلیز خدا کے لیے مجھے تنہا
مت چھوڑو میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں۔

ثوبیہ پلیز مجھ پہ رحم کرو خدا کے لیے ثوبیہ نے
کہا نہیں سہیل میرا ٹھکانا اب صرف موت ہے وہ
کافی جذباتی ہو رہی تھی سہیل نے کہا تو میرا ٹھکانہ
بھی موت ہے اگر تم نہ رہی تو میں بھی نہیں رہوں گا
مجھے تیری قسم خیر وقت گزرتا رہا ایک دن سہیل اور
ثوبیہ دریا کی سیر کے لیے جا رہے تھے تو ثوبیہ کا
آج پکا ارادہ تھا خودکشی کرنے کا کیونکہ وہ سہیل کو
چھوڑ بھی نہیں سکتی تھی اور اس کے ساتھ رہ بھی نہیں
سکتی تھی وہ جب دریا کے کنارے پہنچی تو سہیل کے
گلے لگ کر رونے لگی کہنے لگی۔

میری زندگی کے سرتاج اگر مجھ سے کوئی
غلطی ہوئی ہو تو مجھے معاف کر دینا سہیل بھی حیران
تھا کہ یہ اس طرح کیوں رو رہی ہے سہیل نے کہا
پلیز رومت تم نے صرف مجھے خوش رکھنا ہے میری
جان بچائی ہے میں تمہارا احسان زندگی بھر نہیں
بھولوں گا ثوبیہ تمہارا رونا مجھ سے برداشت نہیں ہو
رہا چپ ہو جاؤ پھر اچانک وہ ہوا جس کو سہیل سے
فرشتوں کو بھی نہیں پتا تھا پھر ثوبیہ نے سہیل کے
ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کچھ پڑھ کر پھونکا اور پھر سہیل کا
ماتھا چوما اور کہا۔

میرے سرتاج میں جا رہی ہوں مجھے معاف
کر دینا اور اس نے دریا میں چھلانگ لگا دی جب
سہیل نے یہ سب دیکھا تو اس سے برداشت نہ
ہو سکا اس نے بھی اپنے پیار کی خاطر اپنی ثوبیہ کی
خاطر اپنی موت کو گلے لگا لیا اس نے بھی دریا میں
چھلانگ لگا دی اور ان کی پیار کی کہانی یہاں پر ہی
اختتام پزیر ہوگئی ایک ناگن اور ایک انسان کا پیار
کتنا سچا ہوتا ہے

آج ازمیر بہت ہی طاقتوں کا مالک بن گیا
اس نے چلے کر کے کافی نورانی طاقتیں اکھٹی کر
لی تھی وہ ہر غریب اور مظلوم کی مدد کرتا تھا آج وہ
ہوا میں پرواز تھا کہ اس کی نظر ایک جن پر پڑی جو
ایک آدم زادی زندگی سے کھیل رہا تھا اسا کو موت
کے منہ میں پہنچا رہا تھا ازمیر کو اس جن پہ بہت غصہ
آیا اس نے کچھ پڑھ کر پھونکا زوردار قسم کی آندھی
چلنے لگی اس آندھی میں کالے جن کے جسم کو آگ
لگ گئی اور آگ نے اس کا تمام کام کر دیا پھر
ازمیر نے کچھ پڑھ کر پھونکا اور وہ لڑکا ہوا میں
اڑنے لگا آخر اڑتے اڑتے ازمیر کے پاس آیا
اور اف خدایا ازمیر کے منہ سے نکلا کیونکہ منظر ہی
ایسا تھا اس لڑکے کا جسم کوئلے کی طرح کالا ہو چکا
تھا وہ زندگی کے آخری سانس لے رہا تھا ازمیر
نے اس کے اوپر پانی چھڑکا اس کی حالت ٹھیک
ہونے لگی آخر وہ بالکل ہی ٹھیک ہو گیا پھر اس
لڑکے نے اپنی ساری کہانی ازمیر کو سنائی ازمیر
نے اس لڑکے کی کہانی پوری توجہ سے سنی اویس کی
کہانی سن کر ازمیر کے اندر جادوگر کو مارنے کا جنون
اٹھنے لگا ازمیر نے اس لڑکے کو ساتھ لیا اور غائب
ہو گیا

سخاوت اور سندس پری اپنی کمرے میں
بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا

اسی عالم میں یک جن حاضر ہوا اف خدایا اتنا خوفناک جن انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا ہوگا کن نے کمرے میں آتے ہی خوفناک آواز میں کہا۔

اے سندس پری میں وشال جادوگر کا غلام ہوں میرا نام کاشی جن ہے تم نے میرے آقا کے ساتھ ظلم کیا ہے اچھا نہیں کیا تو نے اس کی خاص طاقت و نام جادوگر کو ختم کیا نو نورید جن کو مروایا اب تم بچ نہیں سکتی ہو آقا کے سخت انجام سے جبکہ سخاوت اور سندس پری ڈر کے مارے کانپ رہے تھے سندس پری نے کچھ علم پڑھا پڑھ کر کاشی جن کی طرف پھونکا سبز رنک کا ایک کتا نمودار ہوا جو کاشی جن کی طرف بڑھنے لگا جبکہ کادی جن یہ دیکھ کر پاگلوں کی طرح قہقہہ لگانے لگا اسکتے کے منہ سے سبز رنگ کی آگ نکل رہی تھی مگر اچانک ہی وہ ہوا جس کے بارے میں سندس پری اور سخاوت نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا اچانک اس کتے نے کاشی جن پر حملہ کر دیا جونہی اس نے حملہ کیا تو فوراً اسی کتے کو آگ لگ گئی اور وہ وہاں پر نست نابود ہو گیا کاشی جن یہ سب دیکھ کر قہقہہ لگانے لگا اور کہنے لگا تم مقابلہ کر رہی ہو مگر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی جبکہ سندس پری بھی حیران تھی کیونکہ اس نے اپنی سب سے بڑی طاقت جن کے مقابلے کے لیے بھیجی تھی مگر جن کو چھ نہ ہوا جن نے کچھ پڑھ کر ان کی طرف پھونکا نہ اس جگہ کوئی جن تھا نہ سندس پری اور سخاوت سب ہی غائب ہو گئے

وشال جادوگر طلسمی آئینے میں سب کچھ دیکھ رہا تھا آخر وہ خوشی سے جھوم اٹھا تھا واہ کاشی جن تم تو بڑے کمال کے بندے ہو تم نے بہت اچھا کام کیا سندس پری کو اپنی قید میں کر لیا اچانک وہاں پر دھواں ہونے لگا جب دھواں ختم ہوا تو اس دھوئیں میں کاشی جن بولا۔

جی آقا اب میرا کام ختم اگر میری ضرورت ہو مجھے بلا لینا مجھے اپنے قبیلے جانا ہے کل تک واپس آجاؤں گا۔

جادوگر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا جاؤ اب تمہارا کام مکمل ہو گیا ہے اور ہاں صبح جلدی آنا ساتھ لڑکی کا خون بھی لانا سندس پری کی دعوت بھی کرنی ہے اور پھر قہقہہ لگانے لگا۔

ہاہاہاہا۔ ہاہاہاہا۔۔ جبکہ جن غائب ہو گیا جادوگر نے سندس پری کو کہا۔

اے پری صاحبہ مجھ سے شادی کرو گی یا میری غلام بن کر رہو گی تم نے میرے ساتھ ٹکراؤ لے کر بہت بڑی غلطی کی ہے جس کا ازالہ کبھی نہیں کیا جا سکتا۔ سندس پری نے کہا اگر تم جیسے ہزار جادوگر بھی آجائیں تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے غلیظ کنجر بیوقوف دو ٹکے کے جادوگر تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو نا جانے کیا کچھ سندس پری نے اس کو کہا مگر جادوگر کمینہ اس کی گالیاں سن کر ہنس رہا تھا اور کہا۔

تم میری جان ہو جو بھی کہو میں برا نہیں مانوں گا مگر شادی سے انکار نہ کرنا دیوار نی میرے دل کی دیوار انی کچھ پیار کے جذبات تو دیکھو میرے لیے پری کو بہت غصہ آیا اس نے کچھ پڑھ کر پھونکا کالے رنگ کا ایک کوا نمودار ہوا جس نے آتے ہی جادوگر کا کام جڑ سے ہی اکھاڑ دیا جادوگر نے اس پر حملہ کرنے کے لیے بالکل بھی تیار نہ تھا کوے نے دوسرا وار بھی کیا جو کہ جادوگر کے سر پر کیا تھا اور اس وار میں اس کا سر دو حصوں میں ڈھیر ہو گیا مگر کوے نے ایک وار اور کیا اس نے وہ وار

جادوگر کے دل پہ کیا جادوگر کا دل نکال کر کوا کھا نے لگا جبکہ جادوگر بے حس پڑا ہوا تھا سندس پری اور سخاوت خوشی سے نعرے لگانے لگے مگر اچانک وہ ہوا جو عقل بھی یہ بات نہیں مانتی اچانک جادو گر کا سر آپس میں جڑنے لگا اور اس کا کان بھی اور اس کے اس ہر چیز آپس میں جڑ کر فٹ فاٹ ہو گئی جسے کوئی کر رہا ہے پھر جادوگر بالکل ٹھیک ہو گیا اور قہقہہ لگانے لگا اور کہنے لگا۔

بہت سمجھدار ہو سندس پری مجھے مار کر بھاگنے لگی تھی مگر نادان میں اتنی آسانی سے مرتا میری موت سبز طوطے میں ہے جو انڈیا کے ایک شہر تھریال میں ہے تم کبھی بھی مجھے مار سکتی بلکہ مجھ پہ موت آئے گی ہی نہیں پھر وہ غصے سے آ گیا اس نے سخاوت اور سندس پری کو کہا۔

تم نے میرے ساتھ برا کیا سندس پری میں تو تم سے بہت پیار کرتا تھا مگر تم تو میری دشمن نکلی اب دیکھو میری سزا ئیں اس نے ایک جن کو حکم دیا یہ طلسمی زنجیر لوان دونوں کو تہہ خانے میں بند کر کے آ ؤ رات کا ان سے ملاقات کروں گا اور ساتھ سندس پری کے ساتھ سہاگ رات بھی منانی ہے ۔ہاہاہاہا۔ہاہاہاہا۔

دوسری طرف رابی ازمیر کے پیار میں پاگل ہوئی تھی وہ ایک بزرگ کے پاس بیٹھی ہوئی انہوں نے اپنی داستاں سنا رہی تھی بزرگ نے کا ہ بیٹی تم فکر نہ کر و ازمیر بہت جلد تمہیں مل جائے گا وہ ایک ٹائم دنیا کے خوفناک ترین شمشان کھاٹ کے جنگل میں چلہ کر رہا ہے اس کے ساتھ ایک اور نوجوان بھی ہے ازمیر کے پاس اتنی طاقت ہے کہ وہ آسانی سے سب کو ختم کر سکتا ہے جادوگر کو مارنا اس کے لیے مشکل نہیں ہے مگر کاشی جن کے مقابلے کے لیے اس کی طاقت کم ہے وہ اپنی طاقت میں اضافہ کر رہا ہے ۔بہت جلد وہ میدان جنگ میں آ جائے گا۔

بیٹا تم پریشان نہ ہونا تمہارا خدا تمہارے ساتھ ہے بندہ مایوس ہوتا ہے گناہ ہے رابی کو بابا کی باتیں سن کر کچھ سکون ملا پھر اس نے بابا سے اجازت لی اور اپنی جھونپڑی میں کی طرف اجنے لگی جھونپڑی میں جا کر اس نے کوئی طلسم پڑھا اور ایک جن حاضر ہوا اس نے جن کو حکم دیا تم۔

پتا کر کے آ ؤ اس ٹائم سخاوت اور سندس پری کدھر ہیں۔جن غائب ہو گیا جبکہ رابی نیند کی وادیوں میں کھونے لگی آخر نینداس پر غالب ہو گئی وہ نیند کی وادیوں میں پہنچ گئی ازمیر کی یادوں میں ۔فاریہ چڑیل کو جب اس بات کا پتہ چلا کہ جادوگر نے میرے ساتھ شادی کی بات کا دھوکہ کیا ہے وہ اس کی دشمن بن گئی مگر وہ جادوگر بھی کسی سے کم نہیں تھا وہ پہلے والا جادوگر نہیں تھا فاریہ جیسی عام چڑیلوں سے مار کھائے وہ بہت بڑا جادوگر تھا اس نے اپنا نام بھی بدل لیا تھا اس نے اپنا نام وشال جادوگر سے طلسمی جادوگر رکھ دیا تھا فاریہ چڑیل غصے میں جب جادوگر کے ٹھکانے کی طرف بڑھی تو اچانک طلسمی جادوگر حاضر ہوا اس نے کہا کیا بات ہے فاریہ چڑیل تمہارا غصہ کوئی عروج پے لگ رہا ہے لیکن فاریہ چڑیل نے کچھ نہ کہا اس نے جادوگر کی طرف ایک تیر پھینکا مگر جادوگر ایک لمحے سے پہلے ہی غائب ہو گیا۔۔

آگے کیا ہوتا ہے یہ جاننے کے لیے اگلی قسط ضرور پڑھیئے گا۔

ناگن کی تلاش

--تحریر۔قاسم رحمان -- ہری پور--

آج اماوس کی رات تھی ہر سو سیاہ اندھیرا پھیلا ہوا تھا ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا نیلم اور رضوان کی محبت ان سات دنوں میں خوب پروان چڑھی رضوان یہ جانتے ہوئے بھی نیلم سے محبت کر بیٹھا تھا کہ وہ اک ناگن ہے ناگن ہو یا انسان تھی تو اس کی محبت ہی نہ شمران رضوان کو لینے کے لیے بوڑھے سادھو کے گھر سے رینگتا ہوا نکل آیا آٹھ دن اس نے جس کرب میں گزارے تھے یہ وہی جانتا تھا نیلم سے دوری کا ایک ایک لمحہ صدیوں جیسا تھا اس کے لیے دوسری جانب رضوان اپنے کمرے میں خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا کہ اچانک اس کے کمرے میں ایک ہیولہ نمودار ہوا اور پھر اس ہیولے نے نیلم کا روپ دھار لیا اتنی دیر میں رضوان بھی جاگ گیا تھا نیلم بولی رضوان ہمیں یہاں سے جانا ہوگا۔ تمہاری زندگی کو خطرہ ہے میں ایسی جگہ جاتی ہوں جہاں کوئی نہیں آ سکتا کیوں نیلم رضوان نے کہا ہوا کیا ہے۔ اصل میں شمران ایک سادھو کے ساتھ مل گیا ہے اس سے پہلے کہ وہ تم تک آئے ہمیں یہاں سے جانا ہوگا۔ نیلم نے رضوان کا ہاتھ پکڑا اور دونوں غائب ہو گئے نیلم نے ایک چلہ کر کے غائب ہونے والی شکتی حاصل کر لی تھی دوسری جانب جب شمران کو رضوان نہ ملا تو وہ بوکھلا گیا دیر ہونے کی وجہ سے سادھو بھی وہاں آ گیا سادھو بابا یہ کیا ہو گیا ہے شمران بے بسی سے بولا سادھو بولا کچھ ہوا ہے ابھی پتہ لگاتا ہوں اتنا کہہ کر سادھو نے اپنے تھیلے سے ایک شیشہ نکالا اور کچھ پڑھ کر شیشے پر پھونکا تو کمرے میں نیلم اور رضوان کی ملاقات نظر آئی نیلم کو کسی اور کے ساتھ دیکھ کر شمران تڑپنے لگا۔ سادھو کو رضوان کی تلاش ہے اور نیلم کو شمران کی مگر آج تک ان کی تلاش ختم نہیں ہوئی اور شاید کبھی ختم نہیں ہوگی۔ ایک سنسنی خیز کہانی۔

وہ ایک چاندنی رات تھی ہر سو چاندنی چھٹکی ہوئی تھی اس میدان میں چھوٹی چھوٹی گھاس بھی اگی ہوئی تھی جو کہیں کہیں سے زرد بھی ہو رہی تھی ایک ایک طرف سے دو ناگ رینگتے ہوئے آئے وہ سانپ کئی فٹ لمبے تھے اور تقریبا پانچ چھ انچ موٹے سانپ تھے ان سانپوں کی رنگت سبز تھی اور ان پر لال لال دھاریاں بنی ہوئی تھی تھوڑا آگے آنے کے بعد دونوں سانپوں نے اپنا پھن اٹھایا اور ایسے محسوس ہونے لگا جیسے وہ دونوں سانپ کسی کا انتظار کر رہے ہوں اچانک ایک طرف سے ایک آدمی آتا ہوا دکھائی دیا وہ آدمی اپنی وضع قطع سے کوئی سپیرا معلوم ہوتا تھا اس کے گلے میں کئی سانپ جھول رہے تھے وہ ان دونوں سانپوں کے پاس آ گیا اور سانپوں پر کچھ پڑھ کر پھونکا تو ان سانپوں کی ہیئت تبدیل ہونے لگی وہ انسانی روپ میں آنے لگے تھوڑی دیر میں وہ دونوں سانپ انسانی شکل میں اس آدمی کے سامنے تھے دونوں نے اس آدمی کو سجدہ کیا اور پھر

یک زبان ہو کر بولے۔
جے ہو ناگ دیوتا کی۔
ناگ دیوتا تھوڑا مسکرائے اور بولے۔ اٹھ جاؤ دونوں۔ سب سے پہلے تو تم دونوں کو انسانی روپ میں آنے پر مبارک ہو یہ کسی بھی ناگ ناگن کے جیون کا پوترا استھان ہوتا ہے جب وہ اپنے جیون کے سو سال بعد انسانی روپ دھار لیتے ہیں۔
ناگ بولا یہ سب آپ کی کرپا سے ہے ناگ دیوتا۔ آپ کی وجہ سے ہم نے انسانی روپ دھارا ہے شمران دوست کہہ رہا ہے ناگ دیوتا یہ سب آپ کے ہی کارن ہے کہ آج ہم میں ایک انمٹ شکتی آ گئی ہے ناگن بولی۔
ناگ دیوتا بولے نیلم اور شمران میری یہ باتیں اپنی گرہ سے باندھ لو یہ منش بہت ظالم ہوتے ہیں یہ ہم ناگ ناگنوں کے دشمن ہوتے ہیں کسی بھی سانپ کا سر کچلنے کے لیے لمحہ نہیں لگاتے ہیں یہ منحوس دوسری بات یہ کہ تم دونوں سو برسوں سے ایک ساتھ ہو تمہارا ساتھ ہونا ہی تمہاری طاقت ہے تم انسانی روپ میں تو آ گئے ہو مگر کبھی کسی انسان پر اعتماد نہ کرنا کسی سے دوستی نہ کرنا ورنہ تمہاری برسوں کی تپسیا خاک مین مل جائے گی سمجھ رہے ہو ناں میری باتیں جی ناگ دیوتا ہم ہمیشہ آپ کی آگیا کا پالن کرتے رہے ہیں بر شیر میں بھی ایسا ہی ہوگا۔

اس کا نام رضوان سلطان تھا مگر اپنی قوم کو اپنے نام کے ساتھ لگانا اس کا پسند تھا یہی وجہ تھی کہ اب اسکا نام رضوان سلطان تھا جب بھی کوئی اس سے اس کا نام پوچھتا تو وہ پورا نام بتاتا اور سننے والا ہمیشہ یہی کہتا تھا کہ یہ تمہارا نام ہے یا تمہارے پورے خاندان کا لیکن پھر بھی ہمیشہ وہ پورا ہی نام بتاتا تھا وہ پچیس برس کا ایک خوبرو نوجوان تھا چھ فٹ چار انچ کے لمبے قد اور کسرتی بدن نے اس کی جاذبیت کو مزید بڑھا دیا تھا۔ اور اپنے والدین کے اکلوتے ہونے کی وجہ سے اس کی ویلیو مزید بڑھ گئی تھی اس کی شخصیت کے کئی منفی پہلو بھی تھے اکثر وہ سموکنگ کرتا رہتا تھا علاوہ ازیں اس نے آج تک خود اٹھ کر ایک گلاس پانی نہ پیا تھا اپنے آپ کو ایم بی ایف کہلوانا پسند کرتا تھا ایک مرتبہ اس کے دوست عمر ہاشمی نے اس سے پوچھا۔
ایم بی ایف کا کیا مطلب ہے۔
رضوان بولا ایم سے میٹرک بی بار بار ایف فار فیل یعنی میٹرک بار بار فیل اس کے جواب پر اس کا دوست کافی دیر ہنستا رہا۔ رضوان ہمیشہ ایسا ہی کرتا تھا ہمیشہ سریس سے سوال کا فنی جواب دے کر سب کو ہنساتا تھا کبھی کبھی تو اس کے دوستوں کو اس کی اس بات پر غصہ آتا لیکن رضوان اس کو بھی مذاق میں ہی ٹال جاتا رضوان شانتی پور کا باشندہ تھا اور وہاں آج کل گندم کی کٹائی ہو رہی تھی اس لیے رضوان کو آج کھیتوں کے پاس اپنے ڈیرے میں ہی سونا تھا۔

انسانی روپ میں آ کر کیسا لگ رہا ہے تمہیں نیلم شمران نے نیلم سے پوچھا۔
اچھا تو بہت لگتا اگر تم جیسا بد شکل میرے ساتھ نہ ہوتا نیلم نے نخوت سے سوچا۔
شمران بولا نیلم جان ناراض ہو۔
نیلم شمران کی طرف دیکھتے ہوئے نیم طنزیہ

لہجے میں بولی۔ بھلا اب میں کیوں تم سے ناراض ہوں گی۔

دیکھو نیلم شمران بولا۔ میں جانتا ہوں کہ میں تمہاری طرح خوبصورت نہیں ہوں مگر میں جو تم سے عشق کرتا ہوں میرا عشق تو خوبصورت ہے یہ بدن تو فانی ہے جتنا بھی خوبصورت ہو ایک دن اسے کیڑے مکوڑوں کی غذا ہی بننا ہے تم مجھے کیوں نہیں سمجھتی ہو جب میں نے ہوش سنبھالا ہے تمہارے عشق میں خود کو جلتے ہوئے پایا ہے میں تم سے محبت کرتا ہوں کیا یہ تمہارے لیے کافی نہیں ہے۔

نیلم بولی دیکھو شمران میں چاہتی ہوں کہ میں بے انتہا حسین ہوں میں اپنے حسن کی قدر کرتی ہوں اور ناگ دیوتا کا شکر بھی ادا کرتی ہوں لیکن کاش میرے حسن جیسا ہی میرا بھاگ بھی ہوتا۔ لیکن اب جو بھی ہو تمہارے ساتھ میں مزید ایک پل بھی نہیں رہ سکتی۔ میرے تمہارے راستے آج سے الگ ہیں۔

نیلم کی اس بات پر شمران تڑپ سا گیا اور رو دینے والے لہجے میں بولا۔

نیلم تم کچھ انتظار کرو میں نے ایک چلہ شروع کیا ہوا ہے اور جیسے ہی وہ چلہ ختم ہوگا میں مختلف انسانی روپ دھار لوں گا۔ نیلم تمہیں ناگ دیوتا کی سوگند میرے ساتھ اتنا برا انیائے نہ کرو میں نہیں سہہ سکتا۔ شمران کی آنکھوں سے اب آنسو گرنے لگے تھے جس کی وجہ سے نیلم کا دل موم ہونے لگا وہ حسن پرست ناگن تھی لیکن اتنی کٹھور دل نہ تھی وہ بھی شمران کے لیے اپنے دل کو سخت نہ کر پائی اگر اسے شمران سے محبت نہ تھی تو اسے شمران سے نفرت بھی نہ تھی شمران کے ساتھ اس نے سو سال گزارے تھے اس لیے اس کا دل موم ہو گیا اور وہ شمران کے ساتھ گھومنے لگی تھی۔ کبھی وہ انسانی روپ میں آجاتے تو کبھی ناگ ناگن بن جاتے آج انہیں انسانی روپ میں آئے چوتھا دن تھا شمران نے نیلم سے کہا۔

نیلم دیوی اب تک ہم نے اکھٹے انسانی دنیا کی سیر کی ہے لیکن مجھے لگتا ہے کہ اب ہم الگ ہو کر اپنی اپنی مرضی سے انسانی دنیا کی سیر کریں۔

نیلم بولی ہاں شمران درست کہہ رہے ہو تم جب سے ہم انسانی روپ میں آئے ہیں الگ نہیں ہوئے ہیں۔

تو ٹھیک ہے شمران بولا اور دوبارہ سے ناگ بن کر مخالف سمت میں رینگنے لگا۔

سورج ڈوب رہا تھا اور سر شام ہوتی جا رہی تھی اور پھر تھوڑی دیر میں ملگجا سا اندھیرا پھیل رہا تھا رضوان اپنے گھر سے باہر نکلا کیونکہ آج اسے ڈیرے پر جا کر سونا تھا اور ساتھ میں کھیتوں اور کٹی ہوئی گندم کی نگرانی بھی کرنی تھی راستے میں رضوان کو اپنا دوست مل گیا دوست نے باتوں میں اتنا الجھایا کہ رات کے نو بج گئے رضوان ڈیرے کی طرف جانے لگا اس کے دل میں عجیب عجیب سے اندیشے آرہے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے کچھ ہونے والا ہو اس سے پہلے رضوان کا دل [illegible] نہ گھبرایا تھا وہ ایک بہادر انسان تھا لیکن زندگی میں بہت کچھ پہلی مرتبہ ہوتا ہے لیکن وہ پہلی مرتبہ بھی بہت دیر سے آتی ہے البتہ رضوان کا کہنا تھا میری زندگی میں جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا ہے اب نہ کچھ نیا ہوگا اور نہ ہی کچھ پہلی مرتبہ ہوگا رضوان نے ایسا اس لیے کہا تھا کیونکہ اس کے دوست کہتے تھے

اب تم شادی کر لو یا پھر کسی کے ساتھ عاشقی لڑا لو۔ بہر حال رضوان ڈیرے میں آ گیا اور چارپائی پر سو گیا تھوڑی دیر بعد رضوان کو عجیب سے احساس نے آن گھیرا اور اچانک اس کی آنکھ کھل گئی نجانے کیا ہونے والا تھا رضوان تازہ ہوا کے لیے باہر آ گیا باہر ہر شے چاندنی کے سمندر میں نہائی ہوئی تھی رضوان ادھر ادھر چکر لگانے لگا اچانک اس کی نظر اپنے سامنے پڑی تو رضوان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ سامنے ایک سانپ اپنا پھن پھیلائے بڑی محویت سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

شمران نیلم سے جدا تو ہو گیا تھا مگر اس کا دل نیلم کے بغیر بالکل نہیں لگ رہا تھا اور اب وہ پچھتا رہا تھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا اسے نیلم یاد آ رہی تھی بہر حال شمران رینگتا ہوا بہت دور نکل گیا۔ یہاں تا حد نگاہ جنگل ہی جنگل تھا جنگل میں رینگتے ہوئے شمران نے ایک سادھو دیکھا وہ کوئی ہندو سادھو تھا اس کے وضع قطع سے یہی لگ رہا تھا شمران سادھو کی نظروں سے دور ہونا چاہتا تھا مگر سادھو نے اس کو دیکھ لیا اور بولے اے ناگ میرے سامنے آ جا تیرے جیسو شیر کو میں تاریکی میں دیکھ رہا ہوں تیرا پریم ادھورا رہ جائے گا۔ اور جب شمران نے یہ بات سنی کہ تیرا پریم ادھورا رہ جائے گا تو اس نے فوراً رینگنا بند کر دیا۔ شمران اس سادھو کے پاس چلا گیا سادھو بولا تو تیری اپنی ناگن کی تلاش میں بھٹکے گا شمران انسانی روپ میں آ گیا اور بوڑھے سادھو کے سامنے گڑگڑانے لگا میری سہائتا کریں مہاراج اس کشٹ کا اوپائے بتائیں بوڑھے سادھو نے شمران کی طرف دیکھا اور پراسرار انداز میں مسکرا کر بولا۔ اے ناگ اس کے لیے پہلے تجھے میرا ایک کام کرنا ہوگا۔ کیا کام مہاراج شمران بولا۔

بوڑھے سادھو نے محسوس کیا کہ اس کا تیر ٹھیک نشانہ پر لگا ہے تو وہ بولا۔ مجھے ایک جاپ کے لیے ایک درکار ہے جو اماوس کی رات کو پیدا ہوا ہے اپنے گیان دھیان سے ہم نے پتہ لگا لیا ہے کہ اس منش کا نام رضوان سلطان ہے ہم نے جاپ کے ذریعے یہ بھی پتہ لگایا ہے کہ اس نوجوان کو کوئی ناگ ہی یہاں لا سکتا ہے اے شمران تو میرا یہ کام کر دے میں تیری ناگن کے دل میں تیری محبت کو پھر سے جگا دوں گا۔ ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا شمران نے کہا بوڑھا سادھو بولا۔ یہ کام تمہیں اماوس کی رات کو ہی سر انجام دینا ہوگا تب تک تمہیں میرے پاس رہنا ہوگا شمران نے کچھ پل کے لیے سوچا وہ نیلم سے آٹھ دن آٹھ راتیں جدا رہے گا سادھو نے شاید اس کی سوچ پڑھ لی تھی جھٹ سے بولا فکر نہ کرو۔ اس جدائی کے انعام میں تجھے تیری ناگن ہمیشہ کے لیے مل جائے گی اور شمران نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

نیلم شمران سے جدا ہوئی تو رینگتی ہوئی شانتی پور میں آ گئی اور وہیں سے رضوان کے ڈیرے پر پھر نیلم نے دیکھا کہ کمرے سے کوئی آدمی نکلا اتنا خوبرو مرد اس نے پہلی بار دیکھا تھا نیلم کی نظروں میں شمران کا سراپا آیا تو اس نے جھٹ سے سر کو نخوت میں جھٹکا اس کے سوئے ہوئے جذبات پھر سے جاگنے لگے وہ اس وقت ناگن کے روپ میں تھی اس نے انسانی روپ دھار لیا۔

ادھر جب رضوان نے ایک سانپ کو انسان

بنتے ہوئے دیکھا تو تھر تھر کانپنے لگا نیلم رضوان کے پاس جا کھڑی ہوئی رضوان کو لگنے لگا جیسے نیلم کوئی چڑیل ہے رضوان بھاگنے لگا تو نیلم نے اس کے کندھے کو پکڑ لیا اور بولی۔

میری بات سنو مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں ایک ناگن ہوں اور نیلم نے اپنے بارے میں سب کچھ رضوان کو بتایا۔

تم مجھ سے کیا چاہتی ہو رضوان کا ڈر کسی حد تک دور ہو گیا تھا۔

میں تم سے کچھ نہیں چاہتی ہوں نیلم نے کہا میں صرف تمہیں چاہتی ہوں تم سے محبت کرتی ہوں تمہیں پہلی نظر میں دیکھنے کے بعد مجھے پتہ چلا کہ عشق کیا ہوتا ہے۔رضوان نے اپنے دل کو ٹٹولا اس کے دل میں بھی نیلم کی محبت جاگ چکی تھی وہ دونوں اندر کمرے میں آ گئے اور ساری رات ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے۔

آج اماوس کی رات تھی ہر سو سیاہ اندھیرا پھیلا ہوا تھا ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا نیلم اور رضوان کی محبت ان سات دنوں میں خوب پروان چڑھی رضوان یہ جانتے ہوئے بھی نیلم سے محبت کر بیٹھا تھا کہ وہ اک ناگن ہے ناگن ہو کر انسان تھی تو اس کی محبت ہی نہ شمران رضوان کو لینے کے لیے بوڑھے سادھو کے گھر سے رینگتا ہوا نکل آیا آٹھ دن اس نے جس کرب میں گزارے تھے یہ وہی جانتا تھا نیلم سے دوری کا ایک ایک لمحہ صدیوں جیسا تھا اس کے لیے دوسری جانب رضوان اپنے کمرے میں خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا کہ اچانک اس نے کمرے میں ایک ہیولہ نمودار ہوا اور پھر اس ہیولے نے نیلم کا روپ دھار لیا اتنی دیر میں رضوان بھی جاگ گیا تھا نیلم بولی رضوان ہمیں یہاں سے جانا ہوگا۔تمہاری زندگی کو خطرہ ہے میں ایسی جگہ جانتی ہوں جہاں کوئی نہیں آ سکتا کیوں نیلم رضوان نے کہا ہوا کیا ہے۔اصل میں شمران ایک سادھو کے ساتھ مل گیا ہے اس سے پہلے کہ وہ ہم تک آئے ہمیں یہاں سے جانا ہوگا۔نیلم نے رضوان کا ہاتھ پکڑا اور دونوں غائب ہو گئے نیلم نے ایک چلہ کر کے غائب ہونے والی شکتی حاصل کر لی تھی

دوسری جانب جب شمران کو رضوان نہ ملا تو وہ بوکھلا سا گیا دیر ہونے کی وجہ سے سادھو بھی وہاں آ گیا سادھو بابا یہ کیا ہو گیا ہے شمران بے بسی سے بولا سادھو بولا کچھ ہوا ہے ابھی پتہ لگاتا ہوں اتنا کہ کر سادھو نے اپنے تھیلے سے ایک شیشہ نکالا اور کچھ پڑھ کر شیشے پر پھونکا تو کمرے میں نیلم اور رضوان کے ملاقات نظر آئی نیلم کو کسی اور کے ساتھ دیکھ کر شمران تڑپنے لگا۔سادھو کو رضوان کی تلاش ہے اور نیلم کی مگر آج تک ان کی تلاش ختم نہیں ہوئی اور شاید کبھی ختم نہیں ہوگی۔

جی تو میرے پیارے قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی پلیز میری تحریروں پر تنقید کیا کریں تاکہ میری اصلاح ہو سکے کاشف عبید کاوش اینڈ نادر شاہ آپ کی رائے کا ہمیں شدت سے انتظار رہے گا رضوان بھیا مجھے معلوم ہے کہ یہ سٹوری آپ بھی پڑھ رہے ہوں گے تو آپ کی رائے کا بھی انتظار رہے گا۔احسان سحر آپ سے بات کر کے بھی بہت اچھا لگتا ہے خیر دعاؤں میں یاد رکھیے گا خدا حافظ۔

قاسم رحمان۔ہری پور

خون کے پیاسے انسان ٹو

تحریر۔ طاہر عباس۔ شجاع آباد۔

طاہر اب جو کچھ ہو گیا سو ہو گیا ہے کیا ہم اپنے دوست کی موت کا بدلہ نہیں لیں گے شاہان نے مجھے جھنجھوڑتے ہوئے کہا میں نے چونک کر سامنے دیکھا تو ڈھانچہ میرے قریب پہنچ چکا تھا اور وہ مجھے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھا رہا تھا میں نے جلدی سے اسے ایک ورد پڑھ کر ڈھانچوں پر پھونک ماری تو وہ اڑتے ہوئے دور جا کر گرے لیکن نہیں کوئی نقصان نہیں ہوا تھا میرا مقصد ان کو دور کرنا تھا تاکہ ہم کاشف کو اٹھا کر دفنا سکیں پھر ہم جلدی سے آگے بڑھنے لگے ہم نے جلدی جلدی قبر پر مٹی پھینکنے لگے جیسے ہی قبر مکمل ہوئی ایک زوردار دھماکہ ہوا اور تمام ڈھانچوں کو آگ لگ گئی تھوڑی دیر میں تمام ڈھانچے بھسم ہو گئے ہیلی مسلسل رو رہی تھی اس نے برا حال کر لیا تھا ہم نے اسے تسلی دی ہم سب کاشف کی موت پر غمگین تھے آنسو آنکھوں سے رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے پھر ہم نے خود کو سنبھالا اور وشال کو ختم کرنے کے لیے ایک بار پھر سفر جاری کر دیا آخری بار کاشف کی قبر پر الوداعی نظروں سے دیکھا اور آگے بڑھنے لگے۔ ہم اس وادی سے نکل کر پہاڑی علاقے میں داخل ہو گئے تھے اس پہاڑ کر ڈھونڈنے لگے تھے اخر وہ پہاڑ ہمیں مل گیا اس کے دہانے کی جگہ شیر کا منہ تھا میں نے اس جن زادی انا کی کو بلایا اور اس سے دروازہ کھلنے کا منتر پوچھا تو اس نے منتر بتا دیا پھر وہ غائب ہو گئی۔ میں نے منتر پڑھا تو اس کی آنکھوں اور منہ میں حرکت ہونے لگی اور اس کا منہ غار کے دہانے جتنا کھل گیا پھر ہم اس میں داخل ہو گئے جیسے ہی ہم غار میں داخل ہوئے تو سامنے سے بے شمار سانپ نمودار ہوئے اور وہ ہماری طرف بڑھنے لگے کلثوم نے کچھ پڑھ کر ان پر پھونک ماری تو ان میں بے چینی سی پیدا ہو گئی وہ واپس مڑے اور وہیں غائب ہو گئے ہم آگے بڑھنے لگے آگے ہم پر کسی نے حملہ نہیں کیا شاید شیطانی طاقتوں کو یقین تھا کہ ہمارا کوئی بھی دشمن ان ڈھانچوں سے بچ کر یہاں نہیں آ سکتا لیکن انہیں یہ پتہ نہیں تھا کہ جیت ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔ ایک سنسنی خیز کہانی

میں وشال کو ختم کرنے کے لیے بابا جی کے پاس گیا لیکن بابا جی نے کہا وہ بہت طاقتور ہے تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تم مزید طاقتیں حاصل کرو پھر میں چلے کرتا رہا آخر ایک چلہ کے ذریعے میں نے کلثوم کی روح کو آزاد کروا لیا اور کلثوم کے جسم میں جو روح تھی اسے میں نے آگ لگا دی کلثوم کی روح آزاد ہوتے ہی اپنے جسم میں داخل ہو گئی کیونکہ اس کے ابھی مرنے کا وقت نہیں تھا وہ تو عارضی طور پر جادو کے ذریعے اس کی روح نکالی گئی تھی۔

اب میرے پاس بہت طاقتیں تھیں کئی بڑے سے بڑا جادوگر بھی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا

جب میں وشال جادوگر کا مقابلہ کرنے کے لیے جانے لگا تو میرے تمام دوستوں نے کہا۔

ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔

نہیں یار آپ نہ آؤ جس دنیا میں میں جا رہا ہوں وہاں خطرہ ہی خطرہ ہے وہاں وہاں پر قدم قدم پر موت ہے میں نہیں چاہتا کہ میرے کسی بھی دوست کو کچھ ہو۔

نہیں دوست ہم جائیں گے زندگی موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے ہم جیسے خون کے پیاسے انسانوں کا خاتمہ کرنے جا رہے ہیں تو اب وشال کو ختم کرنے کے لیے تم اکیلے کیسے جا سکتے ہو کاشف نے کہا اور باقی دوستوں نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

ٹھیک ہے دوستو چلو ہم نے پھر شیطانی طاقتوں کو ختم کرنے لیے کمر کس لی تھی پانچ لڑکیاں اور پانچ ہی لڑکے تھے ہم دس دوست تھی جو وشال کو ختم کرنے کے لیے نکل پڑے تھے۔

وشال کی مختلف جگہوں پر مختلف طاقتیں چھپی ہوئی تھی ہمیں ان طاقتوں کو ختم کرر کے وشال تک پہنچنا تھا۔

اس وقت ہم ایک ریگستان سے گزر رہے تھے تا حد نگاہ ریت ہی ریت تھی سورج سر پر چمک رہا تھا گرمی سے ہمارا برا حال تھا۔ مجھے کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا ایسا لگتا تھا کہ یہاں ایک بہت بڑی طاقت ہے میں نے اپنے جادو کے ذریعے معلوم کیا بٹ مجھے کچھ دکھائی نہیں دیا۔

یار یہ ریگستان کب ختم ہوگا میں تو تھک گیا ہوں اپنا نادر نے کہا۔

اتنی جلدی تھک گئے ہو ابھی تو ابتدا بھی نہیں ہوئی ہے میں نے کہا۔

ہم ابھی باتوں میں ہی مصروف تھے کہ ہوا چلنے لگی ہوا آہستہ آہستہ تیز ہوتی گئی پھر ہوا ایک جگہ پر اٹھی ہونا شروع ہوگئی پھر اس ہوا نے ایک وجود اختیار کر لیا اس کی شکل بہت ہی خوفناک تھی اس کے بڑے بڑے دانت ہونٹوں سے باہر نکلے ہوئے تھے اس کا چہرہ جلا ہوا تھا اس کے بڑے بڑے بال چہرے کو مزید خوفناک بنا رہے تھے۔

کون ہو تم اور یہاں کیا کرنے آئے ہو اس نے گرج کر کہا اس کی آواز بہت خوفناک تھی ایسے جیسے بادل گرج رہے ہوں۔

تم کون ہو ہمارے راستے میں کیوں آئے ہو میں نے کہا۔

ہاہاہا۔ میرے علاقے میں آ کر مجھ سے پوچھتے ہو کہ میں کون ہوں میں شیطان شلال جن ہوں تم جو کام کرنے جا رہے ہو یہ تم نہیں کر سکتے میں تمہیں جلا کر بھسم کر دوں گا۔ اس نے کہا اور پھونک ماری تو اس کے منہ سے آگ کا گولہ نکلا اور یہ سب کچھ اتنا جلدی ہوا کہ ہم سنبھل نہیں سکے گولہ صائمہ کو لگا اور اسے آگ لگ گئی میں جلدی جلدی ایک منتر پڑھا اور صائمہ کی طرف پھونک ماری اور وہ آگ ایسے بجھ گئی جیسے لگی بھی نہ ہو سب حیرت سے میری طرف دیکھنے لگے۔

یہ تو میرا معمولی وار تھا اب تم دوسرا وار سہنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس نے کچھ پڑھ کر ہماری طرف پھونک ماری تو اسکے منہ سے ہزاروں زہریلے کیڑے نکلے جو ہماری طرف بڑھنے لگے میں نے بھی منتر پڑھ کر ہاتھ پر پھونک ماری اور ہاتھ انکی طرف جھٹکے سے میرے ہاتھ سے شعاعیں نکلنے ان کیڑوں پر پڑتے ہی انہیں آگ لگ گئی اور اپنا دوسرا وار بھی ناکام ہوتے دیکھ کر وہ سخت

غصے میں آ گیا اس نے کچھ پڑھ کر زمین پر پھونک ماری زمین لرزنے لگی ایسا لگتا تھا جیسے زلزلہ آ گیا ہو زمین میں دراڑیں پڑنے لگی میں نے بھی منتر پڑھ کر زمین پر پاؤں مارا تو تھوڑی ہی دیر میں زمین اپنی اصلی حالت میں آ گئی تو بہت کچھ کر لیا اب میرا میرا وار سہنے کے لیے تیار ہو جاؤ میں نے ایک منتر پڑھ کر اس پر پھونک ماری میرے منہ سے نکلنے والی ہوا نے آگ کے شعلوں کی شکل اختیار کر لی اور شیطان کی طرف بڑھنے لگی اس نے بھی پھونک ماری اور آگ کے شرارے بجھ گئے گویا وہ بھی کوئی معمولی جن نہیں تھا میں نے اپنے ہاتھ میں جھٹکا دیا تو میرے ہاتھ سے تیز شعاعیں نکلیں جو اس کے جسم میں داخل ہو گئیں میں بہت حیران تھا کیونکہ یہ میرا بہت وار اور وہ کامیاب بھی رہا تھا لیکن اسے کچھ نہیں ہوا تھا پھر میں نے ایک منتر پڑھ کر آنکھیں بند کر لیں تھوڑی دیر بعد کھولیں تو اب مجھے اس کی موت کے راز کا علم ہو گیا تھا اس کے سر بالکل درمیان میں تلوار سے وار کرنے سے اس کی موت واضح بھی میں نے آہستہ سے آواز اپنی ساتھی شاہان کو سب کچھ سمجھا دیا شیطان میری طرف متوجہ تھا اس کا دھیان میرے ساتھیوں سے ہٹ چکا تھا میں نے چھوٹے موٹے وار کر کے اسے اپنی طرف الجھائے رکھا تھا شاہان اس کے پیچھے پہنچ گیا اس نے تلوار کر وار اس کے سر پر کیا تو اسے آگ لگ گئی تھوڑی ہی دیر میں اس کی رکھ ہوا میں اڑ رہی تھی۔۔۔

اچانک ایک بار پھر زمین لرزنے لگی زمین دراڑیں پڑھنے لگیں ان دراڑوں سے دھواں نکلا اور اور اس دھوئیں نے ایک دیو کا وجود اختیار کر لیا اس کا چہرہ بھی شلال سے کچھ کم نہ تھا۔

آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے مجھے یہاں سے آزاد کیا اس دیو نے کہا۔

لیکن آپ کون ہیں۔ ندیم نے کہا۔

میرا نام کمبارو دیو ہے اور شلال نے مجھے قید کر رکھا تھا آپ نے مجھے آزاد کرایا بتاؤ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔

ہم وشال جادوگر کو ختم کرنے جا رہے ہیں کیا تم بتا سکتے ہو کہ وشال جادوگر کہاں ملے گا نادر نے کہا۔

مجھے اس کا پتہ نہیں اس کا پتہ کہاں سے ملے گا وہ بتا سکتا ہوں کمبارو نے کہا۔

تو بتاؤ ہمیں میں نے کہا۔

یہاں سے مغرب کی طرف پانچ سو کلومیٹر کی مسافت پر الے پہاڑ ہیں اس میں وشال نے ایک بہت بڑی طاقت قید کر رکھی ہے اگر تم اس طاقت کو آزاد کرا لو گے تو وہ تمہیں وشال کا پتہ بتا دی گی لیکن اسے آزاد کرنا آسان نہیں ہے وہاں پر وشال کی بہت سی طاقتیں ہیں جو اس کی حفاظت کرتی ہیں کمبارو نے کہا۔

کیا تم ہمیں وہاں پہنچا سکتے ہو کاشف عبید نے کہا۔۔

آپ اپنی آنکھیں بند کر لیں کمبارو نے کہا تو ہم نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تھوڑی دیر بعد آواز آئی کہ اب آنکھیں کھولو ہم نے آنکھیں کھولی تو ہمارے سامنے پہاڑ تھے اب میں آگے نہیں جس سکتا کمبارو نے کہا۔

ٹھیک ہے تم جاؤ میں نے کہا تو وہ غائب ہو گیا ہم اللہ کا نام لے کر آگے بڑھنے لگے تقریبا آدھے گھنٹہ بعد ہمیں ایک عجیب طرح کا پہاڑ نظر

آیا سب سے آگے چلنے والے کاشف عبید کو جھٹکا
سا لگا اور وہ اڑتا وہاں دور جا کر گرا اسے ہم نے
اٹھایا تھوڑی دیر میں اس کی حالت سنبھل گئی مجھے
لگا کہ اس پہاڑ کے گرد حصار ہے جس میں کوئی بھی
مخلوق داخل نہیں ہو سکتی۔ میں نے کہا۔

پھر ہم کیسے جائیں گے ندیم نے کہا۔

اس حصار کو توڑ کر میں نے کہا۔

لیکن یہ کیسے ٹوٹے گا شاہان نے کہا۔

میں توڑوں گا میں نے کہا میں آگے بڑھا
حصار کے نزدیک پہنچ کر میں نے ایک منتر پڑھنے
لگا میں بھی منتر مکمل نہیں کر پایا تھا کہ آگ کی
چنگاڑیاں ہمارے سر پر پہنچ گئیں تھیں اب ہماری
موت صاف دکھائی دے رہی تھی اچانک کلثوم بجلی
سی تیزی سے آگے بڑھی اس نے اپنے ہاتھ سے
چنگاڑیوں کی طرف کر دیا آگ واپس پلٹی اور اس
وجود کو آگ لگ گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ آگ کا
وجود فنا ہو گیا ہم سب کلثوم کی طرف دیکھنے لگے
گویا کلثوم کی طاقتیں بھی ظاہر ہونا شروع ہو گئی
تھیں کلثوم خود بھی حیران تھی کہ اس نے کیا کر یہ
سب کیسے ہوا میں نے اپنی مرضی سے کچھ نہیں کیا
ایسا لگتا ہے کہ کسی اور طاقت اس نے مجھ سے یہ
کام کروایا ہے۔

کہیں پھر تو کوئی روح تمہارے جسم میں
داخل نہیں ہوئی نیلم نے کہا۔

نہیں اس کے جسم میں کوئی روح داخل نہیں
ہوئی تمہیں نہیں پتہ کیا کہ اس کے پاس بھی قدرتی
ہیں جو یہ چلہ کرنے کے بعد استعمال کر سکتی ہے چلہ
کرنے سے پہلے بھی استعمال نہیں کر سکتی تو پھر تم
چلہ کر لو نہ تا کہ تم اپنی مرضی سے ان طاقتوں کا
استعمال کر سکو اور وشال کو بھی ختم کرنے کے لیے
کچھ آسانی ہو جائے صباح نے کلثوم سے کہا۔

اسے چلہ کرنے میں تین دن لگیں گے اور ہم
تین دن ضائع نہیں کرنا چاہتے میں نے کہا۔

ٹھیک ہے دوستو تو اب کیوں کھڑے ہو
آگے بڑھو نادر نے کہا۔

پھر آگے بڑھنے لگے ابھی ہم تھوڑے ہی
فاصلہ طے کیا ہوگا کہ پتہ نہیں کہاں سے ایک شیر
نے ہم پر حملہ کر دیا میں سب سے آگے تھا اس نے
مجھ پر چھلانگ لگائی میں جلدی سے ایک طرف ہو
گیا لیکن اس کا ایک پنجہ میرے بازو پر لگا اور میرا
بازو زخمی ہو گیا اب شیر کے سامنے سلمیٰ کھڑی تھی
شیر اپنی خونخوار نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا شیر
آہستہ آہستہ سلمیٰ کی طرف بڑھنے لگا وہ ڈر سے
کانپ رہی تھی اس سے پہلے شیر سلمیٰ پر حملہ کرتا
پیچھے سے کاشف نے تلوار کا وار شیر کی گردن پر کیا
شیر نے ایک چیخ ماری اور وہی گر کر اس کا وجود
دھواں بن کر ہوا میں اڑ گیا پھر وہ میری طرف
متوجہ ہوئے میرا بازو بری طرح زخمی تھا کلثوم نے
اپنے دوپٹے سے پٹیں پھاڑ کر میرے بازو پر
باندھ دیا۔

تم ٹھیک ہو یہ نادر نے کہا تھا۔

ہاں میں ٹھیک ہوں یہ تو معمولی سی چوٹ
ہے میں نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر ہم آگے
بڑھنے لگے غار دائیں طرف مڑ گیا آگے ایک کمرہ
دکھائی دیا جس پر بہت بڑا تالہ لگا ہوا تھا۔

لگتا ہے وہ طاقت اسی کمرے میں ہے۔

ہم نے بڑی مشکل سے وہ تالہ توڑا پھر
دروازہ کھولا کمرہ مکمل طور پر خالی تھا اس میں کسی قسم
کا سامان نہ تھا میں دروازے سے جیسے ہی ایک
قدم آگے بڑھا تو مجھے جھٹکا سا لگا میں جلدی سے

پیچھے ہو گیا۔

کیا ہوا نادر نے کہا۔

اس کمرے میں حصار ہے اور وہ طاقت اس حصار کے اندر قید ہے میں نے کہا۔

تو بھائی وہ حصار جلدی سے توڑ دو نہ تا کہ وہ طاقت آزاد ہو جائے اور ہمیں وشال کا پتہ بتا دے نیلم نے کہا۔

میں نے اس کی بات کا جواب دیئے بغیر ہی آنکھیں بند کر لی تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولیں اور کہا کہ وہ حصار کوئی معمولی حصار نہیں ہے اس کو توڑنے کے لیے تین دن کا چلہ کرنا ہوگا میں اس حصار کو توڑنے کے لیے چلہ کروں گا۔

کیا ان تین دن میں چلہ کر لو گے میں اپنی قدرتی طاقتیں استعمال کر سکوں کلثوم نے کہا۔

ٹھیک ہے پھر ہم رات ہونے کا انتظار کرتے ہیں پھر رات کو کلثوم نے چلہ کا ورد بتایا اور سمجھا دیا پھر ہمارے چلہ کرنے کا وقت ہو گیا تھا میں نے اپنے ساتھیوں کے گرد حصار بنا دیا اور انہیں اس حصار سے نکلنے سے منع کر دیا کلثوم اور میں اپنا اپنا چلہ کرنے میں مصروف ہو گئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم دونوں نے چلہ کامیابی سے کر لیا کلثوم کو بہت سی طاقتیں مل گئی تھی وہ اب شیطانی قوتوں کے خلاف لڑ سکتی تھی میں نے جو حصار توڑنے کے لیے چلہ کیا تھا اب حصار ٹوٹ گیا تھا حصار کے ٹوٹتے ہی زور کی ہوا چلنے لگی اور اس ہوا میں ایک خوبصورت جن زادی نمودار ہوئی اس نے میرا شکریہ ادا کیا اور کہا۔

آپ نے اس قید سے آزاد کیا ہے اب میں تمہاری غلام ہوں میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں میں بہت تھکا ہوا تھا اب آرام کرنا چاہتا تھا میں نے اس کو جانے کی اجازت دے دی اور میں آرام کرنے لگا۔۔۔

صبح میرے تمام دوست اس طاقت کو دیکھنا چاہتے تھے پھر میں نے اسے بلانے کے لیے منتر پڑھا اور سامنے پھونک ماری تو وہ ظاہر ہو گئی اور بولی۔

حکم میرے آقا انا کی حاضر ہے۔

انا کی کیا تم ہمیں وشال کے بارے میں بتا سکتی ہو کہ وہ کہاں ملے گا میں نے کہا وہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔

وشال کوئی معمولی جادوگر نہیں ہے اس کی طاقتیں تو تم دیکھ چکے ہو جتنی تم اس کی طاقتیں تباہ کر چکے ہو اس سے کہیں زیادہ اس کے پاس اور ہیں ایک مورتی میں قید ہیں اگر تم ایک ایک کر کیا اس کی طاقتوں کو ختم کرتے رہے تو تمہیں کئی مہینے لگ جائیں گے اور اگر تم اسے مار بھی دیا تو مورتی والی طاقتیں آزاد ہو جائیں گی اور اس دنیا میں تباہی مچا دیں گی اس لیے تمہیں پہلے اس مورتی کو توڑ کر ان شیطانی طاقتوں کو ختم کرنا ہوگا۔

ایک وہ مورتی ہمیں کہاں پر ملے گی نیلم نے کہا۔

یہاں سے دو سو کلو میٹر کی مسافت پر ایک پہاڑی علاقہ شروع ہوتا ہے ان پہاڑوں میں ایک پہاڑ ہے وہ تمام پہاڑوں سے مختلف ہوگا اس پہاڑ کے غار دہانے کی بجائے ایک جانور کا بہت بڑا منہ بنا ہوگا اس کا منہ ایک منتر سے کھلتا ہے لیکن اس پہاڑ تک پہنچنے سے پہلے تمہیں ایک وادی میں سے گزرنا ہوگا وہ مدت کی وادی ہے اس میں جا بجا شیطانی ڈھانچے دفن ہیں اگر غلطی سے بھی تمہارے جسم کا کوئی بھی حصہ کسی ایک جگہ ٹچ ہو گیا

جہاں ڈھانچہ دفن ہو تو تمام ڈھانچے زندہ ہو جائیں گے اور اس انسانی وجود میں آ جائیں گے پھر تم سب کا خون پی جائیں گے اور تم بھی ان میں شامل ہو جاؤ گے تمہیں وہ موتی اسی پہاڑ انا کی نے کہا۔۔

ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ ڈھانچے کہاں دفن ہیں میں نے کہا۔

جہاں بھی ہوں گے وہ جگہ تھوڑی سی ابھری ہوئی ہوگی جو ایک نظر دیکھنے پر واضح ہو نظر نہیں آئے گی آپ کو بہت غور سے دیکھ کر قدم رکھنا ہوگا اس نے کہا۔

ٹھیک ہے اب تم جاؤ ہم ابھی سفر شروع کرتے ہیں میں نے کہا اور وہ غائب ہوگئی ہم نے بھی سفر شروع کر دیا۔

دو دن بعد ہم اس وادی میں داخل ہو چکے تھے راستے میں بہت سی چھوٹی بڑی طاقتوں نے ہم پر حملہ کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہم نے انہیں شکست دے دی تھی۔۔

موت کی وادی میں ہم بہت احتیاط سے چل رہے تھے یہاں تو ہر قدم رکھنے پہلے غور سے دیکھا پڑتا اس لیے اس وادی میں ہمیں دیر لگی تین دن بعد ہمیں دور سے پہاڑ نظر آئے تو ہم سب بہت خوش ہوئے اس خوشی میں ہم تیز تیز قدم اٹھانے لگے اور پہنچے بھی غور کرنا چھوڑ دیا تھا۔

یہی ہماری جگہ پر پڑ گیا جہاں ڈھانچہ دفن تھا میں نے کاشف عبید کو جلدی سے اپنی طرف کھینچا کاشف کے ہٹتے ہی زمین پھٹ گئی اور اس میں سے ایک ڈھانچہ نکلا پھر ہمارے چاروں طرف زمین پھٹنے لگی۔

اور ان میں سے ڈھانچے نمودار ہونے لگے تھوڑی دیر میں ہی سینکڑوں ڈھانچے ہمارے ارد گرد کھڑے تھے اچانک ان ڈھانچوں پر گوشت آنے لگا اور وہ مکمل انسان بن گئے تو گویا وہ خون کے پیاسے انسان بن چکے تھے وہ ہماری طرف بڑھنے لگے تمام لڑکیاں ڈر سے کانپ رہی تھی ہماری حالت بھی بہت خراب تھی میں نے اور کلثوم نے بہت منتر پڑھ کر ان پر پھونک ماری لیکن پر تو کوئی اثر نہیں تھا اب ہمیں موت نظر آ رہی تھی

طاہر یار کچھ کرو کرو کاشف نے کہا۔

میں نے بہت کوشش کی ہے لیکن ان پر تو کوئی بھی وار اثر نہیں کر رہا میں نے کہا۔ لیکن کچھ تو حل ہوگا ناں صباء نے کہا۔ اب ڈھانچے ہمارے قریب پہنچ چکے تھے میں نے اپنی تمام طاقتیں جمع کیں اور انہیں ان ڈھانچوں سے لڑنے کے لیے کہا لیکن وہ بھی ناکام رہی پھر ایک جن نے کہا۔

صرف ایک طریقہ ہے ان کو ختم کرنے کا وہ بہت ہی مشکل ہے۔

کیا وہ طریقہ جلدی بتاؤ میں نے چیخ کر کہا

تو میرے سب ساتھی مجھے حیرت سے دیکھنے لگے کیونکہ وہ طاقتیں صرف مجھے ہی نظر آ رہی تھیں نہ ہی وہ آواز دن رہے تھے آپ کے جس ساتھی نے بھی انہیں آزاد کیا ہے آپ کو اسکی اپنی قربانی دینی ہوگی اگر وہ انہیں ڈھانچوں کے پاس اپنا گلا اس طرح کاٹے کہ خون کا فوارہ اس طرح اس ڈھانچے کے سر پر گرے جس کے ساتھ وہ بچ ہوا تھا اور اس کی لاش کو فوراً اسی جگہ دفن کر دیا جائے اس کے دفن ہوتے ہی یہ خون کے پیاسے انسان ہمیشہ کے لیے تباہ ہو جائیں گے اس جن نے کہا نہیں میں اپنے دوست کی قربانی نہیں دوں گا میں نے کہا۔

طاہر یہ تم کس سے باتیں کر رہے ہو اور انہیں ختم کرنے کا کیا طریقہ ہے کاشف نے کہا۔

دوست انہیں ختم کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے میں نے جھوٹ بول دیا اور کاشف کو نہیں بتایا انہیں ختم کرنے کے لیے اپنی قربانی دینی ہوگی

جھوٹ بول رہے ہو تم ابھی تو تم کسی سے کہہ رہے تھے کہ انہیں ختم کرنے کا کیا طریقہ ہے طاہر تمہیں میری قسم ہے جلدی بتاؤ کاشف نے کہا۔ تو میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور میں نے اسے بتا دیا۔

اتنی سی بات ہے دوست ٹھیک ہے تم وشال جادوگر کو تڑپا تڑپا کر مارنا میں اپنا فرض پورا ادا کرنے جا رہا ہوں کاشف نے کہا۔

نہیں دوست ہمیں مرنا ہے تو مرنے دو سب ایک ساتھ ہی مریں گے تم اپنی قربانی نہیں دو گے میں نے کہا۔

نہیں طاہر اگر ہم سب یہی مر گئے تو وشال کو کون ختم کرے گا خدا حافظ۔ دوستو اس نے کہا۔

اس سے پہلے کہ ہم اسے روکتے وہ بھاگتا ہوا اس ڈھانچے کے پیچھے جا کر اپنا گلہ تلوار سے کاٹ دیا اس کے گلے سے خون فوارہ بن کر نکلا اور ڈھانچے کا سر سرخ ہو گیا یہ سب کچھ اتنا جلدی ہو گیا کہ ہم کاشف کو روک بھی نہیں سکے سلمٰی تو دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی اور کاشف کی طرف بھاگی تو پیچھے سے نیلم نے پکڑ لیا ہماری آنکھوں کے سے بھی آنسو نکل رہے تھے میں اپنے آپ کو کوس رہا تھا کہ میں نے اسے کیوں بتا دیا تھا اب ڈھانچے بالکل ہمارے قریب آ چکے تھے انہوں نے ہمیں پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھائے مجھے تو کوئی ہوش نہیں تھا میری نظریں تو کاشف کے مردہ وجود پر گئی ہوئی تھی۔

طاہر اب جو کچھ ہو گیا سو ہو گیا ہے کیا ہم اپنے دوست کی موت کا بدلہ نہیں لیں گے شاہان نے مجھے جھنجھوڑتے ہوئے کہا میں نے چونک کر سامنے دیکھا تو ڈھانچہ میرے قریب پہنچ چکا تھا اور وہ مجھے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھا رہا تھا میں نے جلدی سے اسے ایک ورد پڑھ کر ڈھانچوں پر پھونک ماری تو وہ اڑتے ہوئے دور جا گرے لیکن نہیں کوئی نقصان نہیں ہوا تھا میرا مقصد ان کو دور کرنا تھا تاکہ ہم کاشف کو اچھے سے دفنا سکیں پھر ہم جلدی سے آگے بڑھنے لگے ہم نے جلدی جلدی قبر پر مٹی پھینکنے لگے جیسے ہی قبر مکمل ہوئی ایک زوردار دھماکہ ہوا اور تمام ڈھانچوں کو آگ لگ گئی تھوڑی دیر میں تمام ڈھانچے بھسم ہو گئے سلمٰی مسلسل رو رہی تھی اس نے برا حال کر لیا تھا ہم نے اسے تسلی دی ہم سب کاشف کی موت پر غمگین تھے آنسو آنکھوں سے رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے پھر ہم نے خود کو سنبھالا اور وشال کو ختم کرنے کے لیے ایک بار پھر سفر جاری کر دیا آخری بار کاشف کی قبر پر الوداعی نظروں سے دیکھا اور آگے بڑھنے لگے۔

ہم اس وادی سے نکل کر پہاڑی علاقے میں داخل ہو گئے تھے اس پہاڑ کو ڈھونڈنے لگے تھے آخر وہ پہاڑ ہمیں مل گیا اس کے دہانے کی جگہ شیر کا منہ تھا میں نے اس جن زادی انا کو بلایا اور اس سے دروازہ کھلنے کا منتر پوچھا تو اس نے منتر بتا دیا پھر وہ غائب ہو گئی۔

میں نے منتر پڑھا تو اس کی آنکھوں اور منہ میں حرکت ہونے لگی اور اس کا منہ غار کے دہانے جتنا کھل گیا پھر ہم اس میں داخل ہو گئے جیسے ہی

ہم غار میں داخل ہوئے تو سامنے سے بے شمار سانپ نمودار ہوئے اور وہ ہماری طرف بڑھنے لگے کلثوم نے کچھ پڑھ کران پر پھونک ماری توان میں بے چینی سی پیدا ہوگئی وہ واپس مڑے اور کہیں غائب ہو گئے ہم آگے بڑھنے لگے آگے ہم پر ہر کسی نے حملہ نہیں کیا شاید شیطانی طاقتوں کو یقین تھا کہ ہمارا کوئی بھی دشمن ان ڈھانچوں سے بچ کر یہاں نہیں آسکتا لیکن انہیں یہ پتہ نہیں تھا کہ جیت ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔

ہم آگے بڑھے تو ہمارے سامنے ایک بہت بڑا بت کھڑا تھا اب ہمیں اس مورتی کو ڈھونڈنا تھا ہم نے پوری غار چھان ماری لیکن ہمیں مورتی نظر نہیں آئی ہم تھک ہار کر بیٹھ گئے اچانک میرے ذہن میں خیال آیا کہ شاید مورتی اس بت میں ہو ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ اپنے ساتھیوں کو بتاؤں کہ اچانک غار میں زوروں کی ہوا چلنے لگی ہم حیران ہوئے کہ غار میں ہوا کا حملہ کہاں سے داخل ہوا ہے پھر ہوا تھمنے لگی اور دور سے ایک بھیانک آدمی چلتا ہوا نظر آیا۔ ہماری طرف ہی آرہا تھا اس کا سر بالکل گنجا تھا اس کی لمبی اور موٹی ناک پھیلی ہوئی تھی اس کا چہرہ بالکل سیاہ تھا اور اس نے جانگیہ پہنا ہوا تھا ہم جلدی سے اٹھ کر کھڑے ہوئے اور اپنے آپ کو ہر قسم کے حملے کے لیے تیار کیا وہ ہمارے سامنے آکر کھڑا ہوگیا تھا۔

کون ہو تم میں نے کہا۔

میں کون ہوں ابھی تمہیں پتہ چلا جائے گا تم نے مجھے بہت نقصان پہنچایا ہے میری بے شمار طاقتوں کو ختم کیا ہے لیکن اب تمہیں میں عبرتناک موت ماروں گا اس نے خوفناک آواز میں کہا اس کی باتوں سے اتنا تو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ وشال جادوگر ہے لیکن ہم نے سوچا بھی نہ تھا کہ وہ میں یہی مل سکتا ہے شاید اسے معلوم ہو گیا تھا کہ ہم اس کی طاقتیں ختم کرنے والے ہیں۔ اس لیے وہ خود ہی انہیں بچانے کے لیے آگیا تھا۔

اچھا تو تم ہو وشال جادوگر اتنے بڑے جادوگر ہو اور پہننے کے لیے کپڑے نہیں ہیں یہ جانگیہ ملا تھا پہننے کے لیے۔

نادر نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا اس کی بات پر ہم بھی اپنی ہنسی نہ روک سکے سب کے منہ سے ہنسی نکل گئی نادر کی بات پر وشال طیش میں آگیا اور اس نے کوئی جواب دیئے بغیر ہی اپنا ہاتھ ہماری طرف کیا اس کے ہاتھ سے آگ کا ایک بہت بڑا گولہ نکلا جو ہماری طرف بڑھنے لگا تلواروں کو روکنے کے لیے ابھی میں منتر ہی پڑھ رہا تھا کہ اس کلثوم کی طرف کیا پھینکا ہم نے تلواروں کو تو جیسے تیسے راستے میں روک لیا لیکن ترشوں کو نہیں روک پائے ترشوں تیزی سے کلثوم کی طرف بڑھ رہا تھا اس سے پہلے کہ ترشول کلثوم کو لگتا درمیان میں سلمیٰ آگئی اور ترشول اس کے پیٹ میں گھپ گیا اور وہ نیچے گر گئی سلمیٰ یہ تم نے کیا کیا تم نے میری جان بچانے کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگا دی کلثوم نے کہا ہم بھی سلمیٰ کی طرف بڑھے۔

دوستو۔م۔م۔میں نے اپنا فرض نبھا دیا ہے اب تم بھی اپنا فرض نبھاؤ اور اس درندے کو اس کے انجام تک پہنچاؤ اور ویسے بھی کاشف ہی نہیں رہا تو میں کاشف کے بغیر زندہ کیسے رہوں گی سلمیٰ نے اتنا ہی کہا اور اس کی گردن ایک طرف لڑھک گئی ابھی ہم ایک دوست دوست کی موت بھولے نہیں تھے کہ ہماری دوست بھی ہمیں چھوڑ

کر چلی گئی ہمیں بہت دکھ ہوا لیکن اس وقت انسانیت کا دشمن اور ہمارے دوستوں کا قاتل ہمارے سامنے کھڑا تھا اور ہم اسے کوئی اور موقع دینا نہیں چاہتے تھے۔

وشال تم نے بہت قتل و غارت کیے ہیں تم نے انسانیت پر بہت ظلم کیے ہیں اور اب مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ میں چیختے ہوئے کہا اور تیزی سے اس کی طرف بڑھا تو منتر پڑھنے لگا اس سے پہلے کہ وہ منتر مکمل کرتا میں نے تلوار کا زور دار وار اس کی ٹانگ پر کیا اور اس کی ٹانگ اس کے جسم سے الگ ہوگئی وہ تکلیف کی وجہ سے چیخنے لگا نادر اور ندیم وہ مورتی اس بت ہوگی تم جلدی سے اس بت کو توڑ دو میں نے ندیم کو آواز دیتے ہوئے کہا وہ دونوں اس بت کی طرف تیزی سے بڑھے ان کے درمیان دو بدروحیں حائل ہوئیں انہوں نے تلوار نکالی اور ان کا صفایا کر دیا پھر وہ آگے بڑھے اور بت کے بالکل قریب پہنچ گئے ندیم نے تلوار کا بھرپور وار بت پر کیا تو بت ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا اور اس میں سے ایک مورتی نکلی اس کی جسامت پانچ فٹ کی تھی مجھے معاف کر دو میں آئندہ کسی انسان کو قتل نہیں کروں گا مجھے مت مارو اب وشال گڑگڑا رہا تھا لیکن ہم اسے کیسے معاف کر سکتے تھے وہ ہمارے دوستوں کے ساتھ ساتھ پوری انسانیت کا قاتل تھا نادر نے تلوار کا وار مورتی پر کیا تو مورتی ٹکڑے ہوگئی اور اس میں سے خون نکلنے لگا میں تلوار سے وشال کا سر تن سے جدا کر دیا پھر سلمٰی کی لاش کو اٹھا کر واپسی کے لیے چل دیئے

ہمیں خوشی بھی تھی کہ اور غم بھی خوشی اس بات کی ہم نے ایک ظالم انسان کا خاتمہ کر دیا ہے اور غم اس بات کا ہمارے دو ساتھی ہم سے جدا ہوگئے۔

قارئین کرام میں نیا نیا رائٹر ہوں اگر میری کہانی میں کوئی غلطی ہو تو سوری۔

-------طاہر عباس۔شجاع آباد

غزل

کلیوں کی مہک ہوتا تاروں کی ضیا ہوتا
میں بھی تیرے گلشن میں پھولوں کا خدا ہوتا
ہر چیز زمانے کی آئینہ دل ہوتی
خاموش محبت کا اتنا تو صلہ ہوتا
دل پریشان کی پرستش کے لئے آتے تم
صحرائے تمنا میں میلہ سا لگا ہوتا
احساس کی ڈالی پہ اک پھول مہکتا ہے
زلفوں کے لئے تم نے اک روز چنا ہوتا

محمد امجد اسماعیل

غزل

آج رات تم یاد آئے بہت
آنکھوں نے بھی آنسو بہائے بہت
تم کو تھوڑا سا بھی رحم نہ آیا
ہم نے ستم بھی اٹھائے بہت
کیسے بتاؤں تم سے کتنا پیار ہے مجھے
تم کو حال دل سنانے کے بہانے بنائے بہت
کس کس کو بتاؤں ستمگر تمہاری عنایتیں
تم نے بھی ہم پر ظلم ڈھائے بہت
اب تو آکر دیکھ لے بے وفا بشارت کی حالت
تمہاری یہ بے رخی مجھ کو تڑپائے بہت
کوئی ایک آدھ ہوتا تو ہنس کر سہہ جاتے
ایس تم نے بھی ہمارے دل پر زخم لگائے بہت

بے نام، لاپتہ

کالا جادو

۔۔تحریر۔ ایس مصباح اکرن۔ موسیٰ خیل۔۔

ادھر علی شیر بیٹی کو ڈھونڈتے ہوئے جنگل چل پڑا کیونکہ اسے شک تھا کہ جیسے وہ چڑیل سمجھ رہے تھے وہ حاجرہ نہ ہو جب علی شیر جنگل میں پہنچا تو حاجرہ کی چیخیں اسے دور سے سنائی دیں علی شیر دوڑ کر جا کر دیکھا تو حاجرہ درخت سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھی چیخ رہی تھی علی شیر کو سامنے دیکھ کر حاجرہ غصے سے دوڑی اور باپ پر حملہ کر دیا علی شیر بھاگنے میں تو کامیاب ہو گیا مگر اس کا بایاں ہاتھ حاجرہ نے چبا لیا تھا حاجرہ کالے جادو کی وجہ سے مکمل چڑیل بن چکی تھی اوپر ہاتھوں اور پاؤں پر کسی بھینس کی طرح چلتی تھی اور شکل کے علاوہ باقی وہ پوری ہی تبدیل ہو چکی تھی علی شیر گھر پہنچا اور سارے گھر والے خبر سن کر رونے لگے بشیراں اور ممتاز پچھتا رہی تھی اور آمنہ رو رو کر برا حال کر رہی تھی علی شیر ایک رشتہ دار پیر کو جانتے تھے وہ پیر آج بھی گدی نشین ہیں انہیں میاں صاحب کہتے ہیں ان کو بلوایا انہوں نے دم کیا مگر کچھ اثر نہ ہوا حاجرہ چلنے کا نام بھی نہیں لیتی تھی علی شیر بڑا پریشان تھا وہ حاجرہ کو یوں نہیں دیکھ سکتا تھا پھر سے میاں صاحب سے جا ملا پاؤں پکڑ کر منتیں کیں کہا۔ میری بیٹی کو ٹھیک کر دو میاں صاحب پھر جنگل پہنچے اور ساتھ میں بہت سے آدمی اور رسیاں لائے حاجرہ کو رسیوں سے جکڑ کر ان آدمیوں نے بمشکل سے گاڑی میں بٹھایا اور باندھ کر میاں صاحب کے دربار پر لے آئے حاجرہ ویسے کی ویسی ہی تھی کچھ سدھار نہ تھا اس کی طبیعت میں علی شیر بہت پریشان تھا جس رات جس ٹائم اور جس تاریخ کو حاجرہ کو چڑیل بنایا گیا تھا ٹھیک سال بعد اسی رات حاجرہ کی طبیعت کچھ سنبھلی اس کے بال اور چہرہ بالکل ٹھیک ہو گیا اور آواز بھی سال بعد واپس آ گئی مگر سارا جسم ویسا ہی رہا۔ ایک سنسنی خیز کہانی۔

قارئین کرام یہ ایک واقعہ نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے جو آپ بھی پڑھ کر حیران ہوں گے یہ واقعہ میری پھوپھو جان نے سنایا ہے یہ واقعہ ایک گاؤں کا ہے جس میں ایک گھرانہ آباد تھا جس میں علی شیر اس کی بہن بشیراں بی بی علی شیر کی بیوی آمنہ علی شیر کی ماں ممتاز بی بی اور علی شیر کی بیٹی حاجرہ اور بیٹا نور رہتے تھے علی شیر کا والد غلام محمد فوت ہو گیا آمنہ بی بی نہایت ہی سلجھی ہوئی اور با اعتماد خاتون تھیں علی شیر کی بہن بشیراں اسی گاؤں میں شادی شدہ تھیں حاجرہ بی بی کا رشتہ اس کے چچا زاد سے ہوا تھا اور منور باپ کے ساتھ ہی کھیتوں میں ہاتھ بٹھاتا تھا منور بھی اپنی ماں کی طرح سلجھا ہوا تھا منور کا رشتہ بشیراں بی بی کے سسرال میں کرنا چاہتی تھی مگر منور اپنی ماموں کی بیٹی کو چاہتا تھا اور اسی سے ہی شادی کرنا چاہتا تھا منور کے ماموں کی بیٹی زینب بہت ہی خوبصورت اور سلجھی ہوئی تھی گھر کے کام خوب جانتی تھی رشتے کی وجہ سے بشیراں اور آمنہ کا جھگڑا

ہو گیا مگر جو قسمت میں ہو وہی ہوتا ہے سچا
پیار جیت گیا اور زینب۔ منور کی شریک حیات بن
گئی لالٹین کی مدھم روشنی میں زینت کا چہرہ اور بھی
نکھرا ہوا لگ رہا تھا کسی پری کی طرح زینب بیٹھی
تھی لیکن بشیراں جل رہی تھی وہ ذرا بھی خوش نہ تھی
اس رشتے سے یہ جس کی دور کی بات ہے اس
وقت لالٹین نہیں ہوتی تھیں بشیراں اور اس کی ماں
ممتاز بی بی خوش نہیں تھیں وہ اپنا بدلہ لینا چاہتی تھی
اسی لیے ہی انہوں نے چڑیل کے بال اور دل پر
کالا جادو کیا یا کروایا پتہ نہیں انہوں نے پانی پا کالا
جادو کروایا زینب پر پھینکنے کے لیے پر جو ہوا بہت
برا ہوا تھا زینب اور حاجرہ نے ایک ہی رنگ کے
کپڑے پہنے ہوئے تھے جب سب سو گئے تو
زینب اور منوں چھپ پر چلے گئے۔ اور حاجرہ
زینب کی جگہ پر سو گئی جب آدھی رات ہوئی تو
بشیراں بی بی ایک دم پانی لے کر آئی اور زینب سمجھ
کر سارا پانی چھینٹوں سے حاجرہ پر پھینک دیا پانی
ڈالنے کی دیر تھی کہ حاجرہ کا چہرہ بدلنے لگا آواز کی
جگہ صرف خراہٹیں ہی نکل رہی تھی اور وہ بھاگ
رہی تھی بال پاؤں تک لمبے ہو گئے تھے قد بھی لمبا
ہو گیا تھا اور جسم کی شکل کسی بھینس سے مشابہہ ہو گئی
پرانے زمانے میں لوگ چڑیلیں اکثر دیکھتے تھے تو
اس وجہ سے حاجرہ کو بھی انہوں نے چڑیل سمجھا
آدھی رات کا وقت تھا لائٹیں ویسے ہی نہیں ہوتی
تھیں سب گھر والوں نے مل کر حاجرہ کو خوب مارا
زخمی کر کے گاؤں کے جنگل میں چھوڑ آئے واپس
آ کر سو گئے بشیراں اور ممتاز خوش تھیں کہ انہوں
نے بدلہ لے لیا ہے اور سکون سے سو گئیں تھیں
جب صبح ہوئی تو زینب تیار ہو کر چھت پر سے نیچے
اتر آئی تھی اور خوبصورت اور نرم و نازک سی یہ دیکھ
کر بشیراں اور ممتاز ڈر گئی کہ یہ زینب تو یہاں ہے تو
چڑیل کون بن گئی تھی اتنے میں آمنہ حاجرہ کو آواز
دیتی ہوئے ادھر آ گئی بشیراں نے آمنہ سے کہا۔
کیوں صبح صبح شور مچا رہی ہو تو آمنہ گھبرا کر
بولی۔
شور نہ مچاؤ میری جوان بیٹی گھر سے غائب
ہے سارا گھر محلہ دیکھ لیا مگر حاجرہ کا کچھ پتہ نہیں
ہے یہ سن کر دونوں ماں بیٹی ممتاز اور بشیراں کے
پسینے چھوٹ گئے ادھر علی شیر بیٹی کو ڈھونڈتے
ہوئے جنگل چل پڑا کیونکہ اسے شک تھا کہ جیسے وہ
چڑیل سمجھ رہے تھے وہ حاجرہ نہ ہو جب علی شیر
جنگل میں پہنچا تو حاجرہ کی چیخیں اسے دور سے
سنائی دیں علی شیر دوڑ کر جا کر دیکھا تو حاجرہ
درخت سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھی چیخ رہی تھی علی
شیر کو سامنے دیکھ کر حاجرہ غصے سے دوڑی اور باپ
پر حملہ کر دیا علی شیر بھاگنے میں تو کامیاب ہو گیا مگر
اس کا بایاں ہاتھ حاجرہ نے چبا لیا تھا حاجرہ کالے
جادو کی وجہ سے مکمل چڑیل بن چکی تھی اور ہاتھوں
اور پاؤں پر کسی بھینس کی طرح چلتی تھی اور شکل
کے علاوہ باقی وہ پوری ہی تبدیل ہو گئی تھی علی شیر
گھر پہنچا اور سارے گھر والے خبر سن کر رونے
لگے بشیراں اور ممتاز پچھتا رہی تھی اور آمنہ رو رو کر
برا حال کر رہی تھی علی شیر ایک رشتہ دار پیر کو جانتے
تھے وہ پیر آج بھی گوشہ نشین ہیں انہیں میاں
صاحب کہتے ہیں ان کو بلوایا انہوں نے دم کیا مگر
کچھ اثر نہ ہوا حاجرہ چلنے کا نام بھی نہیں لیتی تھی علی
شیر بڑا پریشان تھا وہ حاجرہ کو یوں نہیں دیکھ سکتا تھا
پھر سے میاں صاحب سے جا ملا پاؤں پکڑ کر منتیں
کیں کہا۔
میری بیٹی کو ٹھیک کر دو میاں صاحب پھر

جنگل پہنچے اور ساتھ میں بہت سے آدمی اور رسیاں لائے حاجرہ کو رسیوں سے جکڑ کر ان آدمیوں نے بمشکل سے گاڑی میں بٹھایا اور باندھ کر میاں صاحب کے دربار پر لے آئے حاجرہ ویسے کی ویسی ہی تھی کچھ سدھار نہ تھا اس کی طبیعت میں علی شیر بہت پریشان تھا جس رات جس ٹائم اور جس تاریخ کو حاجرہ کو چڑیل بنایا گیا تھا ٹھیک سال بعد اسی رات حاجرہ کی طبیعت کچھ سنبھلی اس کے بال اور چہرہ بالکل ٹھیک ہو گیا اور آواز بھی سال بعد واپس آ گئی مگر سارا جسم ویسا ہی رہا پھر دم درود ہوئے میاں صاحب نے وظیفے کیے اور پھر پورے پانچ سال بعد حاجرہ مکمل ٹھیک ہوئی علی شیر نے میاں صاحب سے پوچھا۔

یہ اتنا ظالم جادو کس نے کیا تو میاں صاحب نے پہلے نہیں بتایا پھر بس اتنا کہا۔

اپنوں سے دور رہو جو دشمن ہیں پھر بھی علی شیر کی ضد پر بتایا کہ حاجرہ کی پھوپھو اور دادی یعنی میری ماں اور بہن نے یہ جادو کیا مگر حاجرہ پر نہیں کیا تھا بلکہ زینب پر تھا مگر حاجرہ نشانہ بن گئی آج بھی حاجرہ زندہ ہے پچھتر سال کی حاجرہ کنواری رہ گئی دادی اور پھوپھو کا نشانہ بن گئی آج بھی کبھی کبھار حاجرہ کو دورے پڑتے ہیں علی شیر نے ماں اور بہن سے سارے رشتے توڑ دیئے تھے اور خود بشیراں اور ممتاز نے قبول کیا کہا۔

ہاں ہم نے ہی کالا جادو کیا تھا خدا سب کو ہدایت دے اور حاجرہ کو سکھ عطا کرے اور کالے جادو کا دنیا سے خاتمہ کرتے یہ مسئلہ آج کا نہیں بلکہ سالوں سے چلا آ رہا ہے کہ رشتے کے تنازوں پر لوگ کیا کچھ کر دیتے ہیں رشتوں کی پہچان ختم ہو گئی ہے انسانیت ہر کسی میں نہیں رہی قارئین کرام خدا سے شیطان سے بچنے کی دعا کیا کریں اور باقاعدہ نماز ادا کریں تاکہ آئندہ کوئی بھی کالے جادو کی زد میں نہ آئے خدا سب کو خیریت سے رکھے جس درد سے حاجرہ گزری ہے خدا کسی کو وہ درد نہ دے۔ آمین۔

قارئین کرام کیسی لگی میری اسٹوری اس سے پہلے میں نے دو سٹوریاں بھیجی ہیں لیکن وہ آج تک شائع نہیں ہوئی ہیں اگر یہ کہانی خوفناک ڈائجسٹ کے معیار پر پوری اترے تو اس کو ضرور شائع کرنا اور قارئین کرام مجھے اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا۔ مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

ایس مصباح اکرم۔ موسیٰ خیل۔

کچھ یادیں کچھ باتیں

☆ دل میں اترنے کیلئے سیڑھیوں کی نہیں بلکہ اچھے اخلاق کی ضرورت پڑتی ہے۔

☆ کسی کی تباہ حالی پر خوش نہیں ہونا چاہیے کیا پتہ کل زمانہ تیرے ساتھ بھی یہی سلوک کرے۔

☆ محبت کا ایک عمدہ پہلو یہ ہے کہ وہ فکر کی عادت ڈالتی ہے۔

☆ دل کی بھی ہزار آنکھیں ہوتی ہیں مگر محبوب کے عیبوں کو نہیں دیکھ سکتا۔

☆ یادیں ماضی کا حسن، مستقبل کا سرمایہ ہوتی ہیں۔

فدا کریم زاهد۔ مستوج

خونی چڑیل

---تحریر: عدنان عاشق پریم۔ گوجر خان۔

سانول کو کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ احمد کے گلے میں لاکٹ ہے وہ جیسے ہی احمد کے ساتھ ٹچ ہوا اس کو بجلی کی طرح ایک شدید جھٹکا لگا اور دور جا گرا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کو آگ لگ گئی۔ اور وہ احمد کے سامنے ہی تڑپنے لگا اور تڑپتے تڑپتے وہی ٹھنڈا ہو گیا اور اس کا جسم بھی راکھ کا ایک ڈھیر بن گیا۔ وہ وہاں سے چل دیا اور کنویں کو تلاش کرنے لگا لیکن اتنی تلاش کے بعد بھی اس کو کنواں نہ ملا وہ تھک ہار کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ اور پریشان ہو گیا کہ اسے کنواں کہاں ملے گا تھوڑی دیر بعد وہ آرام کرنے کے بعد اٹھا اور ایک بار پھر اس نے تلاش شروع کر دی اور اسے وہ کنواں نظر آ گیا۔ وہ آگے اس کے نزدیک پہنچا اور یہ دیکھ کر اس کو حیرت ہوئی کہ وہ کنواں بہت ہی عجیب وغریب قسم کا تھا اور اس کنویں کے پانی پر قدرتی طور پر دھوپ پڑ رہی تھی اس کنویں کے پاس ہی ایک رسی اور لوٹا پڑا ہوا تھا جیسے اس کنویں سے کوئی پانی بھرتا ہو احمد نے اس کی مدد سے کنویں سے پانی نکالا اور اسے ایک بوتل میں بھرنے لگا جیسے ہی اس نے پانی بوتل میں بھرا تو اس کے سامنے ایک دھماکہ ہوا اس سے وہی کالی ڈائن سامنے آ گئی اور اس نے آتے ہی احمد پر حملہ کر دیا مگر خوشی کی بات یہ کہ احمد کے گلے میں لاکٹ ہونے کے باوجود اسے چھو بھی نہ سکی احمد کو باباجی کی آواز سنائی دی بیٹا وہ کنویں کا پانی اس کالی ڈائن پر ڈال دو وہ مر جائے گی۔ احمد نے ایسا ہی کیا پھرتی کے ساتھ وہ پانی اس چڑیل پر انڈیل دیا۔ پانی پڑنے کی دیر تھی کہ اس کالی ڈائن کو آگ لگ گئی اور وہ وہی ڈھیر ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں صرف راکھ کا ڈھیر تھا اچانک دور سے احمد کو باباجی آتے ہوئے دکھائی دیئے انہیں دیکھ کر احمد کو روحانی سی خوشی ملی وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے ہاتھوں کتنا اہم کام سرانجام ہو گیا ہے اور یہ سب باباجی کی وجہ سے ہوا ہے اگر باباجی ہمیں کچھ بھی نہ بتاتے تو ہوسکتا تھا کہ ان کے گاؤں تباہ وبرباد ہو جاتے۔ باباجی چلتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گئے۔ ---ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

چاند نگر ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جو بہت ہی پیارا اور خوبصورت تھا جس کا نام پریم نگر تھا ان دونوں گاؤں کے درمیان ایک ندی گزرتی تھی ان دونوں گاؤں کے درمیان کافی اچھے تعلقات تھے اگر کسی ایک گاؤں میں مصیبت آئی تو دوسرے گاؤں والے اس کی بھرپور مدد کرتے تھے اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے دونوں گاؤں کا آپس میں باہمی اتفاق تھا ان دونوں گاؤں کے سردار بھی نیک دل تھے ان دونوں سرداروں کے درمیان بھی باہمی اتفاق تھا لوگ ان سے بہت خوش تھے ان دونوں گاؤں میں لوگوں کی بہت ساری زمینیں تھیں لوگ زمینوں میں ہل چلاتے اور اپنا گزر بسر کرتے تھے چاند نگر گاؤں میں

ایک لڑکا احمد رہتا تھا احمد کا اس دینا میں کوئی نہیں تھا اس لیے وہ چاندنگر کے سردار جس کا نام امین تھا اس کے ساتھ رہتا تھا امین کا اس دنیا میں کوئی بیٹا نہ تھا اس لیے وہ احمد کو ہی اپنا بیٹا مانتا تھا احمد بہت ہی سیدھا سادھا نوجوان تھا اسے دینا کی رنگینوں کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا احمد شکل وصورت کے لحاظ سے بہت ہی خوبصورت تھا۔

دوسری طرف پریم نگر میں سانول نام کا ایک لڑکا تھا جو کہ پریم نگر گاؤں کے سردار کا بیٹا تھا پریم نگر گاؤں کے سردار کا نام رحمان تھا رحمان پریم نگر گاؤں کا سردار ہونے کے ساتھ ساتھ بہت امیر ترین آدمی تھا اس لیے رحمان نے سانول کو شہر پڑھائی کے لیے بھیجا تھا سانول شہر کے سب سے مشہور کالج میں پڑھتا تھا کالج کی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد سانول اپنے گاؤں پریم نگر واپس آ گیا۔ پریم نگر کبھی سانول نہ گیا تھا نزدیک ترین ہونے کی وجہ سے چاندنگر بھی سانول نہ گیا تھا۔ اور نہ ہی وہ چاندنگر گاؤں کے لوگوں کو جانتا تھا سانول کو کالج مین تانیہ نام کی لڑکی سے پیار ہوگیا تھا تانیہ بھی سانول کو پاگلوں کی طرح چاہتی تھی اس لیے سانول تانیہ کو بھی اپنے ساتھ پریم نگر لے آیا تھا تانیہ کا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا وہ اکیلی تھی اس لیے وہ سانول کے ساتھ ہی آ گئی تھی سانول نے اپنے باپ رحمان کو تانیہ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا تانیہ رحمان کو بہت ہی اچھی لگی اور اسے اپنے گھر کی بہو بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا تانیہ سانول کی ماں کو بھی بہت اچھی لگی تھی سانول کی ماں نے تانیہ سے اس کے گھر والوں کے بارے میں پوچھا تو تانیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے سانول کی ماں نے اس سے کہا۔

بیٹی کیا ہوا۔

میرا اس بھری دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے۔

پاگل کون کہتا ہے کہ تیرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہم ہیں نہ تو مجھے ماں بلایا کر۔

سچ ماں وہ یہ سن کر بہت ہی خوش ہوئی۔

احمد اپنے کھیتوں میں کام کر رہا تھا وہاں امین آ گیا وہ احمد کو کام کرتا ہوا دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا احمد نے جب امین کو دیکھا تو وہ کام چھوڑ کر امین کی طرف چل دیا اور ان کو ادب سے سلام کیا۔

وعلیکم اسلام۔ بتاؤ کیسا چل رہا ہے کام

بہت اچھا لیکن آپ یہاں کیسے۔

بس بیٹا کھیتوں کی سیر کو نکلا تھا۔ من کیا تو تم سے ملنے چلا آیا اچھا کرو کام۔

جی اچھا۔ وہ اتنا کہہ کر دوبارہ سے کام کرنے لگا امین آگے چل پڑا جب احمد کام سے فارغ ہوا تو اور گھر کو واپس جانے لگا تو احمد کو دور کھیتوں میں کچھ دکھائی دیا پہلے تو احمد نے سوچا کہ چھوڑ و یار ویسے ہی کوئی چیز ہوگی پھر اس نے سوچا کہ جا کر دیکھنے مین کیا ہرج ہے احمد اس کی طرف چل پڑا جس طرف وہ چیز پڑی ہوئی تھی جب احمد اس کے بالکل قریب پہنچا تو اس کو ایک لڑکی بے ہوش پڑی ہوئی ملی اس لڑکی کے سر پر چوٹ لگی ہوئی تھی اور خون بہہ رہا تھا احمد اس کو دیکھ کر ڈر گیا اور سوچنے لگا کہ اس لڑکی کو یہاں کون چھوڑ گیا ہے اور یہ لڑکی کون ہے

وہ سوچوں کی دنیا سے باہر نکلا اور اس لڑکی کو اٹھایا اور اپنے گھر کی طرف چل دیا۔

امین نے دور سے ہی احمد کو دیکھ لیا تھا کہ وہ لڑکی کو کندھے پر اٹھائے ہوئے چلا جارہا تھا تو وہ بھی اس کی طرف ہولیا۔ اور کہا۔

یہ لڑکی کون ہے۔ اور اسے کہاں سے اٹھا کر لائے ہو احمد نے کہا۔ یہ لڑکی کھیتوں سے ملی ہے اور وہاں کوئی بھی نہ تھا اس لیے میں اسے گھر لے کر جارہا ہوں اس کی حالت دیکھیں پوری طرح زخمی ہے نجانے اس کو کیا ہوا ہے یہ کہتا ہوا وہ آگے چل دیا اور پھر دونوں گھر جا پہنچے۔

پریم نگر میں تانیہ کے گم ہونے کی خبر پورے گاؤں میں پھیل گئی تھی تانیہ گھر میں موجود نہ تھی اور کسی کو کچھ بھی پتہ نہ تھا کہ وہ کہاں گئی ہے رحمان کے گھر والے بہت ہی پریشان تھے خاص طور پر سانول تانیہ کے گم ہونے کی وجہ سے بہت پریشان تھا رحمان نے سانول سے کہا۔

میں چاند نگر جاکر تانیہ کو ڈھونڈتا ہوں ہوسکتا ہے کہ وہ وہاں گئی ہو سانول نے رحمان سے کہا۔

میں بھی آپ کے ساتھ ہی چلتا ہوں

ہاں ٹھیک ہے چلو۔ وہ دونوں گھر سے نکلے اور چاند نگر گاؤں کی طرف چل دیے چند نگر پہنچ کر وہ سیدھے امین کے گھر پہنچے اور تانیہ کے متعلق ساری بات امین کو بتائی امین نے ساری سچائی امین اور سانول کو بتادی کہ کس طرح احمد کو کھیتوں میں کام کرتے ہوئے ایک لڑکی زخمی حالت میں ملی ہے سانول نے امین سے کہا کہ ہم اسے دیکھ سکتے ہیں۔ اتنے میں احمد بھی وہاں آ گیا اس نے سلام کیا تو امین نے کہا

بیٹا سانول کو ساتھ لے جاؤ اور وہ لڑکی دکھاؤ جو تم کو کام کرتے ہوئے ملی ہے۔

احمد سانول کو اس کمرے میں لے گیا۔ سانول لڑکی کو دیکھ کر چلایا۔ یہی ہے میری تانیہ مگر اس کے سر پر چوٹ کیسے لگی۔

یہ مجھے اسی طرح زخمی حالت میں ملی تھی کھیتوں میں کام کے دوران اور میں اس کو اٹھا کر گھر لے آیا۔ احمد نے تفصیل بتائی اتنے میں لڑکی کو ہوش آنے لگا۔ آہ۔ آہ آہ۔ سانول چلایا اس کو ہوش آ گیا ہے وہ اس کے سامنے کھڑا ہوگیا اور ایک طرف احمد بھی کھڑا ہوگیا۔ تانیہ نے جونہی آنکھیں کھولیں تو سانول کو دیکھتے ہی ایک چیخ ماری اور بھاگتے ہوئے احمد سے لپیٹ گئی۔

مجھے بچالو مجھے بچالو یہ مجھے ماردے گا۔

سانول یہ سب دیکھ کر حیران سارہ گیا کہ اس کو کیا ہوگیا ہے یہ مجھے دیکھ کر ڈر ری کیوں ہے وہ اس کی طرف بڑھا اور اس کو بازو سے پکڑ کر احمد سے جدا کرتے ہوئے کہا۔

دیکھو تانیہ مین تمہارا سانول ہوں۔

تانیہ نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھوں سے اپنا بازو چھڑا لیا اور احمد سے روتے ہوئے بولی۔ مجھے بچالو مجھے بچالو یہ مجھے مارڈالے گا۔ یہ مجھے مارڈالے گا احمد جونہی آگے بڑھنے لگا تو سانول نے اسے اشارے سے روک دیا اور بولا۔

تانیہ یہ تمہیں کیا ہوگیا ہے میں ہوں

سانول تمہارا سانول۔ آؤ گھر چلیں دیکھیں ہم تم کو ڈھونڈتے ہوئے یہاں تک آ گئے ہیں ۔تانیہ نے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارا اور احمد سے چمٹ گئی۔ اتنے میں امین بھی اندر داخل ہوا۔ اور یہ تماشہ دیکھنے لگا سانول نے ایک بار پھر اس کو بازو پکڑنے کی کوشش کی تو تانیہ نے جھٹکے سے اس کے ہاتھوں سے اپنا بازو چھڑا لیا۔ اور باہر کی طرف بھاگ گئی۔ احمد بھی اس کے پیچھے بھاگا۔ سانول اسی جگہ بیٹھ گیا اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے رحمان نے آگے بڑھ کر سانول کو سنبھالا اور اس کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

کیا ہو گیا ہے بیٹا تم کو۔

میری تانیہ کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ اپنے پیار اپنے سانول کو نہیں پہنچان رہی اتنے میں امین بولا۔

لگتا ہے کہ تانیہ کے ساتھ بہت برا ہوا ہے ۔اس لیے وہ ایسا کر رہی ہے اور سانول کو پہنچان نہیں رہی ہے آپ ایسا کریں کہ جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتی تب تک اسے یہیں رہنے دیں جب وہ ٹھیک ہو جائے گی آپ اسے یہاں سے لے جانا

نہیں نہیں میں ایسا نہیں کروں گا۔ سانول جلدی سے بولا میں اس کو ساتھ ہی لے کر جاؤں گا رحمان نے اس کی بات سن کر اس کو سمجھایا اور کہا بیٹا تمہارا چاچا ٹھیک کہہ رہا ہے جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتی اسے یہیں پر رہنے دیتے ہیں اور جس طرح وہ کہہ رہی ہے کہ تم اسے مار ڈالو گے اور اگر ہم ایسی صورت میں ہم اسے لے گئے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ کچھ الٹا سیدھا نہ کر دے ایسے میں سانول چپ ہو گیا۔ اس نے رحمان کی بات مان لی اور پھر دونوں وہاں سے چلے گئے۔

تین ماہ ایسے ہی بیت گئے تین ماہ سانول تانیہ کی جدائی برداشت کرتا رہا اور تانیہ ان تین ماہ میں ان لوگوں سے مل گھل گئی تھی وہ یہ تک بھول گئی تھی کہ سانول نام کا کوئی آدمی اس کی زندگی میں آیا بھی تھا کہ نہیں تانیہ اب احمد کو پسند کرنے لگی تھی مگر احمد نے کبھی ایسا نہیں سوچا تھا اس نے کبھی تانیہ کو ایسی نظر سے نہیں دیکھا تھا وہ تو یہ سوچ کر خوش ہو رہا تھا کہ تانیہ سانول کی امانت ہے وہ کب آئے اور آ کر تانیہ کو یہاں سے لے جائے۔

سانول نے رحمان سے کہا۔ تین ماہ بیت گئے ہیں تانیہ ٹھیک ہو گئی ہو گی ہمیں جا کر تانیہ کو واپس لے آنا چاہیے رحمان نے سانول کی ہاں میں ہاں ملائی اور وہ تانیہ کو لینے چاندنگر کی طرف چل پڑے وہ دونوں امین کے گھر پہنچے تو تانیہ صحن میں بیٹھی ہوئی تھی سانول کو دیکھتے ہی تانیہ نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ تانیہ کے چیخنے کی آواز سن کر امین اور احمد وہاں آ گئے تانیہ احمد کو دیکھتے ہی اس کی طرف بھاگی اور کہنے لگی۔

وہ ۔وہ دوبارہ آ گیا ہے وہ مجھے مارنے آیا ہے مجھے اس سے بہت زیادہ ڈر لگ رہا ہے وہ پوری طرح خوفزدہ ہو گئی تھی۔ وہ ۔وہ دیکھو وہ میری طرف بڑھ رہا ہے اس کو روکو کہ میرے قریب نہ آئے وہ زور زور سے رونے لگی۔

وہ سانول ہے تمہارا سانول ۔وہ تمہیں کچھ بھی نہیں کہے گا تم اس سے ذرا بھی نہ ڈرو۔

نہیں نہیں اسے کہو کہ وہ یہاں سے چلا

جائے مجھے اس سے کوئی بھی بات نہیں کرنا اور نہ ہی کچھ سننا ہے وہ مجھے مار دے گا۔ سانول کے دل پر یہ الفاظ بجلی کی طرح گرے اور وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا اور جنگل کی طرف نکل گیا رحمان بیٹھ کر امین سے باتیں کرنے لگا اور احمد تانیہ کو کمرے میں لے گیا رحمان نے امین سے پوچھا۔

مجھے سمجھ نہیں آرہی ہے کہ تانیہ بیٹی کو ہوا کیا ہے وہ سانول کو پہچاننے سے انکار کیوں کررہی ہے وہ زندگی تھا اس کی مگر اب یہ اسے پہچاننے سے انکار کررہی ہے ایک ساتھ دونوں پڑھے ہیں اور تانیہ کے کہنے پر ہی وہ اس کو گھر لے کر آیا تھا لیکن اب یوں لگ رہا ہے کہ جیسے اسے کچھ ہوگیا ہے۔

پتہ نہیں یار اس بچی کو کیا ہوگیا ہے حالانکہ وہ بالکل ٹھیک ہوتی تھی لیکن آج سانول کو دیکھنے کے بعد اسکی وہی حالت ہوتی ہے لگتا ہے کہ اس کے ساتھ ضرور کوئی ایسا واقعہ ہوا جس نے اس کو سانول سے خوفزدہ کردیا ہے۔

پتہ نہیں مجھے تو کچھ بھی سمجھ نہیں آرہی ہے۔

رحمان نے کہا اور پھر اٹھ کر چلا آیا۔ جب وہ اپنے گاؤں پہنچا تو اس کو پتہ چلا کہ سانول ابھی تک گاؤں نہیں پہنچا ہے۔ وہ کہاں چلا گیا ہے۔

مجھے کیا پتہ کہ وہ کہاں چلا گیا ہے ہاں جب تانیہ نے اس کو پہچاننے سے انکار کردیا تھا تو وہ غصہ سے گھر سے باہر نکل گیا تھا لیکن اب جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو وہ خود ہی آجائے گا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

سانول جنگل کی طرف بڑھتا چلا جارہا تھا تانیہ کے نفرت بھرے الفاظ اس کے ذہن میں ہتھوڑے برسا رہے تھے اس کو کچھ بھی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کرے اس کو یہ بھی معلوم نہیں ہورہا تھا کہ وہ کہاں جارہا ہے کس طرف جارہا ہے بس آنکھوں میں آنسو سجائے وہ چلتا ہی جارہا تھا۔ دوپہر سے شام اور شام سے رات ہوگئی مگر وہ تانیہ کی یادوں سے اس وقت باہر آیا جب اس کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔ اور اس کو آواز سنائی دی۔

سانول۔

اپنا نام کسی کی زبان سے سن کر وہ چونک اٹھا۔ مڑکر دیکھا تو سامنے ایک خوبصورت دوشیزہ کھڑی تھی۔ وہ حیران ہورہا تھا کہ اتنی خوبصورت لڑکی اکیلی اس جنگل میں کیا کررہی ہے۔ چاندنی کی روشنی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی اور اس لڑکی کا خوبصورت چہرہ واضح دکھائی دے رہا تھا۔

تم کون ہو کہاں سے آئی ہو اور اس وقت یہاں کیا کررہی ہو۔ اس نے ایک دم کئی سوال کردیئے۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

میرا نام سحر بانو ہے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے گزر رہی تھی نجانے میرے تمام ساتھی کہاں چلے گئے ہیں میں ان کو ڈھونڈ رہی تھی کہ تم مجھے دکھائی دیئے لیکن تم نے اپنے بارے میں نہیں بتایا کہ تم کون ہو اور یہاں کیا کررہے ہو۔

میرا نام سانول ہے اور میرا محبوب میرا پیار مجھ سے روٹھ گیا ہے میں اس کی یادوں میں کھویا ہوا یہاں چلا آیا ہوں مجھے کچھ بھی پتہ نہیں چلا کہ اندھیرا ہوگیا ہے لیکن میں تو چلا اب تم

ڈھونڈوا پنے ساتھیوں کو وہ اٹھنے لگا تو وہ بولی۔
میں ایک عورت ذات ہوں مجھے تو پہلے ہی اس جنگل سے خوف آرہا تھا اور اب تم بھی اگر چلے گئے تو میں ہوسکتا ہے کہ خوف سے ہی مرجاؤں۔ کیا آپ اس وقت تک میرا ساتھ دو گے جب تک میرے ساتھی مجھے مل نہیں جاتے۔ لڑکی باتیں سن کر وہ چپ ہوگیا اور پھر بولا۔
ہتی تو تم ٹھیک ہو کہ تم اس گھناؤنے جنگل میں رات کی اس تاریکی میں ان کو کہاں تلاش کروگی چلو میں تمہارا ساتھ دیتا ہوں میں تمہاری مدد کرتا ہوں اتنا کہہ کر وہ اس کے ساتھ چل دیا اور اس کے ساتھیوں کو تلاش کرنے لگا چلتے چلتے سانول بولا تم کہاں سے آئی ہو یہاں تک کیسے پہنچی۔
میں ایک کالج میں پڑھتی ہوں اور ہم ساتھیوں کا پروگرام بنا تھا کہ جنگل کی سیر کو چلیں سو ہم لوگ یہاں آگئے اور اپنا کیمپ لگالیا۔ میں تھکی ہوئی تھی سو کیمپ میں سوگئی اب جب اٹھی تو میں بالکل اکیلی تھی نجانے میرے ساتھی کہاں چلے گئے ہیں میں ان کی تلاش میں نکل پڑی اور اب میں یہ بھی بھول گئی ہوں کہ میرا کیمپ کس طرف لگا ہوا ہے میں جنگل میں ان کو تلاش کرتے کرتے کہاں تک آگئی ہوں کس طرف آگئی ہوں۔ اس لڑکی نے اپنی تمام کہانی مختصرا سنادی اور سانول نے بھی تانیہ کے بارے میں اسے سب کچھ بتادیا۔ سانول کو خود بھی جنگل کے راستوں کا پتہ نہیں تھا لیکن اس کے باوجود بھی وہ اس کی مدد کررہا تھا چلتے چلتے وہ بہت ہی دور نکل گئے تھے نجانے کس طرف چلے گئے تھے دونوں کو ہی پتہ نہ تھا۔
سانول میں تھک گئی ہوں مجھ سے مزید نہیں چلا جائیگا اتنا کہہ کر وہ ایک درخت کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ وہ بھی تھکا ہوا تھا وہ بھی اس سے کچھ دور بیٹھ گیا اور پھر لیٹ گیا لیٹتے ہی اس کو نیند آگئی اور وہ سوگیا۔
جب وہ اٹھا تو اس نے دیکھا کہ سحر اس کے پاس نہیں ہے وہ کہاں چلی گئی تھی وہ سوچنے لگا اس نے ادھر ادھر دیکھا لیکن اس کو وہ کہیں بھی دکھائی نہ دی اس نے اس کو آوازیں لگائیں لیکن اس کو اس کی کسی بھی آواز کا جواب نہ ملا۔
وہ اٹھ کر ایک طرف چل دیا ابھی کچھ ہی دور گیا تھا کہ اس کو کسی کے ہنسنے کی آوازیں سنائی دیں۔ جہاں ہنسنے کی آوازیں آرہی تھیں وہاں کچھ روشنی تھی سانول اس روشنی کی طرف چل دیا۔ لیکن اردگرد کا ماحول دیکھ کر اس کو یوں لگا جیسے یہ وہ جنگل نہیں ہے جہاں وہ موجود تھا یہ تو کوئی اور ہی جگہ تھی یہ کون سی جگہ تھی وہ بھی نہیں جانتا تھا وہ جوں جوں روشنی کی طرف بڑھ رہا تھا توں توں روشنی تیز ہوتی جارہی تھی اور یہ تو کوئی حویلی تھی جس میں وہ گھوم رہا تھا اور روشنی کسی کمرے سے دکھائی دے رہی تھی حیرانگی کے ساتھ ساتھ ڈر بھی اس کی رگوں میں سمانے لگا لیکن وہ اب کچھ بھی نہیں کرسکتا تھا ماسوائے اس کے کہ وہ پتہ کرے کہ کمرے میں روشنی کیوں ہے اور ہنسنے کی آوازیں کس کی ہیں۔ وہ چلتا ہوا کمرے کے پاس جا پہنچا۔ اس نے اندر جھانک کر دیکھا تو اندر اسکو سحر دکھائی دی۔ وہ اکیلی نہ تھی اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔ اور دونوں ہی باتوں کے

دوران ہنس بھی رہے تھے اس کوان کی باتوں کی سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ چاہتا تھا کہ وہ ان کی باتیں سنے اور جانے کہ وہ کون ہیں اور یہ کس جگہ پر ہیں وہ یہ سوچ کر اور قریب ہو گیا اب اس کو ان کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں اسے سحر کی آواز سنائی دی۔

میں اس لڑکی کے عاشق کو بھی یہاں لے آئی ہوں اچانک زور زور سے ہنسنے کی آواز آنے لگی ہاہاہا۔تو جواب میں کسی مرد کی آواز سنائی دی۔

سحر بانو تم نے بہت اچھا کام کیا ہے اس کے لیے تم کو ہم ایک بہت بڑا انعام دیں گے۔

سانول یہ سن کر دھنگ رہ گیا یہ کیا باتیں ہو رہی ہیں جب اس آدمی نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مارے ڈر کے سانول کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی کیونکہ اس کی شکل اتنا بھیانک تھی کہ کوئی کمزور دل والا ہوتا تو وہ اسے دیکھ کر وہیں خوف سے مر جاتا اس کی شکل اتنی بھیانک تھی کہ اس کی بھنویں بڑی بڑی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے زبان دوشاخہ باہر کو لٹک رہی تھی اور خون اس کی زبان سے ٹپک رہا تھا جیسے ابھی ابھی کسی کا خون پی کر آیا ہو پورے جسم کے ساتھ بچھو اور دوسرے کئی قسم کے حشرات ارض چپکے ہوئے تھے دونوں بازوؤں کے ساتھ دو عدد فالتو ہاتھ یعنی اس نے چار ہاتھ تھے اچانک روشنی کی ایک بہت بڑی اور تیز دھار آئی اور اس نے دوبارہ بولنا شروع کر دیا ۔سحر بانو جیسا کہ ہم نے اس کی محبوبہ کے ساتھ کیا وہ اب اس کو پہنچانے سے انکار کر رہی ہے اب اس کا بھی ہم یہی حال کریں گے اور اس طرح ہم پورے پریم نگر اور چاند نگر کو اپنا شکار بنالیں گے اس جن نے کہا کہ جا کر دیکھو سحر بانو اس کو ہوش آیا ہے کہ نہیں سحر نے ادب سے سر ہلایا اور کہا۔

جو حکم بادشاہ سلامت میں جا کر دیکھتی ہوں اور سحر دروازے کی طرف چل دی ادھر باہر سانول جو یہ سب باتیں سن کر دھنگ کھڑا تھا سے کچھ بھی ہوش نہ تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے وہ وہی بت بنا کھڑا رہا اتنے میں سحر نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ سانول بت بنا کھڑا تھا سحر سانول کو دروازے کے پاس کھڑا دیکھ کر حیران سی رہ گئی ۔کہ اس نے ہماری باتیں سن تو نہیں لیں وہ جلدی سے پیچھے مڑی اور تیز قدموں سے چلتی ہوئی اس جن کے پاس آئی اور بکھری ہوئی سانسوں سے کہنے لگی۔

بادشاہ سلامت ۔وہ۔وہ۔وہ۔

کیا ہوا ۔یہ۔وہ۔وہ کیا لگا رکھی ہے کیا تمہیں کسی سانپ نے سونگھ لیا ہے اس سے آگے بھی کچھ بولو۔سحر نے اپنی سانسوں کو درست کرتے ہوئے کہا۔

وہ۔وہ۔وہ سانول۔۔اس نے ہماری باتیں سن لی ہیں وہ باہر ہی کھڑا تھا۔

تو پھر کیا ہوا اس کو اندر لے کر آؤ ۔۔۔میں دیکھتا ہوں اس کو کہ وہ کیا کر سکتا ہے۔۔۔وہ انہیں قدموں واپس مڑی اور سانول کے پاس چلی گئی۔

چلو اندر۔وہ تم کو بلا رہے ہیں

وہ کچھ بولنے لگا تھا کہ اس نے زبردستی اس کو اندر کی جانب دھکا دیا۔ وہ بہت ڈرا ہوا تھا اچانک کا چہرہ تبدیل ہونے لگا اور وہ

دیکھتے ہی دیکھتے ایک بھیانک شکل کی چڑیل بن گئی یہ دیکھ کر سانول کا دل بند ہونے لگا اس نے بھاگنے کی کوشش کی مگر اس سے بھاگا نہ گیا کیونکہ اس کے پاؤں منوں بھاری ہو گئے تھے اچانک اس جن نے کہا۔

دیکھ لڑکے ہم نے تیری محبوبہ کے ساتھ برا سلوک کیا ہے کہ وہ تجھے پہچاننے سے انکار کر رہی ہے اب تیری باری ہے اور اس طرح ہم دونوں گاؤں کو تباہ کر دیں گے وہ تو اس کی قسمت اچھی تھی کہ وہ بچ گئی جب سانول نے یہ سنا تو وہ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا وہ اس جن کو مارنے کے لیے آگے بڑھا لیکن اسے خود ایک زوردار تھپڑ پڑا جس سے اس کے ہوش اڑ گئے وہ تھپڑ مارنے والی سحر چڑیل تھی اس نے چلاتے ہوئے کہا۔

تو ہمارے بادشاہ جن کو مارے گا ہم تیرا وہ حال کریں گے کہ تیرے گھر والے بھی تجھے پہچاننے سے انکار کر دیں گے اچانک سانول کو اس کمرے سے بہت ساری چڑیلوں کے بین کرنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں کبھی کسی کے ہنسنے کی آواز آتی تو کبھی رونے کی سانول نے دیکھا کہ کمرے کے ایک کونے میں فرش پھٹا اور اس میں سے عجیب وغریب قسم کے حشرات ارض نکل کر سانول کی طرف بڑھنے لگے جن میں سانپ بچھو چھپکلی لال بیگ اور نجانے کیا کیا جن کی شکلیں بہت عجیب قسم کی تھیں سانول انہیں دیکھ کر بہت ڈر گیا وہ وہاں سے بھاگنا چاہ رہا تھا مگر اس سے بھاگا نہ گیا وہ جیسے ہی سانول کے نزدیک پہنچے تو اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا جس نے زلزلہ آنے لگا

اچانک سانول کے سر پر کوئی بھاری چیز لگی جس سے اس کو ہوش نہ رہا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

جب سانول کو ہوش آیا تو خود کو اس نے ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں پایا سر پر چوٹ لگنے کی وجہ سے اسے کچھ بھی نہ یاد نہ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا کچھ ہوتا رہا تھا۔ اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا اس نے جھونپڑی کا جائزہ لیا جو بہت چھوٹی تھی وہ اٹھا اور جھونپڑی سے باہر نکل آیا جھونپڑی سے باہر ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی اور اس پر ایک بزرگ بابا تشریف فرما تھے بہت ہی نورانی صورت والے تھے داڑھی کے بال سفید تھے اور وہ ہاتھ میں تسبیح لیئے ہوئے ورد کر رہے تھے سانول ان کے نزدیک گیا اور بابا سے کہا۔

بابا آپ کون ہیں۔

بابا نے آنکھیں کھولیں۔ بیٹا تم کو ہوش آ گیا۔

جی بابا لیکن۔

دیکھو سانول بیٹا۔ اپنا نام ان کے منہ سے سن کر اس کو مزید حیرانگی ہوئی بولا۔

بابا آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں۔

بیٹا ادھر آؤ میں تم کو بتاتا ہوں۔ بابا نے اس کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ ہاں اب پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو ان کی بات سن کر وہ بولا۔

بابا جی۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

ہاں بیٹا جانتا ہوں میں نے تم کو اس جن اور چڑیل سے چھٹکارا دلایا ہے اگر میں کچھ لیٹ ہو جاتا تو ہو سکتا تھا کہ وہ تم کو مار ڈالتے۔

لیکن بابا۔ وہ مجھے کیوں مارنا چاہتے تھے

پتہ نہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے لیکن اتنا

ضرور جانتا ہوں کہ تانیہ کے ساتھ کیا ہوا بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ تانیہ اب اس دنیا میں نہیں ہے ان دونوں نے مل کر تانیہ کو مار دیا ہے اب تانیہ کے روپ میں وہ کالی ڈائن ہے جو چاند کی چودھویں کو ایک بھیانک روپ دھارے گی اور چاندنگر اور پریم نگر کو تباہ و برباد کرے گی چاند کی چودھویں پورے ایک مہینے کے بعد ہے اور وقت بہت کم ہے اس جن کو سحر نام کی چڑیل کو تو میں نے ختم کر دیا ہے اب اس کالی ڈائن کا خاتمہ تم ہی کرو گے جو تانیہ کے روپ میں چاندنگر میں رہ رہی ہے سانول کے اندر یہ سن کر انتقام کی آگ بھڑک اٹھی اور اسے اپنے پیار کا بدلہ بھی تو لینا تھا۔

اس نے کہا باباجی میں ضرور اپنے دونوں گاؤں کو بچاؤں گا اس کے لیے چاہے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے گا میں کروں گا۔

باباجی بولے ہاں میں تم کو سب کچھ بتادوں گا کیونکہ اس کالی ڈائن کو ہر روز ایک عجیب وغریب قسم کی چڑیل ملنے کے لیے آتی ہے اب ان دونوں گاؤں کو بچانا تمہارے ہاتھ میں ہے سانول پرجوش لہجے میں بولا۔

میں ضرور بچاؤں گا آپ مجھے بتائیں کہ مجھے کیا کرنا ہوگا بابا نے کہا۔

تمہارا عمل بہت مشکل ہے تمہیں ایک ایسے کنوین کا پانی لانا ہوگا۔ جو کسی قسم کے کسی سائے میں نہ ہو یعنی کہ اس کنوین کے پانی پر صبح سے شام تک دھوپ پڑتی ہو یعنی اس کنویں کے پانی پر صبح سے لے کر سورج غروب ہونے تک قدرتی طور پر دھوپ رہتی ہے بابا نے یہ بھی بتایا کہ یہ کنواں شما کی طرف ایک بہت بڑے صحرا میں ہے اور اس صحرا میں اس کالی ڈائن نے اپنا جادو چھوڑ رکھا ہے اور وہاں پہنچنا بہت ہی مشکل ہے اس کے لیے پہلے تمہیں پانچ دن کا ایک چلہ کرنا ہوگا۔

باباجی میں چلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ بس مجھے بتادیں کہ چلہ کروں کیسے۔ باباجی اسے چلہ بتانے لگے کہ یہ چلہ تمہیں ایک قبرستان میں کرنا ہوگا اور بابا نے اس کو ورد بھی یاد کروادیا سانول نے وہ ورد یاد کرلیا بابا نے کہا۔

بیٹا رات ہونے والی ہے تم اب جاؤ اور قبرستان میں بیٹھ کر چلہ شروع کرو اور چلہ شروع کرنے سے پہلے اپنے گرد حصار کھینچنا مت بھولنا۔ سانول نے باباجی سے اجازت لی اور کسی قبرستان کی تلاش میں چلا گیا تو چلتے وقت بابا نے کہا۔

سانول تمہیں بہت سارے طریقوں سے ڈرایا جائے گا مگر تم حصار سے باہر نہ نکلنا ورنہ بے موت مارے جاؤ گے سانول وہاں سے نکلا اور قبرستان میں پہنچ گیا وہاں پہنچ کر سانول نے ایک پرانی قبر کے پاس حصار کھینچا اور اس میں بیٹھ کر ورد پڑھنے لگا پہلے کے کچھ گھنٹے تو آرام سے گزر گئے مگر جب آدھی رات کا وقت ہوا تو ایک زوردار دھما کہ ہوا اور اس نے آنکھیں کھولیں اور دیکھا کہ پاس والی قبر پھٹ گئی ہے اور اس کے اندر سے سرخ رنگ کا لاوا نکلنے لگا اور اس کی طرف بہنے لگا سانول یہ دیکھ کر ڈر گیا مگر پھر ہمت پیدا کر کے آنکھیں بند کر کے پڑھنے لگا اچانک سانول کو چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس نے آنکھیں

کھولیں تو باہر کا منظر دیکھ کر ڈر گیا اس لاوے میں عجیب قسم کی شکلیں دکھائی دے رہی تھیں جو بہت زیادہ بھیانک تھیں اچانک اس قبر سے مردہ اٹھا اور سانول کو دھمکی دینے لگا کہ چلہ چھوڑ دے ورنہ تیرا بہت ہی برا حشر کروں گا۔
ایک تو سانول کا دل کہہ رہا تھا کہ چلہ چھوڑ کر بھاگ جائے مگر پھر اس نے خود میں ہمت پیدا کی اور بابا کی باتوں کو یاد کر کے ورد پڑھنے لگا۔ خدا خدا کر کے وہ رات بھی گزر گئی سانول فجر کی آزانوں کے وقت چلے سے باہر نکلا اس نے فجر کی نماز پڑھی اور واپس بابا جی کی جھونپڑی میں چلا گیا۔ اندر بابا جی عبادت میں مصروف تھے سانول وہاں سے باہر آیا اور باہر بچھی ہوئی چارپائی پر لیٹ گیا ساری رات جاگنے کی وجہ سے اسے سخت نیند آ رہی تھی اسے پتہ ہی نہ چلا کہ کب اسکی آنکھ لگی اور وہ کب سو گیا۔

چاند نگر سے ہر روز ایک لڑکی غائب ہو جاتی تھی کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ماجرہ ہے سارے چاند نگر کے لوگ بہت ہی پریشان تھے اور یہ بات پریم نگر گاؤں والوں کو بھی پتہ چلی تو وہ بھی پریشان ہو گئے ادھر رحمان الگ پریشان تھا کہ اس کا بیٹا سانول پتہ نہیں کہاں چلا گیا۔ سانول کی ماں اس کی جدائی میں رو رو کر الگ پریشان تھی تانیہ کے روپ میں وہ کالی ڈائن بہت ہی خوش تھی مگر کسی کو کیا پتہ تھا کہ تانیہ کے روپ میں کیا ہے وہ۔

سانول کی آنکھ اس وقت کھلی جب اس کو کوئی پکار رہا تھا اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کے سامنے بابا جی کھڑے تھے بابا جی کو دیکھ کر سانول چونک کر اٹھا اس نے ادھر ادھر دیکھا تو شام کا وقت تھا بابا نے سانول سے کہا۔
بیٹا تم چونک کیوں گئے تمہارے چلے کا ٹائم نزدیک آ رہا تھا اس لیے تمہیں اٹھایا ہے اب تم یہ کھانا کھا لو اور چلے کے لیے تیار ہو جاؤ سانول نے کھانے کی ٹرے بابا جی کے ہاتھوں سے لے لی اور کھانا کھانے لگا اس نے کل رات سے کچھ بھی نہ کھایا تھا کھانے سے فارغ ہو کر اس نے کل والی جگہ پر جا کر چلہ شروع کر دیا۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ایک بہت ہی بھیانک شکل چڑیل آئی اور وہ سانول کو دھمکیاں دینے لگی۔
اے لڑکے یہ چلہ چھوڑ کر بھاگ جا ورنہ میں تیرا وہ حشر کروں گی کہ یاد رکھے گا۔ مگر سانول نے اس کی ایک نہ سنی اور اپنا چلہ جاری رکھا وہ چڑیل اب اس کے نزدیک آنے لگی مگر جیسے ہی وہ حصار سے ٹکرائی اسے آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اور وہ وہی جل کر راکھ بن گئی کچھ دیر آرام سے گزر گئی پھر اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور چلہ شروع کر دیا۔ کچھ دیر گزر جانے کے بعد اس کو چیخ و پکار کی آواز سنائی دی اس نے آنکھیں کھولیں تو اس نے دیکھا کہ تانیہ کو ایک بہت ہی بدصورت شکل والے جن نے پکڑ رکھا تھا اور تانیہ اس کے ہاتھوں میں تڑپ رہی تھی اور سانول کو بلا رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔
سانول مجھے بچا لو ورنہ یہ مجھے مار ڈالے گا۔ دیکھو سانول میں زندہ ہوں مجھے بچا لو سانول مجھے بچا لو یہ مجھے مار ڈالے گا۔

سانول تانیہ کو جن کے ہاتھوں میں دیکھ کر تڑپ اٹھا اس کے اندر آگ بھڑک اٹھی اور چلے سے باہر نکلنے لگا تو اسے بابا کی آواز سنائی دی۔

بیٹا چلہ جاری رکھو یہ سب نظر کا دھوکہ ہے

۔

بابا کی آواز سن کر سانول دوبارہ بیٹھ گیا اور چلہ شروع کر دیا تانیہ بولی۔

سانول اس بڈھے بابا نے تمہارے ساتھ دھوکہ کیا ہے وہ مجھے مارنا چاہتا ہے پلیز سانول مجھے اس جن سے بچالو۔اس جن نے تانیہ کو بالوں سے پکڑا ہوا تھا اور ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا سانول یہ دیکھ کر تڑپ اٹھا وہ اس کی باتوں میں آ گیا۔وہ بھلا اپنے پیار کو مرتے ہوئے کیسے دیکھ سکتا تھا اس پر پیار کا بھوت سوار تھا وہ اٹھا اور حصار سے باہر نکل گیا جیسے ہی وہ چلے سے باہر نکلا دیکھتے ہی دیکھتے تانیہ ایک بدصورت شکل والی چڑیل بن گئی۔ سانول یہ دیکھ کر ڈر گیا مگر اب کیا ہو سکتا تھا اس جن اور چڑیل نے سانول کو پکڑ لیا اور تڑپا تڑپا کر مار دیا۔ادھر بابا جی کو اپنے علم کے ذریعے معلوم ہو گیا تھا کہ انہوں نے سانول کو مار دیا ہے وہ بہت پریشان ہوئے انہیں غصہ آنے لگا کہ اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا تو میں اس لڑکے سے یہ چلہ کبھی بھی نہ کرواتا وہ تو مر گیا ہے اب کالی ڈائن کا خاتمہ کون کرے گا بابا نے ایک ورد پڑھنا شروع کر دیا۔اور انہیں اپنے علم کے ذریعے معلوم ہوا کہ چاندنگر میں ایک ایسا لڑکا ہے جو یہ کام کر سکتا ہے وہ سوچنے لگے کہ اگر اس نے بعد سانول کی طرح حماقت کی تو پھر کیا ہوگا لیکن ہو سکتا ہے کہ اس کو سمجھانے سے ایسی نوبت نہ آئے میں اس سے ضرور ملوں گا اور اس کو اس کام کے لیے راضی کر لوں گا۔

دوسرے دن صبح سویرے ہی بابا جی چاندنگر کی طرف نکل پڑے اور دو دن کی مسافت کے بعد وہ چاندنگر پہنچ گئے بابا جی کو یہ معلوم تھا کہ تانیہ کے روپ میں وہ کالی ڈائن گاؤں کے سردار امین کے گھر رہتی ہے بابا سیدھے امین کے گھر پہنچے اور امین کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا دروازہ احمد نے ہی کھولا۔اس نے بابا جی کو سلام کیا بابا جی نے کہا۔

کیا امین صاحب گھر میں ہی ہیں۔

جی وہ تو گھر میں ہیں مگر آپ کون ہیں۔

مجھے بس امین سے ملنا ہے۔میں کون ہوں سب کچھ ان کو بتا دوں گا۔

ٹھیک ہے بابا جی آپ اندر آجائیں اور بیٹھیں میں ان کو بلا کر لاتا ہوں۔اتنا کہہ کر وہ بابا جی کو اندر لے آیا اور ایک چارپائی پر بیٹھایا۔ اور خود کمرے میں چلا گیا۔تھوڑی دیر کے بعد امین ایک کمرے سے باہر آئے اور بابا جی کو سلام کیا۔اور ساتھ ہی بابا جی کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

جی بابا جی آپ کون ہیں اور مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔اتنے میں احمد ایک ٹھنڈے شربت کا گلاس لے آیا اور بابا جی کو دیا۔بابا جی نے وہ شربت پیا اور پھر ان دونوں کی طرف دیکھا اور کہا۔

میں تم لوگوں کو جو بات بتانے والا ہوں اسے مذاق مت سمجھنا اور دھیان سے سننا ۔بابا جی کی یہ بات سن کر وہ دونوں پوری طرح

یہ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ بابا جی بولے تم لوگوں کے گھر میں ایک کالی ڈائن رہتی ہے۔

کیا کیا۔ دونوں ہی چونک گئے۔ بابا جی یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔

ہاں میں ٹھیک کہہ رہا ہوں وہ کالی ڈائن تانیہ کے روپ میں ہے میں نے اپنے علم سے اس کا پتہ کر لیا ہے تانیہ تمہیں کھیتوں سے ملی تھی ناں۔

ہاں ہاں۔ احمد نے جلدی سے کہا۔

دراصل وہ تانیہ نہیں ہے تانیہ کے روپ میں وہ کالی ڈائن ہے تانیہ کو اس نے مار ڈالا تھا اور اس کے روپ میں وہ خود ہی آ گئی تھی۔ اس کے جسم پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔ اور اس کو ہر روز تمہارے گھر میں عجیب وغریب چڑیلیں ملنے کو آتی ہیں۔ اور چاند کی چودہ تاریخ کو یہ چاند نگر اور پریم نگر میں تباہی مچانا چاہتی ہیں جو تمہارے گاؤں میں ہر روز ایک لڑکی غائب ہوتی ہے وہ اسی کی وجہ سے ہوتی ہے اور میں اپنے علم کے ذریعے سے معلوم کیا ہے کہ اس کو صرف تم ہی ختم کر سکتے ہو۔ امین بولا۔

بابا جی یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ تو چند ماہ سے ہمارے ساتھ رہ رہی ہے ہم نے تو اس میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی جو ہمیں ظاہر کرے کہ وہ انسان نہیں ہے انسانی روپ میں کوئی چڑیل ہے۔

ہاں لیکن تم کچھ بھی نہیں جانتے ہو جبکہ میں بہت کچھ جانتا ہوں چاند کی چودہ تاریخ کو کچھ ہی دن باقی رہ گئے ہیں اس لیے ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے ورنہ چاند نگر اور پریم نگر مکمل طور پر تباہ ہو جائیں گے۔ ان کی باتیں سن کر احمد بولا۔

بابا جی میں اس گاؤں میں کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا بس مجھے یہ بتا دیں کہ میں اس کو کیسے ختم کر سکتا ہوں۔ وہ جذباتی ہو رہا تھا۔

بیٹا تم کو ایسے کنویں سے پانی لانا ہوگا جس پر قدرتی طور پر صبح سے شام تک دھوپ پڑتی ہو اور یہ کنواں تمہیں شمال کی جانب ایک بہت بڑے صحرا میں ملے گا۔

میں اس کنویں سے پانی ضرور لاؤں گا اور چاند نگر اور پریم نگر کو تباہ ہونے سے بچاؤں گا۔

لیکن بیٹا تم سے پہلے ایک نوجوان یہ کام کر چکا ہے مگر وہ جنات کے بہکاوے میں آ کر جان کی بازی ہار گیا ہے۔

وہ کون تھا۔ بابا جی۔

وہ پریم نگر کے سردار کا بیٹا سانول تھا۔

سانول کا نام سن کر احمد اور امین حیران سے رہ گئے بابا نے احمد سے کہا کہیں تم بھی اس کی طرح اس کی باتوں میں نہ آ جانا اگر ایسا ہی کرو گے تو تم بھی زندہ نہیں بچو گے۔

بابا جی اب تو میں یہ کام ہر حال میں کروں گا مجھے بتائیں کہ مجھے اب کیا کرنا ہوگا۔

بیٹا تم کو صحرا میں جانا ہوگا کیونکہ ہمارے پاس وقت بہت ہی کم ہے اور یہ لاکٹ تم اپنے گلے میں ڈال لو تا کہ تم کو کوئی نقصان نہ ہو۔

تانیہ جو چھپ کر ان کی باتیں سن رہی تھی بابا جی نے اس کو دیکھ لیا اور کچھ پڑھ کر اس پر پھونک ماری تو وہ چیخنے لگی اور ان کے سامنے آ گئی۔ وہ تانیہ سے کالی ڈائن کے روپ میں آ گئی تھی اسے دیکھ کر سب ہی خوفزدہ ہو گئے۔

وہ چلاتے ہوئے بولی۔ برباد کردوں گی میں سب کو اگر تم لوگوں نے کچھ بھی کرنے کی کوشش کی تو۔ اتنا کہہ کر وہ غائب ہوگئی۔ اب ساری حقیقت کھل کر سامنے آچکی تھی بابا جی نے کہا۔

احمد بیٹا یہ کالی ڈائن بہت ہی خطرناک ہے تم چلو میرے ساتھ تاکہ اس کا خاتمہ کرسکیں۔

بابا جی۔ میں تیار ہوں۔

ہاں بابا جی۔ میں اس کو اجازت دیتا ہوں کہ یہ وہ کام مکمل کرے جو سانول ادھورا چھوڑ گیا ہے۔ اگر تانیہ کی وجہ سے ہی گاؤں میں قتل ہورہے ہیں تو پھر اس کا خاتمہ ضروری ہے جاؤ بیٹا جاؤ خدا کی مدد تمہارے ساتھ ہے۔ امین نے کہا۔

وہ فوری تیار ہوگیا اور دونوں گھر سے نکل کر جنگل کی طرف چل دیئے۔۔۔ جنگل میں بابا جی نے جہاں اپنی جھونپڑی لگا رکھی تھی وہاں وہ پہنچ گئے بابا جی نے احمد کو سمجھایا۔

بیٹا کسی سے بھی ڈرنا نہیں ہے بس اپنا کام کرتے جانا ہے میں تم کو وہاں تک پہنچا دیتا ہوں اتنا کہہ کر بابا جی نے کچھ پڑھ کر احمد پر پھونک ماری تو احمد کو اپنا جسم ہوا سے بھی ہلکا محسوس ہوا کچھ دیر بعد احمد کو بابا جی کی آواز سنائی دی۔

بیٹا اپنی آنکھیں کھول دو۔ احمد نے اپنی آنکھیں کھولیں تو سامنے صحرا تھا جہاں ہر طرف ریت ہی ریت تھی۔ بیٹا اب سیدھے ہی چلتے جاؤ تمہیں وہ کنواں مل جائے گا۔ احمد سیدھا چلنے لگا ابھی وہ تھوڑا ہی آگے گیا تھا کہ اس کو ایک بہت ہی ڈراؤنی شکل والی چڑیل دکھائی دی جس کے بالوں کی جگہ بڑے بڑے بچھو تھے اس کی دوشاخہ زبان باہر کو لٹک رہی تھی اس کی آنکھیں باہر کو ابلی ہوئی تھیں احمد اس کو دیکھتے ہی ڈر گیا۔ وہ چڑیل بولی۔

میرے ہوتے ہوئے تو اس کنویں سے پانی کبھی بھی نہیں لے سکتا۔ اگر تم کو اپنی جان پیاری ہے تو واپس چلے جاؤ ورنہ میرے ہاتھ سے زندہ نہیں بچ پاؤ گے اس کی باتیں سن کر احمد بولا۔

اگر تم میں ہمت ہے تو میرا راستہ روک کر دکھا۔ میں اس کنویں سے پانی لینے آیا ہوں اور لے کر ہی جاؤں گا آ۔آگے۔ چڑیل اس کی دھمکی سن کر اس کی طرف بڑھی اور احمد پر حملہ کردیا۔ لیکن وہ جیسے ہی احمد کے جسم سے ٹکرائی تو اس کو آگ لگ گئی۔ وہ بری طرح چیخنے لگی ادھر ادھر بھاگنے لگی احمد کی نظریں اس کی طرف ہی تھیں آگ نے اس کو سر سے پاؤں تک جلا کر رکھ دیا اور پھر کچھ ہی دیر میں وہاں چڑیل کی بجائے راکھ کا ایک ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ احمد نے یہ سب کچھ دیکھا اور پھر آگے کی طرف چل دیا۔ لیکن ابھی وہ کچھ ہی دور گیا تھا کہ اس کو سامنے سے سانول آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس کو دیکھتے ہی احمد چونک کر رہ گیا۔ سانول اس کی طرف بڑھتا چلا آرہا تھا۔

سانول تم اور یہاں۔

ہاں میں۔ اس بوڑھے نے مجھے دھوکے سے چلے کروائے تھے جب میں چلے میں کامیاب ہوگیا تو بڈھے نے مجھے اس ویرانے میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا۔ میں سارا دن اب ادھر ادھر بھٹکتا رہتا ہوں کہ مجھے کہیں سے کوئی

بھی آبادی مل جائے لیکن ایسا نہیں ہو رہا ہے گھوم پھر کر یہاں ہی آ جاتا ہوں۔ مجھے لگتا ہے کہ تم کو بھی میری طرح بوڑھے اپنے مقصد کے لیے یہاں بھیجا ہے وہ تم سے بھی یہاں سے پانی منگوانا چاہتا ہے اور پھر تم سے چلہ کروائے گا۔ اور میری طرح تم بھی وہی کچھ کرتے جاؤ گے جو جو بابا کہتا جائے گا۔ کیوں ایسا ہی ہے ناں۔

ہاں ایسا ہی ہے لیکن بابا جی نے تو کہا تھا کہ تم کو کالی ڈائن نے مار دیا تھا۔ احمد نے اس کی باتیں سن کر کچھ حیران اور کچھ پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

جھوٹ بولتا ہے وہ بڈھا۔ سراسر جھوٹ بولتا ہے ایک بار مجھے وہ مل جائے دیکھنا ایک ایک بات کا حساب لوں گا اس سے۔ وہ باتیں کر رہا تھا اور احمد اس کی تمام باتیں غور سے سن رہا تھا اور اس کو یقین آ رہا تھا کہ جیسے وہ سچ کہتا ہو لیکن جب اس کی نظر سانول کے پاؤں پر پڑی تو کانپ سا گیا۔ کیونکہ اس کے پاؤں الٹے تھے بالکل جن بھوتوں کی طرح وہ سمجھ گیا کہ سانول جھوٹ بول رہا ہے یہ سانول نہیں ہے سانول کے روپ میں کوئی اور ہے لیکن اس نے سانول پر کچھ بھی ظاہر نہ ہونے دیا بولا۔

یار سانول میرے دوست تم مجھے مل گئے میں تو تمہاری ہی تلاش میں یہاں آیا تھا مجھے پتہ تھا کہ بابا جھوٹ بول رہا ہے آؤ میرے گلے لگ جاؤ۔

یہ سن کر وہ احمد کی طرف بڑھنے لگا سانول کو کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ احمد کے گلے میں لاکٹ ہے وہ جیسے ہی احمد کے ساتھ ٹچ ہوا اس کو بجلی کی طرح ایک شدید جھٹکا لگا اور دور جا گرا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کو آگ لگ گئی۔ اور وہ احمد کے سامنے ہی تڑپنے لگا اور تڑپتے تڑپتے وہی ٹھنڈا ہو گیا اور اس کا جسم بھی راکھ کا ایک ڈھیر بن گیا۔ وہ وہاں سے چل دیا اور کنویں کو تلاش کرنے لگا لیکن اتنی تلاش کے بعد بھی اس کو کنواں نہ ملا وہ تھک ہار کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ اور پریشان ہو گیا کہ اسے کنواں کہاں ملے گا تھوڑی دیر بعد وہ آرام کرنے کے بعد اٹھا اور ایک بار پھر اس نے تلاش شروع کر دی اور اسے وہ کنواں نظر آ گیا۔ وہ آگے اس کے نزدیک پہنچا اور یہ دیکھ کر اس کو حیرت ہوئی کہ وہ کنواں بہت ہی عجیب و غریب قسم کا تھا اور اس کنویں کے پانی پر قدرتی طور پر دھوپ پڑ رہی تھی اس کنویں کے پاس ہی ایک رسی اور لوٹا پڑا ہوا تھا جیسے اس کنویں سے کوئی پانی بھرتا ہو احمد نے اس کی مدد سے کنویں سے پانی نکالا اور اسے ایک بوتل میں بھرنے لگا جیسے ہی اس نے پانی بوتل میں بھرا تو اس کے سامنے ایک دھماکہ ہوا اس سے وہی کالی ڈائن سامنے آ گئی اور اس نے آتے ہی احمد پر حملہ کر دیا مگر خوشی کی بات یہ کہ احمد کے گلے میں لاکٹ ہونے کے باوجود اسے چھو بھی نہ سکی احمد کو بابا جی کی آواز سنائی دی بیٹا وہ کنویں کا پانی اس کالی ڈائن پر ڈال دو وہ مر جائے گی۔ احمد نے ایسا ہی کیا پھرتی کے ساتھ وہ پانی اس چڑیل پر انڈیل دیا۔ پانی پڑنے کی دیر تھی کہ اس کالی ڈائن کو آگ لگ گئی اور وہ وہی ڈھیر ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں صرف راکھ کا ڈھیر تھا اچانک دور سے احمد کو بابا جی آتے ہوئے

دکھائی دیئے انہیں دیکھ کر احمد کو روحانی سی خوشی ملی وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے ہاتھوں کتنا اہم کام سرانجام ہوگیا ہے اور یہ سب باباجی کی وجہ سے ہوا ہے اگر باباجی ہمیں کچھ بھی نہ بتاتے تو ہوسکتا تھا کہ ان کے گاؤں تباہ وبرباد ہوجاتے۔ باباجی چلتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گئے۔

بیٹا تم کو مبارک ہو تم نے اس کالی ڈائن کو ختم کردیا ہے اب تمہارے گاؤں کو کوئی بھی خطرہ نہیں ہے آؤ اب یہاں سے چلتے ہیں تم آنکھیں بند کرلو میں تمہیں تمہارے گاؤں میں پہنچادیتا ہوں احمد نے آنکھیں بند کیں تو اسے ایسے لگا جیسے ہوا اس کو لیے ہوئے اڑ رہی ہے کچھ ہی دیر میں وہ گاؤں جا پہنچے تھے آنکھیں کھولتے ہی اس کے سامنے وہ ویرانہ نہ تھا بلکہ اس کا اپنا گاؤں چاندنگر تھا۔ جہاں امین اور رحمان اس کا انتظار کررہے تھے۔ اس نے کالی ڈائن کو مارنے کی خبر ان کو سنادی تو وہ بہت ہی خوش ہوئے اور جب اس نے سانول کے مرنے کی خبر سنائی تو رحمان کی آنکھوں میں آنسو آگئے مگر اسے خوشی بھی تھی کہ چاندنگر اور پریم نگر ایک بہت بڑی تباہی سے بچ گئے۔ انہوں نے باباجی کا بھی شکریہ ادا کیا کہ ان کی وجہ سے یہ سب ہوا ورنہ کچھ بھی ہوسکتا تھا۔

آج اس واقعہ کو پندرہ سال بیت گئے ہیں اور چاندنگر اور پریم نگر کے درمیان وہ ندی سوکھ چکی ہے اور وہاں کافی آبادی ہوچکی ہے او ردو گاؤں ایک بن گئے ہیں اور اس کا ایک نیا نام رکھا ہے احمد کی شادی ہوچکی ہے اور ایک دن احمد بازار کسی کام سے گیا تو اسے ایک ایسا آدمی ملا جو بالکل سانول کی شکل وصورت کا تھا احمد نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے پاس گیا اور اس سے اس کا نام پوچھا۔ تو اس نے سانول نام بتایا جسے سن کر احمد دھنگ رہ گیا۔ اور سوچوں میں ڈوب گیا جب کافی دیر وہ سوچوں کی دنیا سے باہر آیا تو اس کے سامنے کوئی نہیں تھا احمد نے اس بارے میں کافی سوچا مگر اس دن کے بعد وہ سانول نام کا آدمی اسے کہیں بھی دکھائی نہیں دیا۔

قارئین کرام کیسی لگی میری یہ کہانی اپنی قیمتی رائے سے نوازیئے گا۔ میں آپ کی رائے کا انتظار کروں گا۔

اقوال زریں

☆ ہر کام کے شروع کرنے سے پہلے اس کے انجام کے پہلوؤں کو سوچ لو۔

☆ زبان میں ہڈی نہیں ہوتی لیکن یہ ہڈی کو توڑ ڈالتی ہے۔

☆ احمق ہمیشہ وقت پوچھا کرتے ہیں جبکہ عاقل اپنا وقت آپ جانتے ہیں۔

☆ پھول خوبصورت، پاکیزہ اور خوشبودار سہی لیکن اس کی جڑ کیچڑ میں دبی ہوتی ہے۔

☆ دلیروں کے آنسو باہر نکل کر سوکھتے نہیں ہیں بلکہ درختوں کے رس کی طرح اندر رہ کر درخت کو سرسبز اور بارآور کرتے ہیں۔

احسان احمد۔ بہادر پور

☆☆☆

خوفناک سایہ

۔۔۔تحریر: محمد سلیم اختر۔ جہانیاں منڈی۔۔۔

اللہ بخش تم۔ تم کو تو ہم نے مار دیا تھا اور تم۔ اس کے منہ سے ایک قہقہہ بلند ہوا ہاں تم نے مجھے مار دیا تھا میں مرا ہوا انسان ہوں لیکن تم لوگوں کی موت بنا یہاں حویلی میں گھوم رہا ہوں۔ جب تک تم لوگوں میں ایک بھی زندہ ہے مجھے بھلا کیسے سکون مل سکتا ہے مجھے تو سکون تم لوگوں کی موت پہنچا سکتی ہے میں نے کہا تھا ناں کہ میں ایک ایک کر کے سب کو ختم کر دوں گا سو میں نے کر دیا ہے اب تیری باری ہے ہاں حاکم علی اب تیری باری ہے۔ اتنا کہہ کر وہ اس کی طرف بڑھا نہیں اللہ بخش تم ایسا نہیں کر سکتے۔ وہ کانپتے ہوئے بولا لیکن اللہ بخش کے ہاتھ اس کی گردن کو اپنی لپیٹ میں لے چکے تھے اس کی سانسیں اکھڑنے لگی تھیں۔ دھیرے دھیرے اس کا جسم ٹھنڈا پڑنے لگا تھا۔ اس کی موت کے ساتھ ہی اللہ بخش کے منہ سے قہقہے گونجنے لگے اور وہ حویلی سے باہر نکل آیا ایک پھونک اس نے حویلی کی طرف منہ کر کے ماری حویلی کو آگ لگ گئی اور آگ ایسی لگی کہ اس کو کوئی بھی بجھا نہ سکا جو جو بھی اس میں موجود تھا سب ہی آگ میں جلنے لگے ان میں گامو بھی تھا اور وہ سب تھے جو ان کے اشاروں پر چلتے تھے جو گاؤں والوں کو پکڑ پکڑ کر ان کے سامنے لاتے تھے اور ان کی موت کا تماشہ دیکھتے تھے حویلی کی آگ نے پورے گاؤں کو روشن کر دیا تھا لوگوں کے چہروں پر خوشی کی لہر موجود تھی اور پھر سب گاؤں والوں نے دیکھا کہ کوئی انسانی جسم اوپر ہوا میں اڑتا ہوا بلند ہو رہا ہے ان سب اس کو پہنچان لیا تھا وہ اللہ بخش تھا ہاں اللہ بخش جس کو بے قصور مارا گیا تھا۔۔

تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا حاکم علی چلا آ رہا تھا اس نے ہاتھ میں کھونڈا پکڑا ہوا تھا۔ اور چہرے پر غصہ چھایا ہوا تھا اور آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا پھر اچانک اس کے سامنے منشی آ گیا اس نے اپنا سفید چشمہ درست کیا اور شیطانی مسکراہٹ لے کر بولا۔

آیئے جاگیردار صاحب آیئے وہاں آپ کا سب لوگ بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں اور اللہ بخش کو ہم نے ڈیرے پر بٹھا رکھا ہے اگلے ہی لمحے حاکم علی کھونڈا پکڑے اور گول تکیے سے ٹیک لگائے غصہ بھرے لہجے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامنے زمین پر بیٹھے اللہ بخش کی طرف دیکھ رہا تھا جب کہ اللہ بخش ہاتھ جوڑے ڈرا سہا ہوا زمین پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک طرف سکندر علی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ دوسری طرف دلاور علی بہادر علی۔ اور بختاور علی کھڑے ہوئے تھے اور اب تو منشی بھی ہاتھوں میں رجسٹر اٹھائے حاکم علی کے سر پر کھڑا تھا اور حاکم علی مسلسل آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اللہ بخش کی طرف دیکھ رہا تھا ڈر کے مارے اللہ بخش کو پسینے چھوٹ رہے تھے پھر اچانک حاکم علی گرجتی ہوئی آواز میں بولا۔

اللہ بخش۔۔ حاکم علی کی اتنی دہشت دیکھ کر اللہ بخش تھر تھر کانپ رہا تھا اللہ بخش بولے

تجھے تیری اس غلطی کی کیسی سزا دی جائے۔

جاگیردار صاحب اگر کوئی انسان ہوتا تو آپ کھیتوں کی طرف جانے کی غلطی نہ کرتا لیکن وہ تو بے زبان جانور تھے جو غلطی سے آپ کے کھیتوں میں گھس گئے لیکن جناب غلطی میری ہی تھی جو میں اپنے جانوروں کا دھیان نہیں کر سکا۔ جس کے کارن آپ کے تمام کھیت برباد ہوگئے ہو سکے تو مجھے بوڑھے غریب پر ترس کھا کر میری اس غلطی کو معاف کردیں

ترس تو میں نے اپنے باپ پر بھی کبھی نہیں کھایا تھا۔ تو پھر تو کس کھیت کی مولی ہے حاکم علی ایک دم اٹھ کھڑا ہوا ہمارا اتنا نقصان ہوا ہے اور تجھے معاف کردیں یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ تجھے تیری اس غلطی کی سزا ضرور ملے گی اللہ بخش سکندر علی نے اتنا کہا اور خود اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

چاچا جی یہ چھوٹے چاچا بالکل ٹھیک کہتے ہیں اسے اس کی غلطی کی سزا ضرور ملنی چاہیے دلاور علی نے اپنی ہتھیلی پر مکا جماتے ہوئے کہا۔

حاکم علی بولا کل کتنے جانور تھے اس بوڑھے کے جن کی وجہ سے ہمارے تمام کھیت برباد ہوئے ہیں تین بھینس دو گائے اور چار وچھڑے تھے چاچا جی بختاور علی نے انگلیوں پر گنتے ہوئے کہا۔

ہوں بہت خوب۔ اب وہ تمام جانور اس وقت کہاں ہیں۔

چاچا جی اس وقت وہ تمام جانور آپ کے سالے بہادر علی نے قبضے میں لے پچھواڑے میں باندھے دیئے ہیں۔

ہاں بھائی صاحب آپ کے بھتیجے بختاور نے بالکل ٹھیک کہا۔ بہادر علی نے کہا۔

اچانک دلاور علی بولا چاچا جان ان جانوروں میں سے ایک بھینس اور دو بچھڑے میں رکھوں گا پھر اچانک حاکم علی خان گرجتی ہوئی آواز میں بولا۔

اللہ بخش تیرے وہ تمام جانور اس وقت ہمارے قبضے میں ہیں اور حاکم علی تجھے اتنی درد ناک سزا دے گا کہ تیرے روح تک کانپ اٹھے گی۔

یہ بہت بڑا ظلم ہے جاگیردار صاحب آپ اوپر والے خوف سے کچھ ڈریئے۔ اور مجھے میرے جانور واپس کردیں۔

نہیں اللہ بخش یہ انہونی ہے ہمارے راستے تو بدل سکتے ہیں لیکن ہمارے اصول نہیں بدل سکتے سن لیا تو نے اللہ بخش سکندر علی نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔ بہادر علی۔

جی بھائی صاحب اس بوڑھے پر اتنے کوڑے برساؤ کہ یہ اپنی آخری سانسیں تڑپ تڑپ کر نکال دے حاکم علی کا حکم سن کر بہادر علی ہاتھ میں کوڑا لیے آگیا۔ اب میں اس حرامی کو ایسا سبق سکھاؤں گا کہ آخری سانس تک یاد رکھے گا اتنا کہتے ہوئے بہادر علی نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کوڑا سیدھا کیا اور اللہ بخش پر برسانا شروع کر دیا درد کی شدت سے اس کے منہ سے چیخیں نکل رہی تھیں۔

مجھے معاف کردیں جاگیردار صاحب اللہ کے واسطے مجھے چھوڑ دیجئے۔

ایسا سوچنا بھی مت اللہ بخش یہاں غلطی کرنے والے کی سزا صرف موت ہے موت اتنا کہہ کر حاکم علی وہاں سے چلا گیا باقی کے تمام لوگ بھی ساتھ چل دیئے اللہ بخش کی بے بسی پر

ہنستا ہوا منشی پیچھے پیچھے چل دیا۔ بہادر علی نے زور زور سے کوڑے برسانے شروع کر دیئے پھر چند ہی منٹوں میں اللہ بخش زمین پر گر پڑا اور تڑپ رہا تھا لیکن اس نے کوڑوں کی بارش جاری تھی اللہ بخش کی دردناک چیخیں دور دور تک جا رہی تھیں اچانک ہی حویلی کا دروازہ کھلا اور اللہ بخش خون میں لت پت پھٹے ہوئے کپڑوں کے ساتھ گرتا سنبھلتا ہوا اندر گرا رابعہ جو چولہے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی کھانا پکا رہی تھی باپ کی ایسی حالت دیکھ کر بھاگتی ہوئی اس کے قریب آ گئی۔

بابا۔ بابا یہ کیا ہوا ہے تجھے تمہاری یہ حالت کس نے کی ہے اتنا کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی پھر صغراں بھی وہاں آ گئی۔

رابعہ یہ تمہارے بابا کو کیا ہوا ہے سرتاج کچھ تو بولیے اس گھر میں آہستہ آہستہ لوگ بھی اکھٹے ہو رہے تھے رابعہ مسلسل رو رہی تھی صغراں جب کہ اللہ بخش کو جھنجھوڑ رہی تھی۔

سرتاج کچھ تو بولیے تمہارے ساتھ یہ سب کس نے کیا ہے بڑی مشکل سے اس کی زبان نے ساتھ دیا اور اللہ بخش درد کی شدت سے کراہتے ہوئے بولا۔

ہمارے جانوروں کی وجہ سے جاگیردار حاکم علی کے تمام کھیت برباد ہو گئے ہیں جس کی سزا اس نے مجھے یہ دی ہے اور ہمارے تمام جانوروں پر اس ظالم نے ناجائز قبضہ کر لیا ہے اور تو انہوں نے مجھے اتنی بے دردی سے مارا ہے کہ اب میں ایک منٹ زندہ نہیں رہوں گا رابعہ کی ماں۔

بابا بابا۔ اللہ کے واسطے ہمیں چھوڑ کر کبھی مت جانا تمہارے سوا ہمارا ہے ہی کون۔

رابعہ کی ماں میری اس بیٹی کا ہمیشہ خیال رکھنا ان آخری الفاظ کے ساتھ اللہ بخش کی آنکھیں بند ہو گئیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں رابعہ اور صغراں اللہ بخش کی لاش پر دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھیں اور کھڑے تمام لوگ بہتی آنکھوں سے یہ ماتم دیکھ رہے تھے لیکن ان لوگوں کو شاید ابھی تک سکون نہیں ملا تھا انہوں نے اس کی لاش کو دفنانا بھی گوارا نہ کیا اور اسے اٹھوا کر ایک ویرانے میں پھینکوا دیا جہاں کچھ دنوں بعد اس کے جسم کی ہڈیاں دیکھنے کو ملنے لگیں۔ اللہ بخش کے گھر لوگوں کا آنا جانا لگا ہوا تھا ان لوگوں میں موجود غلام رسول آگے بڑھا اور صغراں کے سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا اب رونے سے کچھ بھی نہیں ہوگا بہن اللہ کو جو منظور تھا وہی ہوا ہے لیکن ہاں تم چاہو تو قانون کا سہارا لے کر اس جاگیردار کو پھانسی کی سزا دلوسکتی ہو ایسا کرنے میں میں تمہارا ساتھ دے سکتا ہوں اتنا سن کر علم دین آگے بڑھا اور بولا۔

ارے جانے دیجیے میاں تم کو اس گاؤں میں کسی کے رشتے دار ہو اور یہاں نئے آئے ہو تم شکل وصورت سے ایک شریف انسان لگتے ہو اور عزت دار بھی ہو اس لیے تم اس معاملے میں نہ پڑو تو اچھا ہے کیا مطلب ہے میں کچھ سمجھا نہیں۔

ذرا غور سے سنو اس گاؤں کا جاگیردار جو ہے ناں وہ بہت ہی بڑا ظالم ہے نام ہے اس کا حاکم علی۔ وہ ظالم غریبوں اور یتیموں کی زمینوں اور جائیداد پر ناجائز قبضہ کرتا ہے یہ تو اس کا پرانا

پیشہ ہے اور تو اور وہ جاگیردار جب بھی چاہے کسی کو بھی موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔

تو یہ گاؤں والے قانون کا سہارا کیوں نہیں لیتے غلام رسول نے پوچھا۔

ارے میاں ایسا کون بیوقوف ہے جو جان بوجھ کر حاکم علی کے خلاف قدم اٹھائے اس کے خلاف چلنے والے کو موت کے منہ میں جانا پڑتا ہے یہ ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے کہ ایک نوجوان حاکم علی کے خلاف بولا تھا اس کے آدمیوں نے سرعام گاؤں میں اس کو پھانسی دے دی تھی اس کی لاش کو اسی طرح ویرانے میں پھنکوا دیا تھا جس طرح اللہ بخش کی لاش کو پھنکوایا گیا ہے۔ اس کے بعد اس ڈر کی وجہ سے کوئی اس کے خلاف کسی قسم کا کوئی بھی قدم نہیں اٹھاتا اچانک صغراں اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

اس گاؤں کے لوگ بہت غریب ہیں اور بے بس بھی ہیں ہم کبھی بھی ان ظالموں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن آج بھی ہمارے دلوں سے یہی آواز نکلتی ہے کہ جس طرح وہ ظالم ظلم کرنے والے ہیں ان دلوں کو مار رہا ہے ٹھیک اسی طرح اس کا ایک دن اس کا حال ہوگا۔ ایسا ضرور ہوگا اوپر والے کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے اور ہماری بددعائیں ایک دن قہر بن کر ان ظالموں پر ضرور پڑیں گی۔

ادھر حاکم علی گول تکیے سے ٹیک لگائے کھل کھلا کر ہنس رہا تھا منشی جو اس کے کندھے دبا رہا تھا بولا۔

کیا بات ہے حضور آج آپ بہت خوش نظر آ رہے ہیں۔

ہاں منشی بات ہی کچھ ایسی ہے ہم جب بھی کسی مظلوم پر ظلم کرتے ہیں تو کسی کی جرات تک نہیں ہوتی کہ گاؤں کا کوئی آدمی ہمارے خلاف آواز اٹھا سکے وہ تو ہے نا حضور پر یہ تو بہت پرانی بات ہے کہ پچھلے کئی سالوں سے گاؤں والوں کے دلوں میں آپ کا ڈر بیٹھا ہوا ہے اور اس ڈر کا نام ہے حاکم علی۔ اتنا سن کر حاکم علی کے منہ سے ایک قہقہہ چھوٹ پڑا۔ اچانک اندر گاموں بھی آ گیا۔

آپ کا غلام آپ کا خادم آپ کا نوکر حاضر ہے

دیکھو گاموں۔ تم ہمارے بہت پرانے نوکر ہو اور ہمیشہ اچھی خبریں سناتے ہو مجھے پوری امید ہے کہ آج بھی کوئی اچھی ہی خبر سناؤ گے۔

نہیں سردار صاحب آج اچھی خبر نہیں ہے بہت ہی بری خبر ہے۔

کیوں کیا ہوا کون بدنصیب ہے جس کی موت آئی ہے۔ حاکم علی یکدم اٹھ کھڑا ہوا۔ اور غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا۔

بات دراصل یہ ہے کہ وہ روڈ کے ساتھ والی زمین جو ہے جہاں آپ بہت بڑی فیکٹری بنانا چاہتے ہیں دراصل مسجد کے مولوی حسین کا دعویٰ ہے کہ وہ اس زمین پر مدرسہ بنانا چاہتے ہیں جہاں گاؤں کے بچے اردو اور دین کی تعلیم حاصل کریں گے۔

اس کمینے یہ ہمت کہ ہمارے خلاف چل رہا ہے میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا اگلے ہی لمحے مولوی حسین کو داڑھی اور بنتی داڑھی پکڑ کر حاکم علی کے سامنے لے آئے۔

جاگیردار صاحب یہ کیا مذاق ہے کیوں

مجھے یہاں لایا گیا ہے میرا کیا قصور ہے اچانک سکندر علی گرجتی ہوئی آواز میں بولا بکواس بند کر مولوی۔ ابھی تجھے پتہ چل جائے گا حاکم علی غصے سے دانت پیستے ہوئے بولا تمہاری یہ ہمت کیسے ہوئی مولوی کہ تو ہماری زمین پر مدرسہ بنانے کا خواب دیکھ رہا ہے۔

ارے آپ نے تو اس زمین پر ناجائز قبضہ کیا ہوا تھا اور زمین نہ آپ کی ہے اور نہ میری ہے بلکہ وہ زمین سرکار کے نام ہے اور اب سرکار نے اس پر مدرسہ بنانے کا آرڈر مجھے دے دیا ہے یہ دیکھیئے آرڈر کے کاغذات مولوی نے کاغذات نکال کر ان کے سامنے کر دیئے اور اب آپ لوگ کچھ نہیں کر سکتے۔

دیکھ مولوی اگر تجھے اپنی زندگی پیاری ہے تو اس زمین کو بھول جاؤ ورنہ تجھے پچھتانا پڑیگا۔

ارے زمین کو کیسے بھول جاؤں جہاں پر بہت بڑا مدرسہ بنانے کا خواب کئی سالوں سے دیکھ رہا ہوں اور آپ کہتے ہیں کہ اس زمین کو بھول جاؤں چاہے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

میں اس زمین پر مدرسہ بنانے کا خواب تمہارے ساتھ ہی ختم ہو جائے گا مجھے اپنی موت کی کوئی پرواہ نہیں ہے آج میں مروں گا تو کل کو تو بھی مرے گا۔

اتنا سن کر حاکم علی نے زوردار تھپڑ مولوی کے منہ پر جڑ دیا اسی لمحے بہادر علی پٹرول کا گیلن لے کر آ رہا تھا حاکم نے اس کے ہاتھ میں پٹرول دیکھا تو چیختے ہوئے بولا۔

پٹرول کو کہیں اور لے جانے کی ضرورت نہیں ہے ادھر لا میرے پاس اور اس مولوی کے اوپر چھڑک دے اس نے ایسا ہی کیا اس نے اپنا رخ موڑا اور مولوی کی طرف ہو لیا اور اس پر پٹرول چھڑکنے لگا۔ چھوڑو مجھے یہ کیا کر رہے ہو دلاور علی اور بختاور علی نے اسے پکڑ رکھا تھا اور سارا پٹرول مولوی پر چھڑکنے کے بعد تینوں اسے دور ہٹ گئے اور حاکم علی نے ماچس کی تیلی جلا کر مولوی کے اوپر پھینک دی دیکھتے ہی دیکھتے آگ نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا مولوی کی دردناک چیخیں فضا کو چیرتے ہوئے دور دور تک جا رہی تھیں مولوی مسلسل آگ کی لپیٹ میں جل رہا تھا اور اب وہ ظالم لوگ وہاں سے چلے گئے دیکھتے ہی دیکھتے مولوی کی لاش آگ میں جل کر راکھ کا ڈھیر بن گئی اور اس راکھ سے اٹھنے والا دھواں آسمان کی طرف جا رہا تھا یکدم کہیں سے آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے اور تیز آندھی چلنا شروع ہو گئی اور زور زور سے درخت ہل رہے تھے اور بجلی بھی بار بار کڑک رہی تھی پھر اچانک طوفان کا زور ٹوٹا اور برسات شروع ہو گئی ادھر ہائی وے پر موٹر سائیکل دوڑاتے بہادر علی چلا آ رہا تھا تیز بارش کی وجہ سے اس کے سارے کپڑے گیلے ہو چکے تھے اور موٹر سائیکل بھی بھیگ چکی تھی اچانک ہی اس کی موٹر سائیکل خود بخود رک گئی اس نے کئی بار سٹارٹ کی لیکن موٹر سائیکل اسٹارٹ نہ ہو سکی۔

لگتا ہے ٹینکی میں پانی چلا گیا ہے اس سالی کو بھی اسی وقت خراب ہونا تھا اس نے غصہ بھرے لہجے میں کہا اور ایک لات موٹر سائیکل کو ماری ادھر ادھر دیکھا تو بڑے زور شور سے بارش اور ساتھ آندھی چل رہی تھی بہادر علی

موٹر سائیکل کی ٹینکی ادھر ادھر ہلا رہا تھا اور آسمان پر بجلی بار بار کڑک رہی تھی اس لمحہ دور ہی سے لمبے تڑنگے قد والا ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا اس نے پاؤں سے لے کر سر تک سیاہ لباس پہنا ہوا تھا صرف آنکھیں ہی نظر آ رہی تھیں اور قد نہایت ہی لمبا تھا یہ شخص لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا آ کر ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو گیا اس نے سامنے روڈ کی طرف دیکھا کہ بہادر علی اپنی موٹر بائیک کو اسٹارٹ کر رہا تھا درخت کے نیچے کھڑا وہ شخص جس نے جونہی درخت پر اپنا ہاتھ رکھا تو یہ درخت آہستہ آہستہ گرتا ہوا موٹر سائیکل سمیت بہادر علی کے اوپر آ گرا اس کے منہ سے چیخ بھی نہ نکل سکی اور درخت کے نیچے دب گیا اس وقت بہادر علی کی سانسیں آہستہ آہستہ چل رہی تھیں اس لمحہ وہ شخص بہادر علی کے سر پر کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنے لمبے لمبے ہاتھ بہادر علی پیٹ پر رکھ کر آہستہ آہستہ اپنی جانب کھینچنا شروع کر دیئے اب بہادر علی کی سانسیں آہستہ آہستہ نکل رہی تھی اسی طرح دیکھتے ہی دیکھتے جب اس کے دونوں ہاتھ اس کے منہ تک آ گئے تو بہادر علی چیخا۔ اللہ بخش تم۔ اس کے ہی اس کی آخری سانسیں نکل چکی تھیں اب بہادر علی مر چکا تھا۔ اس سائے کے منہ سے قہقہے بلند ہونے لگے۔ اور پھر اس نے اس کے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر اس کی انتریاں باہر کھینچ لیں اور قہقہے لگاتا ہوا غائب ہو گیا۔ اسی وقت یہاں پولیس کی گاڑی اور کچھ لوگ جمع ہو گئے پولیس اور لوگوں نے مل کر بہادر علی کی لاش پر سے درخت ہٹا کر ایک طرف کر دیا سب لوگ درخت ہٹانے کے بعد بہادر علی کی لاش اور موٹر سائیکل کی طرف دیکھ رہے تھے موٹر سائیکل تو بری طرح ٹوٹ پھوٹ گیا تھا اور بہادر علی لاش سے خون بہتا ہوا بارش کے پانی میں مل رہا تھا انسپکٹر نے اپنی ٹوپی اتار کر آسمان کی طرف نظریں دوڑائیں تو آسمانی بجلی بار بار کڑک رہی تھی ہوا اور بارش بھی مسلسل چل رہی تھی ٹھنڈی آہ لینے کے بعد انسپکٹر بولا

لگتا ہے اس کی موت تیز آندھی سے درخت گرنے کے کارن ہوئی ہے۔ لیکن اس کے جسم سے انتریوں کا نکلنا یوں لگتا ہے جیسے کوئی ایسی چیز نے اس کو مارا ہے جو درندہ ہو۔ اس کے چہرے پر خراشوں کے نشان ہیں اور جسم ایسے جیسے اندر سے اُدھیڑ دیا گیا ہے۔

لیس سر۔ مجھے بھی یہی لگتا ہے قریب کھڑے حوالدار نے کہا۔

کرم داد۔

لیس سر اس باڈی کو اٹھا کر گاڑی میں رکھو۔

دو پولیس اس کی لاش کو لے کر گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے کہ یکدم ان کو ایک آواز سنائی دی رکو۔ میری لاش کو لے کر کہاں جا رہے ہو اس کی اسے یہاں ہی رہنے دو تم ایسا نہیں کر سکتے لیکن وہ اس کی لاش کو گاڑی میں رکھ چکے تھے اور گاڑی بھی اسٹارٹ ہو چکی تھی باقی لوگ بھی وہاں سے چلے گئے۔ واقعی میں مر چکا ہوں۔ بہادر علی کی روح جو ایک طرف کھڑی ان سب کو دیکھ رہی تھی پکار رہی تھی وہ سوچنے لگی۔ اب وہ ہر کسی کو پکار رہی تھی کہ رکو مجھے بھی ساتھ لے چلو لیکن کوئی بھی اس کی آواز نہ سن رہا تھا۔ پھر وہ پیدل ہی چل پڑا اور چلتے

چلتے جب یہ روح ویران جگہ پر گئی تو اچانک اس کی نظر شمال کی طرف پڑی یہ دیکھ کر رک گیا کہ شمال کی طرف دے وہی سیاہ سایہ چلا آرہا تھا پاؤں سے لے کر سر تک سیاہ لباس پہنا ہوا تھا وہ شخص چلتے ہوئے بہادر علی کی روح کے پاس پہنچ گیا۔ روح نے یہ دیکھا کہ ان دونوں کی صرف آنکھیں ہی نظر آرہی تھیں۔ وہ اس کو دیکھ کر خوفزدہ ہوگیا یہ تو وہی ہے جس نے مجھے مارا ہے میری جان لی ہے مجھے دنیا سے دور کیا ہے اس کے لبوں پر قہقہے تھے وہ سایہ اس کو دیکھ کر مسلسل مسکرا رہا تھا جس طرح تم کو مارا ہے اسی طرح ان سب کو ماروں گا جنہوں نے ظلمات کی انتہا کر رکھی ہے انہوں نے مجھے مارا ہے اور میں ان کے لیے عبرت بن جاؤں گا۔ ہاں میں ان کے لیے عبرت بن جاؤں گا۔

بنگلے سے باہر چھ گاڑیاں اور موٹر سائیکل وغیرہ کھڑے تھے اور اندر بڑی حیثیت والے لوگ بہادر علی لاش پر افسوس کر رہے تھے سکندر دلاور اور بختاور اس کی لاش پر پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے منشی اور گاموں کی آنکھیں بھی اشکبار تھیں اور رونے والے تو مسلسل اس کی لاش پر پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے اسی لمحے دروازے کی چوکھٹ پر ملک الموت آکھڑا ہوا اور سامنے لاش پر رونے والے لوگوں کی طرف دیکھ کر افسوس کرتے ہوئے بولا۔

میں بار بار آؤں گا ایک ایک کر کے تم سب کی روح قبض کروں گا تم سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بہت ہی بھیانک موت تم سب کو دوں گا۔

اتنا کہہ کر وہ سایہ وہاں سے چلا گیا۔

رونے کی آوازیں پورے ہال میں گونج رہی تھیں اچانک حاکم علی بھی یہاں آگیا اور ان سب کو روتا ہوا دیکھ کر وہ غصہ سے بولا۔

بند کرو یہ رونا دھونا شیر ہو کر تم لوگ بزدلوں کی طرح روتے ہوئے مجھے بالکل بھی اچھے نہیں لگتے ہو ذرا عقل سے کام لو اتنا کچھ سننے کے بعد انہوں نے رونا دھونا بند کر دیا۔ منشی جی۔

جی حضور اس کے کفن دفن کا انتظام کیا جائے اور پھر کفن کا انتظام کر دیا گیا اور اس کو قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد سب لوگ اپنے اپنے [illegible] میں بیٹھے ہوئے تھے [illegible] منشی [illegible] چھوٹے جاگیردار صاحب نے ڈھیر [illegible] سامنے دیکھا تو منشی اس کی رقم کو دیکھ کر خوشی سے مسکرا رہا تھا۔

اے منشی کیا بات ہے۔۔۔ یہ بیوقوفوں کی طرح دانت کیوں نکال رہے ہو اس نے سری رقم اکٹھی کر لی چھوٹے جاگیردار صاحب اگر آپ برا نہ مانے تو ایک بات کہوں۔

ہاں کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

یہ اتنی ساری رقم آپ کے پاس کہاں سے آئی ذرا مجھے بھی تو پتہ چلے۔

تیرے باپ کے گھر سے آئی ہے کیا میرے پاس اتنی رقم نہیں ہو سکتی گدھا نہیں کا ایک دوں گا کان کے نیچے۔

اوہو اب غصہ تھوک دیں چھوٹے جاگیردار صاحب۔

اچھا ٹھیک ہے مجھے یہ بتاؤ کہ یہاں کیسے آئے ہو کوئی۔

ناگری صاحب آئے ہیں آپ سے ضروری کام کے سلسلہ میں۔

ناگری صاحب۔ اس نے اپنے دل میں نام دہرایا اور شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ بولا اچھا تم جاؤ اور اسے یہاں بھیج دو چھوٹے جاگیردار صاحب اتنا کہہ کر منشی اپنی انگلیوں سے پیسوں کا اشارہ کرنے لگا اس کا یہ اشارہ سمجھ کر دلاور علی نے دس روپے کا نوٹ نکال کر دیا۔

یہ لو اور جاؤ جا کر اسے اندر بھیج دو۔

یہ کیا صرف دس روپے اس نے دس روپے جھٹ سے واپس لے لیے اچھا ٹھیک ہے۔ دس روپے میں ہی گزارا ہو جائے گا منشی نے پھر سے وہ نوٹ لے لیا۔ اور وہاں سے باہر چلا گیا اس کے باہر جانے کے بعد ناگری صاحب اندر آ گئے۔

آیئے ناگری صاحب آیئے دلاور علی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

ارے بیٹے بیٹھے رہو کیوں اتنی تکلیف کر رہے ہو اس کے بعد دونوں ہی آمنے سامنے بیٹھ گئے ناگری صاحب نے اپنی جیب سے بہت بڑی رقم نکال کر اس کے سامنے رکھ دی اور دلاور صاحب یہ رہا پورا ایک لاکھ روپیہ رقم دیکھ کر دلاور علی کی آنکھیں چمکنے لگیں اب آپ اس رقم کو سنبھال کر رکھنا اور باقی کا دو لاکھ روپیہ بعد میں دے کر وہ زمین اپنے نام کروالوں گا۔

ٹھیک ہے ناگری صاحب جیسے آپ کی مرضی لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی وہ یہ کہ آپ کو مجھ پر کیسے یقین آ گیا۔

ارے کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ دلاور۔ آپ جیسا شریف اور ایماندار انسان ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا۔ مجھے آپ پر پورا یقین ہے۔

تو پھر ٹھیک ہے ناگری صاحب جب آپ باقی کا دو لاکھ روپیہ دے دیں گے تو اس وقت سرکاری کاغذات پر سائن کر کے وہ زمین آپ کے نام کر دیں گے دلاور نے کہا۔

اچھا اب مجھے اجازت دیں چلتا ہوں۔

ارے اتنی جلدی بھی کیا ہے بھئی چائے وغیرہ تو پی کر جائیں۔

دلاور صاحب میری چائے آپ پر ادھار رہی اگلی بار جب آؤں گا تو پھر پیوں گا اب مجھے ذرا دیر ہو رہی ہے ضروری کام ہے اللہ حافظ۔

اتنا کہہ کر ناگری صاحب چلا گیا اس کے جانے کے بعد دلاور علی چمکتی ہوئی آنکھوں سے ایک لاکھ کی رقم کو دیکھے جا رہا تھا چوہا جال میں پھنس گیا ہے اتنا کہہ کر دلاور علی مارے خوشی کے قہقہے لگائے جا رہا تھا۔

ایک درخت کے نیچے کچھ گاؤں والے بیٹھے باتیں کر رہے تھے باتوں کے دوران ہی علم دین نے پوچھا بھئی فضل دین تم سناؤ اپنی بچی کے بیاہ کے بارے میں کچھ سوچا ہے کہ نہیں۔

ہاں بھئی بیاہ تو کرنا ہے اس کا لیکن ابھی وہ بچی ہے اٹھارہ سال کی عمر ہے اس کی یہ بھی کوئی عمر ہوتی ہے ابھی تو میں اس کو پانچ سات سال

اپنی نظروں کے سامنے رکھوں گا جی نہیں چاہتا کہ اپنے دل کے ٹکڑے کو کسی اور کے حوالے کردوں اتنا سن کر علم دین کوئی جواب نہ دے سکا۔

فضل دین کی باتیں سن کر غلام رسول بولا بھئی بیٹیاں ہر باپ کو پیاری ہوتی ہیں لیکن اس کو پانچ سال بٹھانے سے پہلے تم نے کچھ سوچا ہے کہ نہیں کہ معاشرے والے کیا سوچیں گے فلاں گھر کی بیٹی ابھی تک جوان ہے دیکھنے والے تو یہی کہیں گے کہ لگتا ہے کہیں رشتے کی بات نہیں بن رہی طرح طرح کی باتیں بنائیں گے۔ دیکھنے والے اس میں بدنامی کسی کی ہوتی ہے ماں باپ کی ہاں اور کس کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں جب کسی گھر کی بیٹی جوان ہوجائے تو فورا اس کا نکاح کردینا چاہیے ورنہ جتنے ہی سال ماں باپ نے اپنی بیٹی کو بٹھایا تو اتنے ہی سال کا گناہ ان کے سروں پر سوار رہے گا جب میں نے بیٹی کی شادی کی تھی تو اس وقت اسکی عمر پورے سولہ سال کی تھی آج اس کی شادی کو چھ سال ہوچکے ہین اور اب وہ بچی بچے کی ماں بھی ہے یہ بات یہیں آکر ختم ہوجاتی ہے۔

فضل دین تمام باتیں سننے کے بعد سب لوگ یہی کہنے لگے کہ غلام رسول کی بات بالکل ٹھیک ہے یہ ٹھیک کہتا ہے بالکل ایسا ہی ہونا چاہیے اس کے بعد فضل دین کوئی جواب نہ دے سکا خاموشی سے کچھ سوچ رہا تھا غلام رسول بولا۔

اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے فضل دین۔۔ سب کچھ سننے کے بعد فضل دین بولا۔

تم بالکل ٹھیک کہتے ہو غلام رسول میں کل ہی جا کر اپنے بھائی سے بیٹی کے رشتہ کے لیے بات کروں گا۔ ابھی اس نے بات ختم کی ہی تھی کہ اچانک یہاں گاموں آٹپکا اس نے ہاتھوں میں حقہ اٹھایا ہوا تھا درخت کے نیچے یہ بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا اور حقہ کھینچنے لگا گاموں کو دیکھ کر سب کے موڈ خراب ہوگئے ان سب کی کیفیت دیکھ کر گامو بولا۔

بھئی کیا بات ہے مجھے دیکھ کر تم سب کے موڈ خراب کیوں ہوگئے ہیں کیا مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔

اب آگئے ہو تو خاموشی سے بیٹھے رہو ایک تو تم بولتے بہت ہو علم دین نے اتنا کہہ کر سر جھٹک دیا۔ غلام رسول بولا۔

گامو کیا حال ہے تمہارا تمہاری طبیعت کیسی ہے اور کہاں سے آرہے ہو گاموں نے حقہ کا کش لگایا اور منہ سے دھواں نکالتے ہوئے بولا۔

وہ ہیں ناں اپنے سردار حاکم علی۔

ہمارے تو نہیں تمہارے ضرور ہوں گے۔ علم دین نے اس کی بات کاٹ کر کہا اور منہ دوسری طرف کرلیا۔

دیکھ علم دین تم خاموش رہو میں تم سے بات نہیں کررہا۔ اچانک فضل دین بیچ میں بولا۔

دیکھو گامو تم اس گاؤں میں رہنے والے ہو سی لیے تمہیں سمجھانا ہمارا فرض ہے یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو اس گاؤں کا جاگیردار حاکم علی گاؤں والوں پر انتہائی ظلم کرنا چاہتا ہے اور کئی بے گناہ لوگوں کو اسنے موت کے

گھاٹ اتار دیا ہے اتنا کچھ جاننے کے باوجود بھی تم اس کے ہاں نوکری کرتے ہو۔۔ اچانک علم دین بیچ میں بولا۔

ارے یہ اس کے ہاں نوکری سے زیادہ ان لوگوں کی خوشامد کرتا ہے تلوے چاٹتا ہے۔

لگتا ہے تمہیں موت کا مزہ چھکانا پڑے گا۔ جاگیردار سے کہہ کر اتنا سن کر فضل دین نے علم دین کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ارے گاموتم ایک دم غصہ ہی کر گئے ہو جانے دو اس غصہ کو غلطی ہو گئی ہے اس سے منہ سے ایسی بات نکال بیٹھا ہے۔

ہاں ہاں ٹھیک ہے سمجھا دینا اس کو جب اگلی بار ملے تو سوچ سمجھ کر مجھ سے بات کرے اب گاموں خوشی سے مسکرا دیا۔ آخر ہم بھی تو کوئی عام آدمی نہیں ہیں۔ ہاہاہا۔ گاموخوشی کے مارے قہقہے لگاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

دیکھا علم دین کیسے یہ اکڑ رہا تھا فضل دین نے کہا جب تک جاگیرداروں کا ہاتھ اس کے کندھے پر ہے یہ اسی طرح اپنی اکڑ دکھائے گا۔

ہاں علم دین تم بالکل ٹھیک کہتے ہو ورنہ اس بزدل کے سامنے کتا بھی بھونک پڑتا تو اس کی ٹانگیں کانپنے لگتی ہیں علم دین چونکہ غلام رسول سے مخاطب ہو کر بولا۔

اس گاؤں میں آپ نئے نئے آئے ہیں۔ یہاں کے ماحول سے آپ ناواقف ہیں ایسے لوگوں کو منہ لگانے سے پہلے ہزار بار سوچ لینا چاہیے ہاں علم دین بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے بلکہ میں بھی یہی کہوں گا ایسے لوگوں کے منہ نہیں لگنا چاہیے کیونکہ یہ شخص ظالم جاگیردار کا بہت بڑا چمچہ ہے ادھر کی بات ادھر کر کے گاؤں کے کسی نہ کسی شخص کو جاگیردار کے جال میں پھنسا دیتا ہے اور پھر وہ اس کے ہاتھوں بے گناہ مارا جاتا ہے فضل دین کی باتیں سن لینے کے بعد وہ غلام رسول بولا۔

پھر تو یہ گامو جاگیردار کا بہت بڑا چغلی خور ہوا اچانک مسجد سے اذان کی آواز آنے لگی۔

لو بھئی نماز کا وقت ہو گیا ہے چلئے آپ لوگ بھی میرے ساتھ نماز پڑھیے۔

ہاں ہاں بالکل بالکل پھر علم دین اور فضل دین غلام رسول کے ساتھ چل دیئے۔ وہاں کچھ لوگ اور بھی موجود تھے۔ جو نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے نماز ادا کرنے کے بعد غلام رسول اپنے گھر آ گیا۔

یہ لیں آپ کے دو لاکھ پورے ہو گئے ہیں ناگری نے دلاور علی کو کہا اور کاغذات اس کے سامنے رکھ دیئے۔ اس نے دو لاکھ ہاتھ میں پکڑ لیے اور ایک طرف چلا گیا اور جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں پستول تھا ناگری اس کے ہاتھوں میں پستول دیکھ کر کانپ گیا یہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ وہی جو مجھے کرنا چاہیے اب ان پیسوں کے ساتھ ساتھ تمہاری زندگی کا کھیل بھی ختم اتنا کہہ کر اس نے اس پر فائر کر دیئے جس کی گونج پوری حویلی میں گونج گئی اس کی موت کے ساتھ ساتھ دلاور علی کے قہقہے بھی گونج رہے تھے۔ ایک شراب کا گلاس اس نے اپنے حلق میں ڈالا اور منشی سے کہا کہ اس کی لاش کو کہیں باہر پھینک دو وہ اس کی لاش کو لے کر باہر چلا گیا اور وہ شراب کے نشے میں دھت پڑا ہوا تھا۔؟؟

کہ اس کے سامنے ایک سیاہ سایہ آ گیا۔ اس
نے دلاور علی کو پکڑ لیا اس کی ہیبت ناک شکل
دیکھ کر وہ کانپ کر رہ گیا اسکے منہ سے صرف اتنا
ہی نکل سکا۔ اللہ بخش تم۔ اس کے بعد اس کے
حلق سے چیخیں نکلنے لگیں لیکن ان چیخوں کو سننے
والا کوئی بھی نہ تھا اس کی سانسیں کھنچی جانے لگی
اس کے سامنے وہ سب چہرے گھومنے لگے جن
پر اس نے ظلم ڈھائے تھے۔ اس کے بعد اس کی
لاش ایک جگہ فرش پر موجود تھی۔ سائے کے منہ
سے قہقہے پھوٹ رہے تھے اس نے اس کے
پیٹ میں ہاتھ ڈال کر اسی انتریاں باہر کھینچ لیں
اور ان کو ہاتھ میں پکڑے قہقہے لگائے جا رہا تھا
اور پھر قہقہے لگاتا ہوا وہ غائب ہو گیا۔ جا
جاتے اس کے منہ سے وہی باتیں کو
میں ان ظالموں کے لیے موت
ایک ایک کر کے سب کو
موت مار دوں گا کہ ا
کانوا

آیا لوگ کیا کہیں گے کہ حاکم علی پریشان
ہو گیا ہے وہ اندر سے ٹوٹ گیا ہے نہیں نہیں میں
کبھی بھی نہیں ٹوٹ سکتا میں موت سے
لڑ سکتا ہوں ہاں میں موت
لڑ سکتا ہوں۔ جہاں اس کی موت پر
سوگ طاری تھا ویسے ہی گاؤں
لہر دوڑ گئی تھی لوگوں کو یقین
ظلمات کی انتہا ہو۔
موت مرنے
ہیں اب
جو کہ

پیار
چھوڑ دو
اندر کمرے
کیوں نہیں آ
سوچوں میں کھو

خوفناک سایہ

گلاس ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے وہ اب تک
تین گلاس شراب پی چکا تھا اور اب چوتھا تھا جو
وہ پکڑے ہوئے تھا کہ اس کو اپنے سامنے ایک
سیاہ سایہ دکھائی دیا اس کو دیکھتے ہی اس کے
ہاتھ میں پکڑا ہوا گلاس نیچے گر کر کرچیوں میں
بٹ گیا۔ اس نے بھاگنا چاہا لیکن سایہ نے اس
کی گردن پکڑ لی اور دیوار کے ساتھ دے مارا۔
اور چہرے پر سے نقاب ہٹا دیا۔ اللہ بخش تم۔
[illegible] کے منہ سے گھٹی گھٹی آواز نکلی اس کے بعد وہ
کچھ بھی بول نہ سکا سایہ نے اس کو بولنے کا کوئی
بھی موقع نہ دیا اس کی سانسیں رک چکی تھی
اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں پیٹ پھٹا ہوا تھا اور فرش
اس کے خون سے تر تھا۔ وہ سایہ غائب
ہو چکا تھا۔ دوسرے دن پھر حویلی میں کہرام
[illegible] موت نے سب کو افسردہ
[illegible] سکتہ طاری تھا اس کو
[illegible] اس کو مارنا چاہتا ہے اس
[illegible] لگا اس کو ہر طرف وہی
[illegible] موت بن کر ان کے
[illegible] تھا کوئی بھی نہیں
[illegible] تھا ہاں [illegible] جانتا تھا تو وہ مرنے
والا [illegible] دیکھتا تھا اس
[illegible] جاتی تھیں۔
[illegible] کہتا ہوں کہ لوگوں
[illegible] ویسی ہی موت
[illegible] فضل دین
[illegible]

ماروں گا جیسی موت علم دین مرا ہے۔ پھر کیا تھا
رات ہوتے ہی اس کے آدمی فضل دین کو اٹھا
کر حویلی لے آئے اور اس کو ایسی موت مارا کہ
وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا لیکن اس کو مارنے کے
بعد اس کو یقین ہو گیا تھا کہ اب اس کی موت
ہونے والی ہے۔ وہ بھی اس سایہ کے ہاتھوں
مرنے والا ہے جس نے میرے بھائی اور چاچا
کو مارا ہے۔ یہ میں نے کیا کر دیا ہے وہ ڈرے
ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگا لیکن اس کو کچھ بھی نہ
ہوا دو دن تک وہ سو نہ سکا۔ موت کا خوف اس
پر پوری طرح سوار تھا اور موت بھی اس کے
سر پر منڈلا رہی تھی وہ اپنے بستر پر موجود تھا کہ
سامنے والا دروازہ خود بخود کھل گیا اور پھر اس کو
ایک سیاہ سایہ دکھائی دیا اس کو دیکھتے ہی وہ چیخنے
والا تھا کہ اس نے اس کے منہ میں ہاتھ ٹھونس
دیا نہیں بختاور علی نہیں اب تو کچھ بھی بول
نہیں سکے گا تیرے زندگی کا بھی کھیل ختم
ہو گیا ہے تو بھی ویسی موت مرے گا جس طرح
دوسرے مرے ہیں ایک ایک کو ماردوں گا۔ اتنا
کہہ کر اس نے اس کی سانسیں کھینچ لیں اور وہ
تڑپ گیا اس کے بعد اس کے پیٹ میں ہاتھ
ڈال کر اس کی انتریاں باہر کھینچ لیں۔ پورا بستر
اس کے خون سے سرخ ہو گیا۔ اس پر اس کی
مردہ لاش پڑی ہوئی تھی اس کی موت کے بعد
حاکم علی ٹوٹ کر رہ گیا۔ جبکہ گاؤں والوں میں
خوشی کا جشن تھا وہ بہت خوش تھے اور ان کے
چہروں پر رونقیں ابھر رہی تھیں جس طرح حویلی
والے گاؤں والوں کی موت پر قہقہے لگاتے تھے
اسی طرح گاؤں والے بھی ان کی موت پر قہقہے
لگا رہے تھے حویلی میں ایک کہرام برپا تھا حویلی

کی عورتیں بھی کانپ کر رہ گئی تھیں وہ جانتی تھی کہ ان کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہئے تھا جو جو حویلی میں ہوتا تھا وہ سب دیکھتی تھیں لیکن کسی میں ہمت نہ تھی کہ وہ ان کا راستہ روکتی۔ بلکہ ان کے دل بھی سخت ہوگئے تھے وہ بھی ظلم میں برابر کی شریک تھیں۔ حویلی سنسان دکھائی دینے لگی حاکم علی خاموش رہنے لگا اسے معلوم ہوگیا تھا کہ جو کچھ وہ کر رہے تھے اس کا انجام بھی پاتے جا رہے ہیں۔ ایک رات وہ اپنے کمرے میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ کہ اس کو یوں لگا کہ جیسے اس کے کمرے میں کوئی آیا ہے وہ ڈر گیا ادھر ادھر دیکھا لیکن اس کو کچھ بھی دکھائی نہ دیا لیکن پھر اس کو یوں لگا کہ کوئی اس کے کمرے میں ہے اس نے دیکھا تو ایک طرف اس کو اللہ بخش دیوار کے ساتھ کھڑا دکھائی دیا۔ اللہ بخش تم۔ تم کو تو ہم نے مار دیا تھا اور تم۔ اس کے منہ سے ایک قہقہہ بلند ہوا ہاں تم نے مجھے مار دیا تھا میں مرا ہوا انسان ہوں لیکن تم لوگوں کی موت بنا یہاں حویلی میں گھوم رہا ہوں۔ جب تک تم لوگوں میں ایک بھی زندہ ہے مجھے بھلا کیسے سکون مل سکتا ہے مجھے تو سکون تم لوگوں کی موت پہنچا سکتی ہے میں نے کہا تھا ناں کہ میں ایک ایک کر کے سب کو ختم کر دوں گا سو میں نے کر دیا ہے اب تیری باری ہے ہاں حاکم علی اب تیری باری ہے۔ اتنا کہہ کر وہ اس کی طرف بڑھا نہیں اللہ بخش تم ایسا نہیں کر سکتے۔ وہ کانپتے ہوئے بولا لیکن اللہ بخش کے ہاتھ اس کی گردن کو اپنی لپیٹ میں لے چکے تھے اس کی سانسیں اکھڑنے لگی تھیں۔ دھیرے دھیرے اس کا جسم ٹھنڈا پڑنے لگا تھا۔ اس کی موت کے ساتھ ہی اللہ بخش کے منہ سے قہقہے گونجنے لگے اور وہ حویلی سے باہر نکل آیا ایک پھونک اس نے حویلی کی طرف منہ کر کے ماری حویلی کو آگ لگ گئی اور آگ ایسی لگی کہ اس کو کوئی بھی بجھا نہ سکا جو جو بھی اس میں موجود تھا سب ہی آگ میں جلنے لگے ان میں گاموں بھی تھا اور وہ سب تھے جو ان کے اشاروں پر چلتے تھے جو گاؤں والوں کو پکڑ پکڑ کر ان کے سامنے لاتے تھے اور ان کی موت کا تماشہ دیکھتے تھے حویلی کی آگ نے پورے گاؤں کو روشن کر دیا تھا لوگوں کے چہروں پر خوشی کی لہر موجود تھی اور پھر سب گاؤں والوں نے دیکھا کہ کوئی انسانی جسم اوپر ہوا میں اڑتا ہوا بلند ہو رہا ہے ان سب نے اس کو پہچان لیا تھا وہ اللہ بخش تھا ہاں اللہ بخش جس کو بے قصور مارا گیا تھا۔

اے کاش! کہ ایسا ہو جائے

اے کاش! کہ ایسا ہو جائے
جسے چاہا تم نے ہر لمحہ
جسے سوچا تم نے ہر لمحہ
وہ شخص تمہارا ہو جائے
تم جس سے محبت کرتے ہو
جسے دیکھ کر جیتے مرتے ہو
جسے کھو دینے سے ڈرتے ہو
وہ شخص تمہارا ہو جائے
وہ جس کی یادوں میں کھو کر
تم وقت گزارا کرتے ہو
وہ جس کی باتوں میں کھو کر
تم خود سے کنارا کرتے ہو
ان تنہا راتوں میں
تم جس کو پکارا کرتے ہو

موت کا سایہ

۔۔۔تحریر: ساحل دعا بخاری۔ بصیر پور۔

آج میں بہت خوش ہوں کیونکہ احمر اور ہادیہ کی شادی اٹینڈ کر کے آرہی ہوں یہ ٹھیک ہے کہ مجھے جو بھی لوگ ملے سب برے تھے لیکن احمر نے ثابت کر دیا ہے کہ ہر شخص برا نہیں ہوتا احمر نے جب مسکراتے ہوئے دروازہ کھولا تھا تو میری نگاہ اس کی پرسکون مسکراہٹ پہ جم کر رہ گئی تھی وہ مجھے اندر آنے کا اشارہ کرکے پلٹ گیا اس کے کمرے کی جانب جاتے ہوئے میں ٹھٹھک کر رکی میری نگاہ کھلی کھڑکی سے حسرت و یاس کی تصویر بنی ایک لڑکی پر پڑی وہ احمر کی تصویر ہاتھ میں لیے یک ٹک دیکھے جا رہی تھی اس کے ہونٹ خاموش تھے مگر آنکھوں میں ہزار حسرتیں مچل رہی تھیں اس کی آنکھوں میں بسی ویرانیاں مجھے اپنے آپ جیسی لگیں میرے سامنے اس وقت ہادیہ نہیں بلکہ سویا تھی اس ایک پل نے مجھ سے وہ فیصلہ کروا لیا جسے کرتے ہوئے میں سارا دن کشمکش میں مبتلا رہی تھی احمر کی اچھائی بھی مجھ سے یہی فیصلہ کروانا چاہتی تھی مگر میں نے جب احمر کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کیا تو وہ متحیر رہ گیا تھا آج ان کی شادی تھی ان کی جوڑی بہت شاندار لگ رہی تھی مجھے بے حد افسوس ہوا کہ میں بے گناہ لوگوں کو مارتی رہی اور مجھے خوشی ہے کہ میں نے ہادیہ کی آنکھوں سے ویرانیاں ساری حسرتیں نوچ کر پھینک دی ہیں اور اس کے لبوں پر مسکراہٹیں سجادی ہیں اس کی آنکھوں میں چمکتے ہوئے ستارے مجھے پرسکون کر گئے ہیں آپ لوگ بتائیے کیا میں نے ٹھیک کیا۔۔۔ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

اس وقت کون آگیا۔ دستک کی آواز پہ شیر دل نے بڑبڑاتے ہوئے دروازے کی جانب بیزاری سے دیکھا وہ ابھی ابھی آفس سے آیا تھا کل اس کی منگنی تھی اور اسے چھٹی کرنا تھا لہذا اضافی کام کرتے کرتے اسے دیر ہوگئی تھی اس کی ایک ہی ماں تھی باپ کا بچپن میں ہی انتقال ہوگیا تھا ان کی آبائی زمینیں تھیں انہی سے ان کی اچھی خاصی گزر بسر ہو رہی تھی مگر شیر دل فارغ نہیں رہنا چاہتا تھا سو اس نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد ملازمت کرلی تھی ثانیہ اس کی خالہ زاد تھی اور اسی کے ایما پہ کل اس کے ساتھ اس کی منگنی تھی وہ ابھی افس سے آیا تھا اور یہ دستک اس نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی گیارہ ہو رہے تھے۔ اس نے دروازہ کھولا۔ کون ہے۔ جواب نہ ملنے پر اس نے باہر جھانکا کسی کی موجودگی کے آثار نہ پا کر اس نے دروازہ بند کر دیا ابھی وہ مڑا ہی تھا کہ دستک ایک بار پھر ابھری اس نے پلٹ کر پھر دروازہ کھولا۔

کون ہے سیدھی طرح بولو کیا بات ہے۔ تنگ کیوں کر رہے ہو اس کی آواز میں جھلاہٹ نمایاں تھی دھیرے دھیرے دروازے پر ایک ہیولہ نمودار ہوا۔ رات کی گہری تاریکی میں اس کی سرخ انگارہ آنکھیں دہک رہی تھیں۔ اسے شدید کوفت ہو رہی تھی کہ وہ جو بھی ہے بولے تو سہی۔

2014

کون ہو تم۔ شیر دل نے بیزاری سے اسے

دیکھا اس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں وہ اس وقت صرف اور صرف سونا چاہتا تھا۔

بہت جلدی ہے سونے کی جلد ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سو جاؤ گے۔ وہ سایہ معنی خیزی سے بولا

تم ہو کون۔ شیر دل اکتا کر بولا۔

موت۔ اس کی آواز میں نجانے کیسا تاثر تھا کہ شیر دل سا نڈر انسان بھی چند ثانیے کو تو سناٹے میں رہ گیا۔ جب اس نے غور کیا تو ہیولہ غائب تھا اس نے میکانی انداز میں پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔ اور اندر آ گیا۔ بیڈ پر دراز وہ اسی سائے بارے میں سوچ رہا تھا نیند کوسوں دور تھی یکا یک وہ گردن پہ ہاتھ رکھ کر بری طرح کھانسنے لگا۔

کیا ہوا بیٹا۔ ماں جو نیند کی گولیاں لے کر سوئی تھی بیدار ہو کر آ گئی۔

بری طرح کھانسنے کی وجہ سے وہ کوئی جواب نہ دے پایا وہ گردن پہ ہاتھ رکھے ایک جانب ڈھیر ہو گیا۔ اس سائے نے سچ کہا تھا وہ ہمیشہ کے لیے سو چکا تھا۔

بپاشا۔ بپاشا۔ آجا میں سکھا دوں پیار کی بھاشا۔ عرفان بپاشا کے جلوؤں میں کھویا ہوا تھا ساتھ ساتھ اس کے لب بھی حرکت میں تھے۔

وہ اپنے گھر میں اکیلا تھا باقی لوگ کسی شادی پر گئے ہوئے تھے وہ ابھی پڑھ رہا تھا اسکے والد رحمان امام مسجد تھے مہنگی ہوتی ہے انگڑائی جب سے چھنو سے کھڑکی پر آئی ادھر چھنو کھڑکی پر آئی اور ادھر دروازہ پر دستک ہوئی۔

رشید دیکھو دروازے پر کون ہے۔ اس نے ملازم کو پکارا جو شاید چلا گیا تھا کہا بھی تھا۔ آج یہیں رک جاؤ مگر یہ رشید کو بھی اپنی محبوبہ سے ملنے کی بہت جلدی رہتی ہے۔

اس نے جھلا کر کہا پھر فریال کا خیال آتے ہی اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی آج کل عرفان کا اس سے افیئر چل رہا تھا اور اب کالج سے چھٹی کرنا اسے ناگوار گزرتا تھا وہ بے حد طرح دار لڑکی تھی وہ فریال کے ساتھ گزرے وقت میں کھو گیا دستک کی آواز اسے سوچوں کے جنگل سے نکال لائی اس نے دروازہ کھول کر جھانکا کوئی سیاہ لبادے میں ملبوس دروازے کی جانب پشت کیئے کھڑا تھا اس کے شانوں پر بے ترتیب بال بکھرے تھے۔

کون ہو تم اس نے الجھ کر پوچھا۔

موت۔ وہ یکا یک عرفان کی سمت پلٹا اس کی آنکھوں میں ایک سرد سی کیفیت تھی عرفان کے پورے وجود میں خوف کی ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ وہ شخص دھیرے دھیرے چلتا اندھیرے کا حصہ بن گیا عرفان پلٹا اور کمرے میں چلا گیا اس کے ذہن میں موت موت کی بازگشت ہو رہی تھی اس لفظ میں یا اس شخص کے لہجے میں نجانے ایسا کیا تھا کہ یہ اس کے ذہن سے چپک کر رہ گیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بے چینی سے ٹہلنے لگا بے چینی اس کے وجود میں خون کی مانند گردش کر رہی تھی معا ایک کھٹکا سا ہوا اس نے چونک کر دیکھا اس کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں اس کا چہرہ خوف سے پیلا پڑ چکا تھا۔ وہ بے دم سا ہو کر صوفے پر گر گیا چند ثانئے بعد اس کا تنفس تھم چکا تھا۔

وہ تین فروری کی ایک سرد رات تھی اوائل دنوں کا چاند دھیرے دھیرے زوال پذیر ہوتا جا رہا تھا کامران گہری نیند سویا ہوا تھا جب زور زور سے دروازہ دھڑ دھڑ ایا گیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اس نے ایک نظر اپنے پہلو میں محوخواب اپنی بیوی زری پر ڈالی اور چپل پہننے لگا وہ سوچ رہا تھا۔

اتنی رات گئے کون ہو سکتا ہے دروازے پر اس کے بیڈروم سے نکل کر دروازے تک پہنچنے تک دستک کئی بار ہو چکی تھی اس نے دروازہ کھولنے سے قبل پوچھا۔

کون ہے۔۔۔

جواباً خاموشی چھائی رہی ابھی وہ پلٹا ہی تھا کہ دستک پھر سے ہوئی اس نے پلٹ کر دروازہ کھول دیا سامنے ایک نہایت خوبرو دوشیزہ موجود تھی اتنی سردی میں بھی اس نے مختصر بلاؤز کی ساڑھی پہن رکھی تھی ٹیوب لائٹ کی دودھیا روشنی عین اس پر پڑ رہی تھی سیاہ شیفون کی ساڑھی میں اس کا شفاف بدن جھلک رہا تھا اس کا ہوشربا وجود خیرہ کن تھا اس کے لبوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

کون ہو تم۔ کامران نے اس کے ہوشربا وجود سے نظریں چرا کر پوچھا۔

موت۔

کک۔۔کیا۔ موت۔

ہاں موت۔ تمہاری موت۔

اس کا سپاٹ لہجہ کامران کو منجمد کر گیا اس نے تیزی سے دروازہ بند کیا اور بیڈروم میں چلا گیا۔ اس کا دل بے حد تیز رفتاری سے دھڑک رہا تھا اس نے فریج کھول کر پانی پیا اور

اسے بے حد گھبراہٹ محسوس ہو رہی تھی اس نے بے چینی سے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا صبح جب زری کی آنکھ کھلی تو کامران اس دنیا سے اس دنیا میں پہنچ چکا تھا زری کے لیے اس کی موت بربادی کا پیام لائی تھی۔

اس کی آنکھوں میں محبت کا ستارہ ہوگا
اک دن آئے گا وہ شخص ہمارا ہوگا
یہ جو پانی میں اترا آیا ہے سنہری ساغرور
اس نے ندی میں اپنا پاؤں اتارا ہوگا

میرے جیسا ہی کوئی ہجر کا مارا ہوگا اس نے کھڑکی کے پٹ وا کر دیئے وسیع آسمان پہ چاند ایک شان تفاخر سے براجمان مسکرا رہا تھا اس نے حسرت سے چاند کو دیکھا اس کی نظروں میں رانیل کا نازک سراپا چھم سے لہرایا وہ بھی تو چاند ہی تھی وہ اسے دیکھ تو سکتا تھا مگر چھو نہیں سکتا تھا وہ اس کی کزن تھی وہ بھی جان ہی پایا تھا کہ وہ کب اس کے دل میں آبسی تھی وہ کئی سالوں سے اسے چاہتا آ رہا تھا مگر رانیل وہ کسی اور کو پسند کرتی تھی اس کی منگنی ہو چکی تھی اور وہ پھر بھی اپنے دل کو سمجھا نہیں پایا تھا لاکھ کوشش کے باوجود اسے بھلا نہ پایا تھا اس نے رانیل کو ٹوٹ کر چاہا تھا اور خود ٹوٹ کر رہ گیا تھا۔

ان دنوں وہ سب سے کٹا کٹا پھر رہا تھا شرجیل اور ایمن پوچھ پوچھ کر تھک گئے تھے مگر وہ انہیں کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا تھا بلکہ اس کے پاس تو کسی بھی سوال کا جواب نہ تھا اس سے کوئی بات کی جاتی تو جواباً اس کے لبوں پر جامد چپ ہوتی عجیب خود فراموشی کا عالم تھا اسے یاد تھا کہ اس نے رانیل کو آخری بار چار ماہ قبل

دیکھا تھا حالانکہ اسے اپنے بارے میں یہ بھی یاد نہیں تھا کہ اس نے صبح ناشتہ کیا تھا کہ نہیں یہ محبت بھی ناں کتنی عجیب ہوتی ہے انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی جہاں بھی جس جگہ بھی جاتی ہے سب کو اپنا اسیر کرلیتی ہے ہر ایک اس کا ہاتھ دامن تھام کر چپ چاپ اس کے پیچھے ہولیتا ہے پھر اس کی مرضی یہ جہاں چاہیے لے جائے اپنی مرضی ختم ہو جاتی ہے پھر اس کی چاہ ہی اپنی چاہ ہوتی ہے اور اگر جو کسی موڑ پر یہ دامن چھڑالے تو کچھ باقی نہیں رہتا۔ اور پھر ایسے میں کچھ بجھائی نہیں دیتا ایک بے بسی سی بے بسی ہوتی ہے اور یہ بے بسی بھی کتنا بے بس کردینے والا احساس ہے اسے صرف وہی محسوس کرسکتا ہے جو اس کیفیت سے گزرا ہو اور زندگی کے کسی نہ مقام پر ہر شخص ہی کبھی نہ کبھی بے بس ہو جاتا ہے با اختیار بھی بے بس ہو جاتے ہیں وہ بھی اسی بے بسی کے عالم سے گزر رہا تھا ایک بے چین سی کیفیت اس کے وجود میں گردش کررہی تھی ہر چیز سکوت کے زیر اثر تھی خاموشی کے اس سمندر میں اس کے کمرے کے دروازے پر ہونے والی دستک نے ارتعاش برپا کیا تھا اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹ گیا تھا دستک دوبارہ ابھری تو وہ چونک کر آگے بڑھا اس نے دھیرے دھیرے سے دروازے کے پٹ وا کیئے۔

تت۔ تم اس کے لبوں سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی اس نے بے ساختہ اپنی آنکھیں رگڑ ڈالیں مگر اگر یہ خواب تھا تو جاگتی آنکھوں کا رابیل اس کے سامنے کھڑی تھی ہاں وہ رابیل ہی تھی سفید شفیون کے لباس میں اس کا دودھیا رنگ جگمگا رہا تھا اس کے یاقوتی لبوں کی تراش میں دلآویزی سی مسکان سجی ہوئی تھی

ہاں میں۔۔ وہ رفتہ رفتہ آگے بڑھنے لگی وہ حیرت سے پلکیں جھپکنا بھی بھول گیا وہ یک ٹک اسے دیکھے جا رہا تھا رابیل نے ایک پیالہ اس کی جانب بڑھایا۔

یہ لو پی لو پیو گے ناں۔ اس نے یقین دہانی چاہی۔۔

اگر تم موت بھی دو گی تو میرے لیے یہ زندگی سے بڑھ کر ہوگی۔ اس کا لہجہ سچائی سے بھرپور تھا۔

یہ موت ہی ہے۔

رابیل نے پیالہ بڑھایا عمر نے وہ پیالہ آب حیات کی طرح تھام لیا اس نے وہ زہریلا مشروب ایک ہی سانس میں پی لیا اس کا تلخ ذائقہ اسے رابیل کے لبوں پہ کھیلتی میٹھی مسکراہٹ نے محسوس ہی نہ کرنے دیا تھا وہ خوشی سے پاگل ہو رہا تھا وہ خوشی سے اس قدر پاگل ہو گیا تھا کہ یہ تک بھول گیا تھا کہ رابیل تو اسلام آباد میں ہوتی ہے وہ رات کے اس پہر یہاں کیسے ہو سکتی ہے۔

صبح ایمن نے اسے جگانا چاہا تھا مگر اس نے کروٹ کے بل لیے عمر کو ہلایا اس کا پورا چہرہ اور گردن گہرا نیلا ہو چکا تھا ایمن کے حلق سے نکلنے والی چیخ بے ساختہ تھی۔

زمین کی پشت تحمل سے دوہری ہو جائے
اگر وہ بوجھ اٹھائے جو ہم اٹھاتے ہیں
ہمیں بجھانے کو اندر کا حبس کافی ہے
ہوا مزاجوں کا احسان کم اٹھاتے ہیں

وہ ایک ارتکاز سے ڈوبتے سورج کو دیکھ رہا تھا سیاہ آنکھوں کے سمندر میں سوچ کی لہریں کروٹیں بدل رہی تھیں ہلکی ہوا اس کے ریشمی بالوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی احمر ہادیہ کی آواز پر اس نے بے تاثر انداز میں گردن موڑی۔

خالہ کہہ رہی ہیں کھانا کھالو۔

مجھے بھوک نہیں ہے۔وہ کہہ کر پھر رخ موڑ گیا۔وہ اس کی کیفیت سے بخوبی واقف تھی اس لیے چپ چاپ پلٹ گئی احمر جمال کے تین بہن بھائی تھے اشعر اس سے بڑا تھا اور انصر اور امامہ چھوٹے وہ بے حد حساس تھا۔

ان کے علاقے میں موت کی دستک اب عام ہو گئی تھی ہر روز کسی نہ کسی گھر کا کوئی فرد موت کی دستک کا شکار بنتا تھا یہ دستک ایک معمہ بن چکی تھی جو بھی دستک کے جواب میں دروازہ کھولتا تھا اسکے لیے خود موت کا دروازہ کھل جاتا تھا لوگ بے حد ہراساں رہنے لگے تھے سر شام ہی بازار اور گھروں کے کواڑ بند ہو جاتے خوف کا بادل ہمہ وقت اطمینان کے سورج کو ڈھانپ رکھتا تھا وہ کتنی ہی دیر گم صم سا بیٹھا رہا پھر اٹھ کھڑا ہوا اس کا رخ گھر کی جانب تھا وہ گھر پہنچا تو ہادیہ امی کے پاس بیٹھی تھی ہادیہ اس کی خالہ زاد تھی آج کل یہاں آئی ہوئی تھی بے دلی سے کھانا کھایا گیا پھر ہر روز کی تاکید دوہرائی گئی۔

دستک چاہے لاکھ ہوتی رہے بھلے کوئی اپنا ہی پکارتا رہے دروازہ نہیں کھولنا۔سیاہ رات پھن پھیلائے کائنات کو خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی تھی ۔ ب یہی لوگ اپنے اپنے کمروں میں دبکے ہوئے تھے احمر بے چینی سے کمرے میں ٹہلتا رہا قریباً پونے گیارہ بجے وہ آہستگی سے محتاط انداز میں کھڑکی کے راستے باہر کود گیا

ادھر ادھر دیکھتے ہوئے وہ محتاط قدموں سے آگے بڑھ رہا تھا اوائل دنوں کا چاند تھوڑی دیر قبل ہی تاریکی کے سمندر میں ڈوبا تھا اب ہر شے پہ تاریکی غالب تھی آسمان پر چمکتے ہوئے ننھے منے ستارے دھند کے عقب میں پنہاں تھے وہ عقابی نظروں سے ارد گرد کا جائزہ لیتا جا رہا تھا دفعتاً وہ ٹھٹھک کر رک گیا سے مدھم سی دستک سنائی دی تھی وہ کافی دیر گلیوں میں گھوم پھر کر جائزہ لیتا رہا مگر اسے کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی وہ ڈھیلے قدموں سے گھر پلٹ گیا۔

اگلی صبح گلیوں میں گھوم پھر کر جائزہ لیتا رہا مگر اسے کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی وہ ڈھیلے قدموں سے گھر پلٹ گیا اگلی صبح پھر ضیا صاحب کی لاش ملی تھی ان کے گھر سے اس کا سارا دن غائب دماغی حالت میں گزرا تھا وہ سارا دن کھویا کھویا سا رہا رات پھر وہ چپکے سے باہر نکل گیا مگر اس رات بھی اسے کامیابی نہیں ہوئی تھی اور ایک اور گھر ماتم کدہ بن گیا تھا اس کی ماں زبیدہ بیگم نے گھر والوں سمیت ہادیہ کے گھر کا لاہور جانے کا پروگرام بنا لیا۔

میں نہیں جاؤں گا۔

احمر کی بات پر زبیدہ نے اسے گھورا اکیلے کیسے رہو گے ہمارے ساتھ چلو۔

نہیں امی میرے پیپرز ہونے والے ہیں آپ فکر مت کریں میں اپنا خیال رکھوں گا اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے انہیں تسلی دی۔

بہرطور وہ لوگ چلے گئے امی ابا کی نصیحتیں روانگی تک جاری رہی تھیں۔

احمر کسی دستک کے جواب میں دروازہ مت کھولنا پلیز بادیہ بے حد تشویش زدہ سی پر استحقاق انداز میں بولی احمر نے چونک کر اسے دیکھا اس کی شفاف آنکھوں میں چھلکتی محبت صاف عیاں تھی۔

دیا تمہارے لیے میر کا پروپوزل آیا تھا اس کا کیا بنا۔ میر بادیہ کا چچازاد تھا۔

میں نے انکار کر دیا تھا۔۔ احمر میں تم سے۔۔ وہ بات ادھوری چھوڑ کر ہونٹ کاٹنے لگی۔

دیا یہ ممکن نہیں ہے۔

کیوں۔ وہ ناسمجھی سے بولی۔

میں۔ بس اس نے نا ممکن۔ اس کا لہجہ اٹل تھا۔ بادیہ کا دل جیسے تاریک ہوا تھا۔

کیا تم۔ کسی اور سے۔ وہ اٹک اٹک کر بمشکل بول رہی تھی۔

یہی سمجھ لو۔ وہ اس کے دھواں دھواں ہوتے چہرے سے نظریں چرا گیا۔ بادیہ کا پورا وجود گویا کسی زلزلے کی زد میں آیا تھا اس کے لب کچھ کہنے کے لیے نیم وا ہوئے تھے پھر سختی سے ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے تھے وہ پلٹی اور باہر نکل گئی۔ اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی

دیا میری منزل موت ہے میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ بھی نہیں۔۔ نجانے کیوں احمر کو لگا تھا کہ اس کا پورا وجود خالی ہو گیا ہے دل میں محبت کرلائی تھی۔

وہ دسمبر کی ایک یخ بستہ رات تھی۔ سرد ٹھٹھر دینے والی ہوا ہڈیوں میں گھسی جا رہی تھی اس تلخ ہوا سے گھبرا کر درختوں کے پتے احتجاج کر رہے تھے اور یقیناً انہیں ہوا کی بڑھتی سہنا پڑ رہی تھی لوگ گھروں میں بند تھے وہ بے چینی سے ٹہل رہا تھا بے چینی اس کی ہتھیلیوں میں اتر آئی تھی خاموشی کی چادر تا حد نگاہ بچھی ہوئی تھی اس چادر میں دروازے پر ابھرنے والی دستک نے شگن ڈالی تھی احمر ٹہلتے ہوئے ٹھٹھک کر رکا اس کے نتھنوں سے ایک اطمینان بھری سانس خارج ہوئی اور وہ سرعت سے دروازے کی سمت لپکا۔

کون۔ اس نے دروازے کے پٹ وا کرتے ہوئے دریافت کیا۔

موت۔ جواب اگرچہ غیر متوقع نہیں تھا تاہم پھر بھی ایک سرد لہر اس کے وجود میں دوڑ گئی۔ وہ ایک قاتل ادا حسینہ تھی وہ بے حد خوبصورت ہونے کے باوجود بھی اسے عجیب سی لگ رہی تھی اس کے لبوں پر ایک پراسراری مسکراہٹ بھی ہوئی تھی اور اس کے وجود سے ایک مانوس سی تیز مہک اٹھ رہی تھی احمر نے برق رفتاری سے اس کا بازو دبوچ لیا دوشیزہ کے چہرے پر حیرت کے آثار ابھر رہے تھے یہ اقدام اس کے لیے بالکل غیر متوقع تھا۔

کیوں کر رہی تم ایسا اور تم کون ہو۔ اس نے جارحانہ انداز میں جھنجھوڑا۔

موت ہوں میں۔ وہ جواباً چلائی۔

اس کی آواز میں زخمی درندے کی غراہٹ تھی آج تو تمہیں اس تعویذ نے بچا لیا مگر آئندہ اس نے کہتے کہتے لب دانتوں تلے دبا لیے جذبات میں وہ اس پر حقیقت کھول گئی تھی خیر تم سب کی موت ہوں میں کوئی نہیں بچ سکتا مجھ سے موت

سے کوئی نہیں بچ سکتا تم سب یہ سارا شہر یہ سب مر جائیں گے سب مر جائیں گے کوئی نہیں بچ سکتا کوئی بھی نہیں۔

نگی سے بولتے بولتے وہ یکا یک ہذیانی انداز میں چلائی۔ پھر دفعتاً ہی وہ ہنسی اس کا بازو احمر کے ہاتھ میں پھسل گیا پھر ایک سیاہ ناگن رینگتی ہوئی ایک جانب بڑھنے لگی اس کے وجود سے وہی مانوس سی سانپوں کی عجیب سی مہک اٹھ رہی تھی یہ سب اتنی جلدی سے ہوا تھا کہ وہ سمجھ ہی نہ پایا تھا وہ بدستور گم صم سا کھڑا تھا۔

میری جگہ پہ کوئی اور ہو تو چیخ اٹھے
میں اپنے آپ سے اتنے سوال کرتا ہوں
اگر ملال سی وہ نہیں میرا نہ سہی
میں خود کون سا اپنا ملال کرتا ہوں

سورج ایک بار پھر ڈوب گیا تھا اجالوں کو اندھیرے نگل گئے تھے رات نے ماتمی انداز میں سیاہ آنچل اوڑھ لیا تھا ایک اور رات کسی کی موت کا پیام لائی تھی مگر کسی کی موت کا یہ کسی کو معلوم نہ تھا۔

صبح ہونے پر بھی آنکھوں سے اندھیرا نہ گیا
رات سورج سے خفا ہے مجھے معلوم نہ تھا۔

موت اب یہاں گویا ٹھہر سی گئی تھی عام روٹین کے کاموں کی طرح کسی کی موت بھی ایک بات تھی اور موت کی دستک معمول کا ایک حصہ۔ لوگ اگرچہ اٹل فیصلہ کئے ہوتے تھے کہ بھلے کچھ بھی ہو جائے دروازہ نہیں کھولیں گے مگر جونہی دستک ہوتی ان کے قدم خود بخود دروازے کی جانب اٹھنے لگتے تھے اس دستک میں نجانے کیا سحر ہوتا تھا کہ ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں معلوج ہو کر رہ جاتی تھیں وہ غائب دماغی سے دروازہ کھول دیتے یکا یک انہیں یاد آتا حقیقت کا ادراک ہوتا کہ وہ کون سی فاش غلطی کر چکے ہیں مگر تب تک بہت دیر ہو چکی ہوتی تھی وہ اپنی موت کے لیے خود دروازہ کھول چکے ہوتے تھے پورے شہر میں خوف نے پنجے گاڑ رکھے تھے کوئی کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا ہر چہرہ خوف سے زرد پڑ چکا تھا ہر آنکھ میں ہراس کے سائے لہرانے لگے تھے شام ہوتے ہی یہ خوف مزید بڑھ جاتا جانے آج کس کی باری ہوگی دن تو دن لوگ رات کو بھی جاگ کر گزارنے لگے تھے موت نے سب کی نیندیں اڑا دی تھیں وہ سب لوگ ہی خوف کے زیر اثر تھے۔

احمر بھی عجیب سی کشمکش کا شکار تھا اس کے دروازے پر بھی اکثر دستک ہوتی تھی دروازہ وہی کھولتا تھا مگر موت اس کے دروازے سے پلٹ جاتی تھی زیر بادیہ کے بھائی کی شادی ہو رہی تھی اس لیے اس کے گھر والے وہیں رک گئے تھے اس سے بھی کافی اصرار کیا گیا تھا مگر وہ خوبصورتی سے ٹال گیا تھا وہ ابھی ابھی عشا کی نماز پڑھ کر آیا تھا وہ اس وقت اسی پراسراری دستک کے بارے میں سوچ رہا تھا اس نے آج امام مسجد سے بات کی تھی اور انہوں نے کہا تھا میں خود بہت پریشان ہوں میں نے اپنے چچا سے بات کی ہے وہ دوسرے شہر میں مقیم ہیں دیکھ وہ کیا کہتے ہیں اور احمر اسی بارے میں سوچ رہا تھا۔

ہوا ہے وہ اگر منصف تو امجد احتیاطاً ہم
سزا تسلیم کرتے ہیں کسی الزام سے پہلے

وہ ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں پھنسائے سر جھکائے سست روی سے چل رہا تھا اس کا رخ مسجد کی جانب تھا کچھ دیر بعد وہ امام صاحب کے پاس تھا اور ان کے روبرو بیٹھا ہوا تھا۔

احمر بیٹا وہ بہت خطرناک روح ہے اس پر قابو پانا بے حد مشکل ہے صوفی صاحب نے ایک وظیفہ بتایا ہے مگر انہوں نے ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ وہ صرف ایک بار حاضر ہوگی اس وقت ہی اگر اسے یہ سب چھوڑنے پر آمادہ کرلیا گیا تو ٹھیک ورنہ وہ مزید تباہی مچائے گی یہ چلہ ایک ویران مکان میں کرنا ہوگا اس مکان سے بھی اس روح کا کوئی تعلق رہا ہے وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بول رہے تھے۔

ٹھیک ہے آپ بتائیں مجھے۔اس کی سیاہ آنکھوں میں چمک تھی وہ اسے تفصیل سے بتانے لگے وہ بغور سن رہا تھا۔

ہوا ایک دلربائی سے آسمان کے کونے کھدروں سے آوارہ بادلوں کو اپنے ساتھ بہالائی تھی بادل بھی غالبا آوارگی سے اکتا گئے تھے جبھی چپ چاپ ہوا کا دامن تھامے اس کے ہمراہ چل دیئے تھے آدھا چاند اور ٹمٹماتے ستارے سیاہ بادلوں کے عقب میں چھپ گئے تھے پھر یکا یک ہوا نے آندھی کا روپ دھارلیا تھا قدیم تن آور درخت ہوا کی تندی کے سامنے بے بس نظر آنے لگے تھے وہ وہ بری طرح ادھر ادھر ڈول رہے تھے احمر بمشکل چل رہا تھا بپھری ہوا اپنے ساتھ گرد ریت اور جانے کیا کیا الا بلا باندھ لائی تھی اور سیدھا اس کی آنکھوں میں جھونک دیتی ہوا مخالف تھی اس لیے وہ اسے چلنے میں بھی دشواری ہورہی تھی اسے آج ہر حال میں عمل کرنا تھا اس کے گھر والے واپس آچکے تھے وہ انہیں کسی ضروری کام کا کہہ کر گھر سے نکلا تھا بالآخر وہ اس گھر میں پہنچ گیا۔

یہ کھنڈر نما مکان رات کی تاریکی میں مزید ویران اور دہشت زدہ لگ رہا تھا دروازہ ٹوٹا پھوٹا سا خستہ حال تھا وہ اندر بڑھ گیا۔ ہوا کے تیور مزید خطرناک ہوگئے یوں محسوس ہوتا تھا گویا ہزاروں روحیں مل کر چلا چلا کر رو رہی ہوں اس نے ہاتھ میں موجود ٹارچ جلائی کل وہ یہاں آکر جگہ منتخب کرگیا تھا وہ ایک خستہ حال پلستر اکھڑی ہوئی دیواروں والا کمرہ تھا یہ موسم کو بھی تو ہر چیز ہی خراب ہوجاتی تھی ایک موسم پہ ہی کیا موقوف۔اس نے اپنی چادر سے پلستر خراب ہوجائے تو ہر چیز ہی خراب ہوجاتی ہے ایک موسم پر ہی کیا موقوف اس نے اپنی چادر سے پلستر اکھڑے فرش کو حتی المکان صاف کیا پھر چادر بچھائی اور اپنے گرد حصار قائم کرنے لگا لیکن کیا موت کے گرد بھی کوئی حصار قائم رہ سکتا ہے کیا کوئی ایسا حصار ہے جو موت کو روک سکے وہ بیٹھ گیا باہر اب بارش بھی ہونے لگی تھی بادل زمین پر اپنا غصہ نکال رہے تھے جو موت کو روک سکے وہ بیٹھ گیا باہر اب بارش مزید شدت آگئی ہوائیں بے چینی سے سر پٹخنے لگیں عمل صرف دو گھنٹے کا تھا ایک گھنٹہ بیت گیا باہر طوفان ابھی بھی جارحانہ انداز میں گھومتا پھرتا تھا طوفان ہمیشہ اپنے ساتھ تباہی لاتا ہے اور بہت کچھ اپنے ساتھ بہالے جاتا ہے طوفان کی موجودگی میں یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کچھ لے جانے کا ارادہ رکھتا ہے یہ خبر طوفان کے تھمنے کے بعد ہی معلوم

ہوتی ہے کہ وہ کیا کچھ لے جانے کا ارادہ رکھتا ہے یہ خبر طوفان کے تھمنے کے بعد ہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ کیا کچھ لے گیا ہے اور ابھی تو طوفان جاری تھا اس لیے کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کے بعد کیا نتائج نکلیں گے دو گھنٹے پورے ہونے میں چند منٹ باقی تھے وہ خوش تھا کہ اس کا عمل سکون سے مکمل ہو گیا ہے اسے کسی بھی طرح دہشت زدہ نہیں کیا گیا اسے نہیں معلوم تھا کہ موت خاموشی سے دبے پاؤں آتی ہے اور کبھی اپنی آمد کا اعلان نہیں کرتی بس یکلخت ہی اپنے نوکیلے پنجوں میں اپنی تمام تر سفاکی سے دبوچ لیتی ہے دو گھنٹے مکمل ہو گئے ٹوٹی پھوٹی کھڑکیوں میں مزید توڑ پھوڑ مچلنے لگی ہوا اور بارش میں چھڑی جنگ میں یکلخت ہی شدت آ گئی دھیرے دھیرے بند کمرے کی تاریکی میں ایک ہیولہ نمودار ہوا۔

احمر نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنا چاہا مگر اسے محض سایہ ہی دکھائی دے رہا تھا۔

کیوں بلایا ہے مجھے وہ بولی تو یوں لگا گویا کئی بلیاں ایک ساتھ غرائی ہوں۔

تم یہ سب چھوڑ دو تم کون ہو اور یہ سب کیوں کر رہی ہو کیا بگاڑا ہے تمہارا ان معصوم لوگوں نے وہ جیسے پھٹ سا پڑا۔

میں نے کیا بگاڑا تھا کسی کا میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا میں بھی تو بے گناہ تھی جس طرح مجھے برباد کیا گیا میں بھی سب کو برباد کر دوں گی جس طرح مجھے مارا گیا میں اسی طرح سب کو ماردوں گی نہیں چھوڑوں گی کسی کو بھی نہیں وہ چٹانی لہجے میں بولی۔

کیا ہوا تھا تمہارے ساتھ احمر مستفر ہوا میرے ساتھ۔ وہ ماضی میں کھونے لگی۔

اب کس سے کہیں اور کون سنے
جو حال تمہارے بعد ہوا
ان جھیل سی گہری آنکھوں میں
ایک خواب بہت برباد ہوا
اس شہر میں کتنے چہرے تھے
کچھ یاد نہیں سب بھول گئے
ایک شخص کتابوں جیسا تھا
وہ شخص زبانی یاد ہوا

وہ دو ہی بہن بھائی تھی رضا۔ اس سے بڑا تھا ابا اور ماں کا لاڈلہ تھا وہ بچپن سے لے کر نوجوانی تک وہ معمولی رہی تھی رضا اور وہ ایک ہی سکول میں پڑھتے تھے اسے گھر میں شدت سے یہ احساس دلایا گیا تھا کہ وہ بوجھ ہے جب تک وہ کالج میں آئی اس کے والدین کا یکے بعد دیگرے انتقال ہو چکا تھا رضا دبئی چلا گیا اور وہیں سیٹل ہو گیا۔

زرینہ خالہ اسے اپنے گھر لے گئیں وہ بیوہ تھیں اور بے اولاد بھی۔ کالج میں اس کا آخری سال تھا جب اس کی ملاقات ثمران سے ہوئی اور پھر وہ اس کی محبت میں مبتلا ہو گئی خود ثمران بھی اس سے محبت کرتا تھا وہ اکثر ان کے گھر بھی چلا آتا زرینہ خالہ بھی اس سے متاثر تھیں پھر ایک حادثے میں زرینہ خالہ بھی چل بسیں۔ ثمران اسے اپنے گھر لے آیا۔

وہ ایک گرم رات تھی اسے ثمران کے گھر آئے تیسرا دن تھا اسے پیاس محسوس ہوئی تھی اس نے اٹھنا چاہا مگر اس پر ایک اذیت ناک انکشاف ہوا کہ وہ اس کا پورا وجود بندشوں میں

جکڑ جا چکا ہے
ثمر۔۔ ثمر۔۔ وہ چلانے لگی۔
چپ۔ ثمر ہی تو تجھے یہاں لایا تھا وہ کیوں تمہیں چھڑائے گا۔
یہ کرخت آواز عین اس کے سر سے ابھری تھی اس نے چونک کر دیکھا ایک خبیث صورت بوڑھا اس پر جھکا ہوا تھا اس کے تنفس سے ایک ناگوار سی مہک پھوٹ رہی تھی۔
کک۔۔ کون ہو تم وہ ڈر سی گئی۔
میں کمال پاشا ہوں۔
ثمر کہاں ہے۔ وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔
ثمر تمہارا سودا کر گیا ہے وہ میرا بہت اچھا آدمی ہے بڑا اچھا مال لاتا ہے ایک دم نیا۔
اسے چند دن وہیں رکھا گیا اسے بالکل بھی یقین نہ تھا اس بات پر کہ ثمران اس کا سودا اس کی ضد پر کمال پاشا نے یہ بات ثمران سے کہلوا دی تھی وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ثمران کو دیکھتی رہی۔
یہ میرا پیشہ دو باڈارلنگ۔ کس ڈھٹائی سے وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہا تھا لڑکیوں کو اپنی محبت میں مبتلا کرنا اور پھر فروخت کرنا بہت دلچسپ بزنس ہے یونو۔
وہ بولتے بولتے رکا اور سامنے رکھی ٹیبل کے شیشے پر انگلی پھیرنے لگا۔
بہت مزا آتا ہے اور کبھی کبھار کسی لڑکی کی قربت بھی مل جاتی ہے ورنہ زیادہ تر آرڈر تو ان چھوٹی کلیوں کے ہوتے ہیں سوبا کو بے ساختہ اس سے گھن محسوس ہوئی کس قدر گھٹیا تھا وہ شخص اور وہ کتنا عرصہ اس سے محبت کرتی رہی اس کے خوبصورت چہرے کے پیچھے چھپا مکروہ گھناؤنا چہرہ اسے کبھی نظر ہی نہ آیا تھا مجھے اس وقت تم سے زیادہ خود سے نفرت محسوس ہو رہی ہے کہ میں تم سے۔۔ تم سے محبت کرتی رہی تم اس قدر گھٹیا ہو کہ کسی کی نفرت بھی ڈیزرو نہیں کرتے اور میں تم سے ٹیبل کی شفاف سطح اس کی نظروں کی حدت سے چٹخنے لگی اس نے بے حد نڈھال انداز میں آنکھیں موند کر سر بیڈ کی پشت پر لگا دیا۔
پھر اس رات اس نے اپنی سب سے قیمتی متاع عزت بھی کھو دی تھی اس نے خودکشی کرنا چاہی مگر اسے اس قدر بے بس کر دیا گیا کہ وہ مر بھی نہیں سکتی تھی پھر کمال پاشا نے اسے کسی سفلی علوم کے ماہر کے حوالے کر دیا۔

\- - - - - - - - - - - -

زنگال سفلی علوم کا ماہر تھا اس کا بچپن جھونپڑیوں میں گزرا تھا اور جوانی بنگال کے جنگلات میں اس کی شکل بے حد مکروہ تھی اسے وہ آج کل ایک ایسی لڑکی کی ضرورت تھی جو اماوس کی رات میں پیدا ہوئی ہو اور اس کی آنکھیں گہری نیلی ہوں اور وہ لڑکی اسے سوبا کی صورت میں مل گئی تھی اسے سوبا کو مار کر اس کے خون سے اپنے کسی دیوتا کے مجسمے کو غسل دینا تھا سوبا نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی وہ خود بھی ایسی زندگی سے تنگ آ چکی تھی وہ چاند کی چودھویں رات تھی زنگال اسے اپنی خاص رہائش گاہ میں لے آیا اس نے اسے تہہ خانے کی سیڑھیاں اترنے کا حکم دیا وہ بے خوفی سے نیچے اترنے لگی تہہ خانے میں پہنچتے ہی وہ بے اختیار کھانسنے لگی سڑے ہوئے گوشت ناقابل برداشت بو اس

کے نتھنوں میں گھسنے لگی تہہ خانے کی تاریکی میں
ایک چھوٹی سی موم بتی روشن تھی اور اس کی ناکافی
روشنی ماحول کو مزید پراسرار اور ہولناک بنا رہی
تھی وہاں جا بجا انسانی اعضا بکھرے پڑے تھے
وہ اندر تک لرز گئی خوف کی ایک سرد لہر اس کی
ریڑھ کی ہڈی سے اٹھی اور پورے وجود
میں سرایت کر گئی۔ وہ اگرچہ موت سے خوفزدہ
نہیں تھی مگر اس قدر بھیانک موت کا تصور ہی
اسے خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپنے پر مجبور
کر گیا اس کا دل یوں دھڑک رہا تھا گویا ابھی
پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئے گا۔
زنگال اب مجسمے کو غسل دینے کی تیاریوں
میں تھا غسل کچھ یوں دینا تھا کہ خون کا ایک قطرہ
بھی نیچے نہ گر پائے وہ بے حد محتاط تھا بعض
اوقات بے حد احتیاط بھی بے احتیاطی کا سبب
بن جایا کرتا ہے ایسا ہی کچھ زنگال کے ساتھ ہوا
نجانے کیسے خون کا ایک قطرہ نیچے گر گیا اور وہ
ایک قطرہ آگ بن کر بھڑک اٹھا اپنی ہی آگ
میں زنگال اپنی تمام تر سفاکیت اور گھناؤنے
ذہن کے ساتھ جل کر راکھ ہو گیا۔

اس کی روح پھر ضمیر ضیا کے قبضے میں چلی
گئی دس سال تک وہ اس کی غلامی میں رہی وہ
اس سے ہر جائز ناجائز کام لیتا رہا اس نے کئی
بے گناہ لوگوں کا قتل عام کیا کئی گھر برباد کیئے
اور کئی لوگوں کو دھوکہ دیا وہ اس محصور زندگی سے
تنگ آ گئی ایک دن اس نے ضمیر ضیا کو بھی مار دیا
یوں اس کی روح آزاد ہو گئی۔ اسے انسانوں
سے خاص طور پر مردوں سے نفرت ہو گئی تھی اس
لیے اس نے ان کے لیے موت کا روپ دھار لیا
وہ بہروپ بھر کر کسی نہ کسی دروازے پر پہنچ جاتی
اور اب اس میں ایک ایسا سحر پیدا ہو چلا تھا کہ وہ
کسی کو بھی اپنے پاس آنے پر مجبور کر دیتی تھی
مقابل سحر زدہ سا اس کی جانب کھنچا چلا آتا تھا وہ
اپنی آواز کا سحر اس پر چھوڑ دیتی اور وہ اسی رات
مر جاتا۔ احمر اپنے تعویز کی وجہ سے بچتا رہا تھا
یا شاید اسی کے ہاتھوں اس ظلم کا خاتمہ ہونا تھا۔
اسی لیے۔

لپٹی رہی وجود سے خوشبو تمام رات
آتا رہا ہے یاد مجھے تو تمام رات
کسی نے بڑے خلوص سے مانگی تھی روشنی
گرتے رہے مکان پہ جگنو تمام رات
روتا رہا میں آپ ہی اپنے نصیب پر
اپنے گلے میں ڈال کر بازو تمام رات

بارش تھم چکی تھی شاید اپنا غصہ نکال چکی تھی
جبھی اب دم سادھ گئی تھی وہ تھکے تھکے سے انداز
میں بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹے بیٹھی تھی ماحول پر
سکوت مرگ طاری تھا ایک عجیب سی اداسی نے
ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔
پھر تم نے ثمران سے بھی بدلہ لے لیا تھا
کیا۔ احمر کو اپنی آواز کسی کنویں سے آتی ہوئی
محسوس ہوئی وہ بے ساختہ نفی میں سر ہلا گئی۔
محبت نے اس سے خود ہی بدلہ لے لیا تھا
اسے سچ مچ کسی سے محبت ہوئی تھی اس کی شادی
بھی ہوئی تھی مگر وہ لڑکی بھی ان لوگوں کو پسند آئی
جنہیں وہ لڑکیاں سپلائی کرتا تھا اسی بات پر ان
کی لڑائی آپس میں ہوئی اور ثمران کی جان چلی
گئی وہ عجیب سے انداز میں بولی۔
لیکن جنہیں تم مار رہی ہو انہوں نے کیا

بگاڑا ہے تمہارا احمر نے اسے استفہامیہ انداز میں دیکھا۔

مجھے اب سب سے نفرت ہے میری زندگی میں جتنے بھی مرد آئے ہیں وہ سب کے سب خودغرض نفس پرست اور ہوس زدہ تھے اس لیے مجھے لگتا ہے کہ سب ایسے ہی ہیں اس نے تلخی سے سر جھٹکا۔

دنیا میں اچھے برے لوگ ہر جگہ پائے جاتے ہیں اگر تمہیں برے لوگ ملے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ سب ہی برے ہیں بہرحال میں تم سے ریکوئسٹ کرتا ہوں کہ پلیز یہ سب چھوڑ دو وہ نرمی سے بول رہا تھا۔

باہ۔ اس کے لب پھیلے۔ ٹھیک ہے مگر میری ایک شرط ہے وہ جانچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی اسے میں تمہاری جان لوں گی اس لیے تمہیں یہ تعویز اتارنا ہوگا۔

اوکے یہ لو احمر نے جھٹ سے تعویز اتار دیا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ کیا تھا یہ شخص دوسروں کے لیے اپنی جان تک دینے کو تیار اور پھر بھی مطمئن تھا پرسکون تھا۔

ابھی نہیں رات میں تم گھر جاؤ اب۔

ہر شے ایک عجیب سناٹے کی زد میں تھی۔

ٹھیک ہے۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا وہ اب سنائے میں گھری کھڑکی سے جھانک رہی تھی۔

احمر بیٹا۔ میں نے تمہارا رشتہ طے کر دیا ہے بادیہ سے۔

وہاٹ۔ مجھ سے پوچھے بغیر۔ مجھے نہیں کرنی شادی۔ وہ بھڑک اٹھا تبھی اس کی نگاہ ٹیبل صاف کرتی ہوئی بادیہ پر پڑی وہ ایک دم خاموش ہو گیا۔

بادیہ بہ سرعت رخ پھیر گئی لیکن اس کا دھواں دھواں ہوتا چہرہ احمر کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہا تھا۔ اس نے تاسف با ہرجاتی بادیہ کو دیکھا وہ اسے کیسے بتاتا کہ وہ اس دنیا میں محض چند گھنٹوں کا مہمان ہے صرف آج رات تک۔ وہ یہ سب کچھ گھر والوں کو بتانے کا حوصلہ کہاں سے لاتا۔ اس نے تھکے تھکے انداز میں صوفے کی بیک سے ٹیک لگالی۔ وہ پورا دن اس نے گھر والوں کے ساتھ گزارا تھا امی ابا سے معافی مانگی تھی سب سونے کے لیے اٹھے وہ بھی اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔

میں اتنی بری تو نہیں ہوں احمر جتنی تمہیں لگتی ہوں۔ وہ اس کے سامنے ایستادہ تھی وہ ایک لمحے کو ٹھٹھکا تھا۔ وہ دونوں ندی کے کنارے تھے۔ ایک دوسرے سے صدیوں کے فاصلے پر لیکن ملنے کی خواہش میں شرابور۔

مجھے معاف کر دینا دیا۔ بے بسی کی انتہاؤں کو چھوتی ہوئی التجا اس کے سپرد کر کے وہ اندر کی جانب بڑھ گیا اس کے اندر ویرانیاں کچھ اور بڑھ گئیں تھیں بادیہ شکستہ پا غبار آلود راہ میں کھڑی تھی اس کی آنکھیں دور دور تک پھیلے صحرا کی مانند خشک تھیں مگر اندر کہیں جل تھل ہو رہی تھی وہ بالکل خالی ہوگئی تھی تہی داماں تہی دست۔ اس کی آنکھوں میں ریت چبھنے لگی تو اس نے بے دردی سے آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

چپ گلیاں بند دروازہ آدھی رات اور میں
سرد ہیں جھونکے لمبا رستہ آدھی رات
اور میں

پیچھے ساتھ گزرنے والے موسم کی صدائیں
سامنے ہے ایک درد کا صحرا آدھی رات
اور میں

کھڑکی کھلی تھی سرد ہوا کے جھونکے کھڑکی کے راستے اندر گھسے چلے آرہے تھے وہ جائے نماز پر بیٹھا اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلائے اس سے معافی مانگ رہا تھا اس نے کافی طویل دعا مانگی [illegible] اور امی کے لیے صبر اور شکر [illegible] پرسکون اور اچھے مستقبل کی دعائیں اور ہادیہ کے لیے ڈھیروں دعائیں ابھی وہ جائے نماز سمیٹ رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اس نے ٹوپی اتار کر ریک پر رکھی اور باہر لپکا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر اس نے ایک آخری نظر اپنے گھر پر ڈالی اور موت کے لیے دروازہ کھول دیا اسکے لبوں پر پرسکون مسکراہٹ تھی۔

آج میں بہت خوش ہوں کیونکہ احمر اور ہادیہ کی شادی اٹینڈ کر کے آرہی ہوں یہ ٹھیک ہے کہ مجھے جو بھی لوگ ملے سب برے تھے لیکن احمر نے ثابت کر دیا ہے کہ ہر شخص برا نہیں ہوتا احمر نے جب مسکراتے ہوئے دروازہ کھولا تھا تو میری نگاہ اس کی پرسکون مسکراہٹ پر جم کر رہ گئی تھی وہ مجھے اندر آنے کا اشارہ کر کے پلٹ گیا اس کے کمرے کی جانب جاتے ہوئے میں ٹھٹھک کر رکی میری نگاہ کھلی کھڑکی سے حسرت ویاس کی تصویر بنی ایک لڑکی پر پڑی وہ احمر کی تصویر ہاتھ میں لیے یک ٹک دیکھے جا رہی تھی اس کے ہونٹ خاموش تھے مگر آنکھوں میں ہزار حسرتیں مچل رہی تھیں اس کی آنکھوں میں بسی ویرانیاں مجھے اپنے آپ جیسی لگیں

میرے سامنے اس وقت ہادیہ نہیں بلکہ سوہا تھی اس ایک پل نے مجھ سے وہ فیصلہ کروالیا جسے کرتے ہوئے میں سارا دن کشمکش میں مبتلا رہی تھی احمر کی اچھائی بھی مجھ سے یہی فیصلہ کروانا چاہتی تھی مگر میں نے جب احمر کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تو وہ متحیر رہ گیا تھا آج ان کی شادی تھی ان کی جوڑی بہت شاندار لگ رہی تھی مجھے بے [illegible] لوگوں کو مارتی رہی اور مجھے خوشی ہے کہ میں نے ہادیہ کی آنکھوں سے ویرانیاں ساری حسرتیں نوچ کر پھینک دیں ہیں اور اس کے لبوں پر مسکراہٹیں سجادی ہیں اس کی آنکھوں میں چمکتے ہوئے ستارے مجھے پرسکون کر گئے ہیں آپ لوگ بتایئے کیا میں نے ٹھیک کیا۔

ڈیئر ریڈرز کیسی لگی یہ کاوش اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازیئے گا فرزانہ یاسمین۔ اور وارث آصف خان نیازی ہمیں شدت سے انتظار ہے آپ لوگوں کی تحریروں کا اور اپنی تحریروں پر آپ کی تنقید کا وارث آصف خان بے نیازی صاحب آپ کا نام ابھی چھوٹا ہے مزید لمبا کریں فرزانہ جی آپ پلیز کوئی سٹوری بھی لکھیں۔ آخر میں سب کو سلام خاص کر وارث آصف خان بے نیازی اور فرزانہ یاسمین کو۔

ہم مر جائیں گے اک دن دیکھ لینا
رو دو گے اس دن تم بہت دیکھ لینا
دنیا [illegible] نہیں ہماری
چھوڑ جا [illegible] دیکھ لینا
آنسو چھپاتے [illegible] سے تم
[illegible]
[illegible] عرف [illegible]

سچے لوگ

۔۔۔تحریر: کامران شکیل۔ واہ گارڈن۔ واہ کینٹ۔

میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تلوار شیطان جادوگر کے پیٹ میں چبھوئی وہ تکلیف سے چیخنے لگا اور مجھ سے معافیاں مانگنے لگا میں اسے کیسے معاف کر سکتا تھا وہ تو انسانیت کا دشمن تھا اور اللہ کا منکر تھا اسے معاف کرنا انسانیت کی توہین تھی میں قیامت کے روز ان لڑکیوں کے سامنے شرمسار نہیں ہونا چاہتا تھا جن کی زندگیوں کو اس شیطان سادھو نے ایک پتھر کے سامنے قربان کر دیا تھا اس بت پر دوبارہ میری نگاہ پڑی تو میں غصہ سے لال پیلا ہو گیا میں نے سادھو کو چھوڑا اور بت کی جانب چل پڑا میں نے تلوار کا ایک بھرپور وار اس کی گردن پر کیا جب تلوار بت کی گردن سے ٹکرائی تو اس سے ایک چنگاری نکلی میں ابھی دوسرا وار کرنے ہی والا تھا کہ پیچھے سے سادھو نے مجھ پر حملہ کر دیا اس کے ہاتھ میں ایک چمکدار تلوار تھی اس نے اپنی تلوار پیچھے سے میری ٹانگ میں پیوست کر دی میں درد کی شدت سے چلا اٹھا اس نے تلوار میری ٹانگ سے نکالی اور وہ دوبارہ مجھ پر حملہ کرنے والا تھا لیکن اس سے پہلے ہی میں نے اس کو ایک فلائنگ کک ماری جس سے وہ گر پڑا اور تلوار بھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی میں نے لپک کر اس کی تلوار اٹھالی اور اتنے میں وہ دوبارہ اٹھ چکا تھا اپنی تلوار کو میرے ہاتھ میں دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا اس نے ایک منتر پڑھ کر پھونک ماری تو میرے قریب ہی تین بھیانک شکلوں والے بھوت نمودار ہوئے ان تینوں کے ہاتھوں میں چمکتے ہوئے خنجر تھے سادھو نے ان سے کہا کہ وہ مجھے ختم کر دیں اس کا حکم سنتے ہی وہ تینوں میری طرف بڑھنے لگے میں نے سفید ہیولے کو حاضر ہونے کا ورد پڑھا ان بھوتوں کے مجھ تک پہنچنے سے پہلے وہ سفید ہیولہ نمودار ہو چکا تھا اس نے ایک ہی پھونک ماری تو ان تینوں بھوتوں کے جسم پھٹ گئے اور ان کے ٹکڑے غار میں پھیل گئے۔ میں سادھو کی طرف بڑھنے لگا مجھے اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر سادھو پیچھے ہٹنے لگا اور غار سے باہر دوڑ لگا دی میں بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑا اس کی رفتار بہت تیز تھی میں بھی اپنی پوری رفتار سے دوڑ رہا تھا اور پھر جلد ہی میں اس تک پہنچ گیا میں نے اس کو نیچے گرا دیا اور اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

جون کا مہینہ تھا رات کے بارہ بج رہے تھے شہر کی سڑکوں پر لوگوں کی رونقیں آہستہ آہستہ ماند پڑتی جا رہی تھیں میں اپنے گھر کی چھت پر کھڑا تھا ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی جو دل کو سرور دے رہی تھی وقت گزرتا چلا گیا شہر کی سڑکیں بالکل ویران ہو گئیں اچانک سٹریٹ لائٹس کی روشنی میں میری نظر ایک سائے پر پڑی اس کے چلنے کے سٹائل سے لگتا تھا کہ وہ کوئی عورت ہے وہ جب میرے گھر کے سامنے پہنچی تو میں نے اسے غور سے دیکھا وہ ایک نوجوان لڑکی تھی وہ مدہوشی کے عالم میں چل رہی تھی یوں لگتا تھا کہ وہ نیند میں چل رہی تھی اس کی آنکھیں بھی بند تھیں میری نگاہیں مسلسل اس پر مرکوز تھیں چند لمحوں بعد وہ

میرے گھر سے آگے نکل گئی میں گھر سے نکلا اور
اس کے پیچھے چل پڑا ہمارے شہر سے پچھلے کئی
دنوں سے لڑکیاں غائب ہو رہی تھیں ان
لڑکیوں کو رات کے وقت غائب کیا گیا تھا
پورے شہر میں یہ بات مشہور تھی کہ ہر رات کوہ
قاف سے ایک جن آتا ہے اور وہ لڑکیوں کو
اٹھا کر لے جاتا ہے مجھے اس بات پر یقین نہیں
تھا میرے پاس نورانی طاقتیں تھیں۔ میں نے
اپنے علم کے ذریعے یہ معلوم کر لیا تھا کہ لڑکیوں
کو غائب کرنے والا کوئی جن بھوت نہیں بلکہ
ایک انسان ہے میں نے اس انسان کے
بارے میں جاننے کی بہت کوشش کی تھی لیکن وہ
بہت طاقتور تھا اور میری طاقت اس کی طاقت
کے آگے بے بس تھی لیکن آج مجھے لگ رہا تھا
کہ میں اس لڑکی کے ذریعے اس شاطر انسان
تک ضرور پہنچ جاؤں گا مجھے لگ رہا تھا کہ یہ
لڑکی بھی اسی انسان کے جادو کے زیر اثر چل
رہی ہے اور یہ بھی یقیناً وہیں جائے گی
جہاں پہلے غائب ہونے والی لڑکیاں گئی تھیں
وہ لڑکی مسلسل چلتی جا رہی تھی ایک گلی سے نکل
کر وہ دوسری گلی میں داخل ہوئی اور پھر اس گلی
سے نکل کر وہ سڑک پر چلنے لگی میں مسلسل اس کا
پیچھا کر رہا تھا کافی دیر وہ اسی طرح سڑک پر
چلتی رہی اور پھر شہر کی آبادی سے نکل کر ایک
ویران علاقے میں داخل ہوئی اب تو مجھے سو
فیصد یقین ہو گیا تھا کہ یہ لڑکی اسی انسان کے
جادو کے زیر اثر چل رہی ہے جو ہر رات
لڑکیوں کو غائب کر دیتا ہے مجھے لگ رہا تھا کہ
اس شاطر انسان کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ
میں اس لڑکی کا پیچھا کر رہا ہوں اور وہ مجھ پر
حملہ کر کے مجھے ختم کرنے کی کوشش کرے گا اس
لیے میں نے اپنے آپ کو اس کے حملے سے بچاؤ
کے لیے تیار کر لیا مجھے یقین تھا کہ میں اس کی ہر
چال سے بچ کر اس تک پہنچ جاؤں گا کیونکہ میں
حق پر تھا وہ شیطان کا چیلہ تھا خدا راہ حق پر چلنے
والوں کی مدد ضرور کرتا ہے اور انہیں ان کی
منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ آخر وہی ہوا جس کا
مجھے ڈر تھا وہ شیطان کا چیلہ اپنی چال چل گیا
اچانک ایک خوفناک شکل والی چڑیل میرے
سامنے نمودار ہوئی اس کے ہاتھ میں ایک
چمکتا ہوا خنجر تھا اس نے اس خنجر سے مجھ پر حملہ کیا
میں نے اس کا وار اپنی جادوئی طاقت کے
ذریعے روکا میں نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر
اس چڑیل پر پھونک ماری تو وہ پانی بن کر زمین
میں جذب ہو گئی وہ لڑکی جس کا میں پیچھا
کر رہا تھا مجھ سے بہت دور جا چکی تھی میں تیز
قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب ہونے لگا
میں نے غور کیا کہ اس کی رفتار پہلے سے کافی
تیز ہو چکی تھی میں اس کے پیچھے بھاگنے لگا
اور جلد ہی اس کے قریب پہنچ گیا وہ لڑکی اسی
طرح مدہوشی کی حالت میں چل رہی تھی
اچانک زمین لرزنے لگی یوں محسوس ہو رہا تھا
کہ جیسے بہت بڑا زلزلہ آ گیا ہو میں سمجھ گیا کہ یہ
بھی اس شیطان کی چال ہے وہ مجھے اپنے تک
پہنچنے سے پہلے ہی ختم کرنا چاہتا ہے اور اس
کے لیے مختلف حربے استعمال کر رہا تھا وہ زلزلہ
ابھی تک جاری تھا اور اس سے درخت گرنے
لگے اچانک ایک درخت مجھ پر گرا جس سے
میں شدید زخمی ہو گیا وہ درخت زیادہ بڑا نہ تھا
ورنہ شاید میں اپنی جان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتا۔

میرے زخموں سے خون بڑی تیزی سے بہہ رہا تھا۔ لیکن مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ مجھے بس اپنی منزل تک پہنچنا تھا اور میری منزل اس شیطان کے چیلے کی موت تھی مجھے کچھ دور ہی ایک پہاڑ دکھائی دیا وہ لڑکی اس پہاڑ کی جانب بڑھنے لگی میں اس کے پیچھے پیچھے تھا جلد ہی ہم اس پہاڑ کے نزدیک پہنچ گئے اس پہاڑ میں ایک غار تھی غار روشن تھی وہ روشنی بہت دور سے بھی دکھائی دیتی تھی وہ لڑکی اس غار میں داخل ہوگئی میں اس غار سے کچھ دور ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا مجھے یقین تھا کہ وہ شخص جس کے سحر میں لڑکی یہاں تک آئی ہے اسے میری موجودگی کا علم بھی ہوگا اور وہ مجھے ضرور تلاش کرنے باہر آئے گا کچھ دیر بعد ایسا ہی ہوا اس غار میں سے کوئی نکلا اور اسی درخت کی جانب آنے لگا جس کے پیچھے میں چھپا ہوا تھا۔ میں نے سوچا اس سے پہلے کہ وہ مجھ تک پہنچ جائے اور مجھ پر حملہ کرے مجھے خود اس پر حملہ کر دینا چاہیے اور پھر میں نے ایسا ہی کیا میں نے کچھ جادوئی الفاظ پڑھ کر ہاتھ پر پھونک ماری تو ایک تلوار میرے ہاتھ میں آگئی وہ شخص درخت کے قریب پہنچ چکا تھا میں نے ایک دم آگے بڑھ کر اس پر حملہ کر دیا وہ اس حملے کے لیے تیار بالکل بھی نہ تھا میں نے ایک ہی وار میں اس کا سر دھڑ سے علیحدہ کر دیا میں نے باآواز بلند اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور غار کی جانب بڑھنے لگا جلد ہی میں غار کے قریب پہنچ گیا جونہی میں اندر داخل ہوا سامنے کا منظر دیکھ کر میں حیران و پریشان رہ گیا وہاں ایک بہت بڑا بت تھا جس کا رنگ سرخ تھا بت کے قدموں میں اسی لڑکی کی لاش پڑی ہوئی تھی جس کا پیچھا کرتے ہوئے میں یہاں تک آیا تھا لاش کے قریب ایک بھیانک شکل والا سادھو کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں ایک برتن تھا جس میں لاش کا خون تھا اس سادھو کا رنگ سیاہ تھا اس نے کپڑے بھی سیاہ رنگ کے پہنے ہوئے تھے اس کے گلے میں کھوپڑیوں کا ایک ہار تھا داڑھی اور بال بہت بڑے بڑے تھے وہ پاگل دکھائی دیتا تھا اس نے میری جانب دیکھا اور ایک زوردار قہقہہ لگایا ہاہاہا۔ اس کے بعد اس نے بولنا شروع کر دیا تم نے سمجھا تھا کہ تم نے مجھے ختم کر دیا ہے جسے تم نے مارا ہے وہ میرا ایک غلام تھا تم کبھی بھی مجھے نہیں مار سکتے میری طاقت کے مقابلے میں تمہاری طاقت بہت معمولی ہے تم مجھے مارنے آئے تھے لیکن افسوس تم مجھے نہیں مار سکتے بلکہ اب یہاں سے زندہ واپس بھی نہیں جا سکتے تمہاری موت تمہیں یہاں کھینچ کر لائی ہے تمہاری موت میرے ہاتھوں ہی ہوگی اس نے ایک بار پھر قہقہہ لگایا اور چپ ہوگیا میں مسکراتے ہوئے بولا میں موت سے نہیں ڈرتا میں راہ حق کا مسافر ہوں اور راہ حق کے مسافر مر کر بھی زندہ رہتے ہیں اگر میری موت کا تمہارے ہاتھوں لکھی ہوئی ہے تو پھر اسے کوئی نہیں ٹال سکتا لیکن اگر تمہاری موت میرے ہاتھوں لکھی ہوئی تو تمہیں آج دنیا کی کوئی بھی طاقت مجھ سے نہیں بچا سکتی اس کے ساتھ ہی میں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور اس پر حملہ کر دیا میری تلوار اس کے بازو پر لگی اور اس کے بازو سے ٹکراتے ہی واپس پلٹ آئی میں حیرانگی سے

اس جگہ کو دیکھنے لگا جہاں تلوار ٹکرائی تھی۔ اس جگہ پر کسی قسم کا کوئی بھی نشان دیکھائی نہیں دے رہا تھا اسے کوئی بھی زخم نہیں آیا تھا مجھے حیرانگی میں دیکھ کر اس نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا میں نے تمہیں کہا تھا ناں کہ تمہاری طاقت میرے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے اور تمہیں موت میرے ہاتھوں سے آئے گی۔ لیکن میں تم کو آسانی سے نہیں ماروں گا میں تڑپا تڑپا کر تمہیں ماروں گا اس کے ساتھ ہی اس نے ایک منتر پڑھ کر مجھ پر پھونکا اور میرا دماغ تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ جب ہوش آیا تو میں ایک ویرانے میں تھا اور میرا پورا جسم سوجا ہوا تھا اور بہت درد ہو رہا تھا اذیت کی وجہ سے میری چیخیں نکلنے لگیں۔ تکلیف کی وجہ سے مجھ سے اٹھنے کی ہمت نہ ہو رہی تھی میں نے بڑی مشکل سے اپنے اندر ہمت پیدا کی اور اٹھ بیٹھا جونہی میری نظر اپنے اردگرد پڑی خوف کی وجہ سے میری سانس رکنے لگی میرے چاروں طرف سانپ ہی سانپ تھے شاید میرے جسم میں تکلیف انہی کے ڈسنے سے ہو رہی تھی ان کا زہر میرے خون میں شامل ہو گیا تھا اور اس کی وجہ سے میرا پورا جسم درد کر رہا تھا میں بہت بری طرح تڑپ رہا تھا مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جلد ہی میری روح میرے جسم سے پرواز کر جائے گی اچانک مجھے ایسی طاقت کا خیال آیا میں ایک منتر پڑھ کر ان سانپوں کو پھونک ماری لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا وہ بدستور مجھے ڈسنے میں مصروف تھے میں اذیت سے چلاتا رہا ایک بار پھر میرے حواس میرے قابو میں نہ رہے اور میں بے ہوش ہو گیا جب ہوش آیا تو میں ایک سرسبز علاقے میں ایک خوبصورت جھیل کے پاس گھاس پر لیٹا ہوا تھا میں بالکل نارمل ہو چکا تھا جسم سے درد اور سوجن دونوں غائب تھے سورج غروب ہونے کے قریب تھا مجھے خیال آیا کہ میری فجر کی نماز ظہر اور عصر کی نمازیں قضا ہو چکی ہیں میں نے اٹھ کر جھیل کنارے ٹھنڈے ٹھنڈے پانی سے وضو کیا اتنے میں سورج غروب ہو چکا تھا میں نے مغرب کی نماز ادا کی اس کے ساتھ ہی میں نے فجر ظہر اور عصر کی قضا نماز ادا کیں رات کی تاریکی آہستہ آہستہ پھیلتی جا رہی تھی مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کس جگہ پر ہوں اتنی حسین جگہ میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی وہاں ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا میں اٹھ کر ایک جانب چل پڑا ابھی میں تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ مجھے اپنے قریب کسی کی موجودگی کا احساس ہوا مجھے یوں لگا جیسے کوئی میرے ساتھ ساتھ چل رہا ہے میں حیرانگی سے اپنے اردگرد دیکھنے لگا لیکن مجھے کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا میں سمجھ گیا کہ وہ ضرور کوئی غیر انسانی مخلوق ہے جو میرے ساتھ ساتھ چل رہی ہے اور مجھے دکھائی نہیں دے رہی ہے میں نے اسے دیکھنے کے لیے ایک خاص ورد پڑھا تو مجھے وہ دکھائی دینے لگا وہ واقعی انسان نہیں تھا بلکہ ایک بہت ہی ڈراؤنی شکل والا بھوت تھا وہ میرے بالکل قریب تھا۔

کون ہو تم۔ میں نے اس سے پوچھا۔

وہ میری جانب حیرانگی سے دیکھنے لگا اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ مجھے دکھائی دے رہا ہے اس نے تو اپنے جادو کے ذریعے اپنے

آپ کو مجھ سے چھپا رکھا تھا لیکن میری نورانی طاقت اس کی شر کی طاقت سے زیادہ تھی اس لیے وہ مجھے دکھائی دینے لگا تھا وہ بدستور خاموش تھا میں نے ایک بار پھر اس سے کہا۔

بتاؤ کون ہو تم اور یہ کون سی جگہ ہے اس بار میری آواز میں رعب و غصہ شامل تھا جس سے وہ ڈر گیا اور کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

میں ذریام جادوگر کا غلام ہوں تم اس وقت جس جگہ پر ہو یہ کوہ قاف کے مشرق میں واقع ہے اور۔۔ اور یہاں ذریام جادوگر کی حکومت ہے۔

کیا کیا میں اس وقت کوہ قاف میں ہوں۔ میں نے حیرانگی سے پوچھا تو وہ بولا۔

ہاں تم اس وقت ذریام جادوگر کے علاقے میں ہو جو کہ کوہ قاف میں واقع ہے۔

لیکن میں یہاں کیسے پہنچا۔ آج صبح زرایام جادوگر تمہاری دنیا میں گیا تھا وہاں اس نے تمہیں دیکھا تم بہت بری حالت میں تھے تمہارے اردگرد ہزاروں سانپ تھے جو تمہیں ڈس رہے تھے اور تم بے ہوشی کی حالت میں تھے زریام جادوگر کو تم پر ترس آ گیا اور وہ تمہیں اپنے ساتھ کوہ قاف لے آیا اس نے اپنے جادو کے ذریعے تمہارے جسم سے سانپوں کا زہر نکال لیا ہے اب تم بالکل ٹھیک ہو وہ چپ ہو گیا۔ میں نے ایک لمبی سانس لی اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا آسمان پر ستارے جگمگا رہے تھے کچھ دیر میں میری نگاہیں آسمان پر جمی تھیں پھر میں نے زریام جادوگر کے غلام کی طرف دیکھا اور کہا۔

تمہارا زریام جادوگر کہاں ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں میری بات سن کر وہ بولا۔

میں آپ کو زریام جادوگر کے پاس لے چلتا ہوں آپ میرے پیچھے پیچھے آتے جائیں۔ اتنا کہہ کر وہ ایک طرف کو چلنے لگا میں اس کے پیچھے چلنے لگا وہ مجھے لے کر ایک محل کے سامنے پہنچ گیا دروازے پر دو بھیانک شکلوں والے بھوت کھڑے تھے وہ بھوت جو مجھے ساتھ لایا تھا وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اور میں بھی اس کے پیچھے پیچھے اندر چلا گیا مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے اس کمرے میں ایک شخص بیٹھا تھا جس کی عمر تیس اکتیس برس تھی مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی مجھے اس نے اندر آنے کا اشارہ کیا میں اندر چلا گیا جبکہ وہ بھوت جو مجھے ساتھ لے کر آیا تھا وہ واپس چلا گیا۔

آؤ بیٹھو اس نے کہا تو میں اس کے قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ گیا بہت قسمت والے ہو جو ان سانپوں سے بچ گئے ہو اگر میں تمہیں نہ دیکھتا تو ہو سکتا تھا کہ وہ تمہیں مار ڈالتے۔

زندگی اور موت تو خدا کے ہاتھ میں ہے مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا بس یری خواہش ہے کہ میں اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کروں اور مجھے یقین ہے کہ میرا خدا میری مدد ضرور کرے گا میں تمہارا احسان مند ہوں کہ تم نے مجھے اذیت سے چھٹکارا دلایا اور اب میں تم سے اب اجازت چاہوں گا مجھے واپس اپنی دنیا میں جانا ہے۔

نہیں میں تمہیں اتنی جلدی واپس نہیں جانے دوں گا تم یہاں میرے مہمان ہو

اور ہم مہمانوں کو یوں واپس نہیں جانے دیتے تم یہاں کم از کم دو مہینے ٹھہرنا ہوگا۔ اس نے کہا تو میں بولا۔

نہیں زریام جادوگر میں یہاں ایک دن بھی نہیں رہ سکتا مجھے ابھی اور اسی وقت اپنی دنیا میں واپس جانا ہے اور اس ہندو سادھو کو ختم کرنا ہے جو انسانوں کی جانوں سے کھیل رہا ہے میں چپ ہو گیا تو زریام جادوگر بولا۔

وہ ہندو سادھو میرا بھی دشمن ہے اس کو تم اکیلے ختم نہیں کر سکتے ہم دونوں کو مل کر اس کا مقابلہ کرنا ہوگا تب ہی وہ مرے گا۔

ہاں تو ٹھیک ہے اگر تم میرا ساتھ دینا چاہتے ہو تو ابھی میرے ساتھ چلو ہم دونوں آج ہی اس سادھو کا کام تمام کر دیتے ہیں میں نے کہا تو وہ بولا۔

نہیں آج نہیں ابھی میں ایک چلہ کر رہا ہوں اس چلے کے بعد میری طاقتیں بڑھ جائیں گی اور پھر ہم آسانی سے اس ہندو سادھو کو ختم کر سکیں گے وہ چپ ہو گیا تو میں نے کہا۔

تمہارا چلہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں۔

صرف پانچ دن۔ اور یہ پانچ دن تم کو انتظار کرنا ہوگا اس کے بعد تمہارا اور میرا مشترکہ دشمن ہم سے بچ نہیں سکے گا تمہیں بھوک تو لگ رہی ہوگی آؤ چل کر کھانا کھاتے ہیں۔

اس نے کہا اور ساتھ ہی اٹھ گیا اور چلتے ہوئے دوسرے کمرے میں چلا گیا میں بھی اس کے ساتھ دوسرے کمرے میں آ گیا ہم دونوں نے مل کر کھانا کھایا پھر اس نے مجھے میرا کمرہ دکھایا اور کہا آج تمہارا یہ کمرہ ہے تم یہاں آرام کیا کرنا اور مزے کی نیند سویا کرنا میں اس کی بات سن کر کمرے میں چلا گیا تو وہ اپنے کمرے میں چلا گیا میں نے عشاء کی نماز ادا کی اور لیٹ گیا نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی میرا دل بے چین تھا میں یہ سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا کہ ہر رات کی طرح آج رات بھی کوئی نہ کوئی لڑکی اس شیطان کے ہاتھوں ماری جا چکی ہوگی اور اسے کسی بھی اس کے ہاتھوں مرنے سے نہیں بچایا ہوگا۔ میں چاہتا تھا کہ میں اڑ کر اس سادھو کے پاس پہنچ جاؤں اور لمحوں میں اس کی زندگی کا خاتمہ کر دوں اڑ کر اس تک پہنچنے کی طاقت تو میرے پاس تھی لیکن اس کو ختم کرنا تھوڑا مشکل تھا زریام جادوگر نے مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ اس سادھو کو ختم کرنے میں میری مدد کرے گا اس سے مجھے کچھ حوصلہ ہوا تھا مجھے پہلے ہی سے یقین تھا کہ بہت جلد میں اس سادھو کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا میری اس سے ذاتی کوئی دشمنی کوئی نہیں تھی وہ انسانیت کا دشمن تھا اور اللہ کو جھٹلانے والا تھا اسی وجہ سے میں اسے اپنا بدترین دشمن سمجھتا تھا نجانے کس وقت میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گیا۔ صبح جب میری آنکھ کھلی تو رات کی تاریکی آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی میں کمرے سے باہر نکلا اچانک مجھے ایک کمرے سے سرگوشیوں کی آواز سنائی دی وہ کمرہ زریام جادوگر کا تھا میں اس کے کمرے کے قریب گیا تو مجھے اس کی آواز صاف سنائی دینے لگی۔ زریام جادوگر کہہ رہا تھا۔

اس لڑکے کو اپنے ہاتھ سے نکلنے نہ دینا وہ

تمہارے لیے بہت اہم ہے ہمیں اس سے بہت سے کام نکلوانے ہیں میں نے اس کے سامنے یہی ظاہر کیا ہے میں اسی خدا کو مانتا ہوں جسے وہ مانتا ہے یعنی میں بھی مسلمان ہوں اور وہ بے وقوف انسان سمجھ ہی نہیں سکا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں تم بس سائے کی طرح اس کے ساتھ رہنا اور اسے اس خوش فہمی میں مبتلا رکھنا کہ میں اس کے ساتھ ملکر ہندو سادھو کو ختم کردوں گا اب تم جاؤ۔

اتنا کہہ کر وہ چپ ہوگیا میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا واپس اپنے کمرے میں آگیا اور سوچنے لگا کہ میں ایک اور شیطان کے چنگل میں پھنس گیا ہوں میں بھی کتنا پاگل تھا کہ بغیر سوچے سمجھے اس جادوگر پر یقین کرلیا اور اسے اپنا ہمدرد سمجھنے لگا۔ اب مجھے اس ہندو سادھو کے ساتھ ساتھ زریام جادوگر کا بھی خاتمہ کرنا تھا ہاں میں اسے بھی جہنم واصل کردوں گا۔ میں نے چند جادوئی الفاظ پڑھے تو ایک سفید ہیولہ میرے سامنے حاضر ہوا میں نے اس سے کہا۔

مجھے انسانی دنیا میں پہنچادیں سفید ہیولے نے مجھے آنکھیں بند کرنے کو کہا میں نے آنکھیں بند کرلیں چند دیر بعد دوبارہ اس کی آواز سنائی دی آنکھیں کھول دو میں نے آنکھیں کھولیں تو میں اپنے گھر میں تھا میں نے وضو کرکے فجر کی نماز ادا کی اور اللہ تعالی سے گڑگڑا کر مدد کی دعا مانگی اچانک میرے دماغ میں میرے محترم استاد کا خیال آیا اس مشکل وقت میں وہ میری بہت مدد کرسکتے تھے میں نے ان سفید ہیولے کو پھر سے حاضر کیا اور کہا۔

مجھے میرے استاد محترم تک پہنچادیں۔

آنکھیں بند کرو اس نے پہلے کی طرح کہا میں نے آنکھیں بند کیں تو کچھ ہی دیر میں ایک غار کے پاس کھڑا تھا اسی غار میں میرے استاد محترم رہتے تھے میں غار کے اندر داخل ہوگیا غار میں ایک چراغ جل رہا تھا جس کی روشنی پورے غار کو روشن کررہی تھی وہ اس چراغ کے قریب ہی بیٹھے ہوئے قرآن پاک پڑھ رہے تھے میرے قدموں کی آہٹ سن کر وہ چونک سے گئے اور میری جانب دیکھا انہوں نے مجھے اپنے قریب بیٹھنے کو کہا میں ان کے قریب ہی بیٹھ گیا وہ دوبارہ سے تلاوت میں مشغول ہوگئے ان کی آواز بہت ہی میٹھی تھی اور سریلی بھی میں توجہ سے تلاوت سنتا رہا جی چاہتا تھا کہ میں ساری عمر ان کے پاس بیٹھا رہوں وہ تلاوت کرتے رہیں اور میں سنتا رہوں وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا جب استاد محترم نے تلاوت ختم کی تو دوپہر ہوچکی تھی انہوں نے سب سے پہلے میرا حال پوچھا اور بولے۔

ہاں اب بتاؤ مجھ تک کیسے پہنچے کیا کام آن پڑا ہے مجھ سے میں نے انہیں کہا۔

ایک سادھو جوان لڑکیوں کی زندگیوں سے کھیل رہا ہے اس کے علاوہ کوہ قاف میں ایک اور شیطان جادوگر ہے مجھے لگتا ہے کہ وہ بھی انسانوں کی جانیں قربان کرکے طاقتیں حاصل کررہا ہے وہ مجھے بھی اپنے چنگل میں پھنسانا چاہتا تھا لیکن میرے اللہ نے مجھے اس سے بچالیا۔ میں ان دونوں کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے اگر آپ میرا ساتھ دیں تو ہم

انشاء اللہ ان دونوں کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے وہ بولے۔

سلمان میں اس نیک کام میں تمہارے ساتھ ہوں تمہیں جس طرح کی مدد کی ضرورت ہو میں کروں گا میں ویسے بھی اب یہی سوچ رہا تھا کہ اپنی تمام طاقتیں تم کو دے دوں کیونکہ میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں نجانے کس لمحے میری زندگی کی شام ہوجائے وہ اٹھے اور غار کے ایک کونے کی جانب بڑھنے لگے چند منٹوں بعد وہ واپس آئے ان کے ہاتھ میں ایک چمکدار موتی تھا انہوں نے وہ موتی میری جانب بڑھادیا اور کہنے لگے۔

سلمان بیٹا اس موتی میں میری تمام طاقتیں ہیں تم اس موتی کو نگل لو میری تمام طاقتیں تمہیں مل جائیں گی میں نے وہ موتی نگل لیا جیسے ہی وہ موتی میرے حلق سے نیچے اترا تو میں اپنے آپ کو پہلے سے کئی گنا زیادہ طاقتور محسوس کرنے لگا استاد محترم نے دعاؤں کے ساتھ مجھے رخصت کیا ان کی غار سے نکلنے کے بعد میں نے سفید ہیولے سے کہا مجھے گھر پہنچا دو۔ظہر کا وقت ہو چکا تھا میں نے نماز ادا کی اور رات ہونے کا بے چینی سے انتظار کرنے لگا کیونکہ رات کو میں نے اس ہندو سادھو سے مقابلہ کرنے جانا تھا اسی بے چینی کے عالم میں میری آنکھ لگ گئی۔ اپنے قریب کسی کی موجودگی کے احساس سے میری آنکھ کھلی میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور حیرانگی سے اردگرد دیکھنے لگا لیکن مجھے کمرے میں کوئی بھی دکھائی نہ دیا میں سمجھ گیا کہ یہ ضرور کوئی جن بھوت ہے جس نے اپنے آپ کو مجھ سے پوشیدہ رکھنے کے لیے کوئی خاص منتر پڑھ رکھا ہے میں نے بھی ایک خاص چلے کا ورد پڑھ کر اپنے چاروں جانب پھونکیں ماریں تو وہ مجھے دکھائی دنے لگا وہ وہی زریام جادوگر کا غلام تھا جو مجھے زریام جادوگر کے محل تک لے کر گیا تھا ۔

تم یہاں کیوں آئے ہو میں نے رعب دار آواز میں کہا۔تو وہ غصے سے کانپنے لگا ایسا لگ رہا تھا کہ وہ مجھے کچا چبا جائیگا میرے سوال کا جواب دینے کی بجائے وہ چیختے ہوئے بولا۔

تم ہمارے علاقے سے ہماری اجازت کے بغیر کیسے بھاگ آئے ۔ اس کی آواز اتنی گونجدار تھی کہ مجھے اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے میں اس سے ڈرنے والا تھوڑی تھا میں نے کہا۔

میں تمہارا یا تمہارے زریام کا غلام نہیں ہوں جو تم سے اجازت لے کر آتا تم لوگوں نے تو مجھے اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کی ہے لیکن میری قسمت اچھی تھی جو میں تمہاری اور زریام کی فطرت کو جان گیا مجھ پر تمہاری اور ذرغام جادوگر کی اصلیت کھل گئی تم لوگ شیطان کے چیلے ہو اور میں اس کا دشمن ہوں اور راہ حق کا مسافر ہوں میری زندگی کا مقصد صرف اور صرف تم جیسوں کو ختم کرنا ہے اور انشاء اللہ میں تمہاری اس شیطانی بستی کو بھی ضرور ختم کردوں گا جاؤ اور اپنے زریام جادوگر سے کہہ دو کہ مقابلے کے لیے تیار ہوجاؤ میں بہت جلد اسے فنا کرنے آرہا ہوں میں نے کہا تو وہ بولا۔

میں تمہیں لینے آیا ہوں تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا میرے آقا نے سختی سے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں ہر صورت میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر آؤں۔
ایسا کبھی سوچنا بھی مت کہ میں تمہارے ساتھ چل پڑوں گا تم جاؤ ورنہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھ گے میں نے کہا تو اس نے مجھے گھورا اور کہا
نہیں میں تمہیں ساتھ لے کر ہی جاؤں گا۔
لگتا ہے تم پر میری باتوں کا کوئی بھی اثر ہونے والا نہیں ہے میں تم کو ابھی بتاتا ہوں میں نے اتنا کہہ کر ورد پڑھا اور اس کی زندگی کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ وہ میرے سامنے ہی جل کر مر گیا۔ میں نے پرسکون سانس لی اور پھر رات ہوئی میں نے عشاء کی نماز ادا کی اور اس سادھو کا ناپاک مٹانے کے لیے چل دیا۔ راستہ کافی لمبا تھا میں دل ہی دل میں اللہ کا ورد کرتا ہوا چلتا جا رہا تھا میرے اندر ذرا بھی خوف نہ تھا کیونکہ مجھے اپنے اللہ پر پورا یقین تھا کہ وہ میرے ساتھ ہے اس لیے دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس سادھو کا خاتمہ کرنے سے نہیں روک سکتی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میں اپنی منزل کے قریب پہنچتا چلا گیا۔ چاند کی روشنی میں مجھے راستہ تلاش کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی لاسٹ ٹائم میں اس لڑکی کا پیچھا کرتے ہوئے اس غار تک پہنچا تھا جہاں وہ ہندو سادھو قیام پذیر تھا اس وقت میں نے رستے کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ اچانک ایک بھیانک شکل والی چڑیل میرے سامنے حاضر ہوئی اس کی خوفناک شکل دیکھ کر میرے رونگھٹے کھڑے ہو گئے اس کے سر کے بال اتنے لمبے تھے کہ وہ زمین سے ٹکرا رہے تھے چہرہ جلا ہوا تھا آنکھ صرف ایک تھی دانت بہت لمبے تھے ہونٹ نہیں تھے ہاتھ پاؤں کی ناخن ایک ایک فٹ تک لمبے تھے مجھے دیکھتے ہی اس نے ایک زہریلا قہقہہ لگایا اور میری جانب بڑھنے لگی میں نے ایک خاص منتر پڑھ کر اس پر پھونک ماری میرا خیال تھا کہ وہ جل کر مر جائے گی لیکن یہ دیکھ کر مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے کہ اسے بالکل کوئی اثر نہ ہوا وہ میرے قریب پہنچ چکی تھی اس نے اپنے ہاتھوں کے بڑے بڑے ناخن میرے جسم میں کھبو دیئے جس سے میرا جسم زخمی ہو گیا اور میرے منہ سے ایک اذیت ناک چیخ نکل گئی میرے جسم سے بہت تیزی سے خون بہنے لگا اچانک مجھے اس سفید ہیولے کا خیال آیا جو میری خاص طاقت تھا اور وہ میری مدد کر سکتا تھا میں نے ورد پڑھ کر اسے بلا لیا مجھے اذیت میں دیکھ کر اسے شدید غصہ آ گیا اس نے ایک لمحہ سے پہلے ہی اس پر حملہ کر دیا وہ چڑیل جس نے اپنے لمبے لمبے ناخنوں سے مجھے بری طرح زخمی کیا تھا اس کے سامنے یوں چلانے لگی کہ یوں لگ رہا تھا کہ وہ ابھی مرنے والی ہو اور پھر ایسا ہی ہوا اس کا جسم پھٹ گیا اور اعضا ادھر ادھر بکھرنے لگے میں نے تشکرانہ نظروں سے سفید ہیولے کی طرف دیکھا تو وہ بولے۔
تم نیک کام کرنے جا رہے ہو اس لیے مجھے بہت خوشی ہے کہ میں نے تمہاری مدد کی

ہے جب بھی تمہیں میری مدد کی ضرورت ہو تو مجھے ایسے ہی بلا لیا کرنا اتنا کہہ کر وہ سفید ہیولہ غائب ہو گیا۔ اور میں اس سادھو کی جانب چل دیا۔ میرے جسم سے خون ابھی بھی بہہ رہا تھا اور بہت تکلیف بھی ہو رہی تھی لیکن مجھے اس وقت اس تکلیف کی چنداں پرواہ نہ تھی میرے دل میں سادھو کے خلاف نفرت کا جو لاوا ابل رہا تھا اس نے میری اس تکلیف کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا میں ایک بار پھر اپنی منزل کی جانب بڑھ رہا تھا اچانک کسی نے پیچھے سے مجھ پر حملہ کر دیا میں بڑی مشکل سے سنبھلا میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ ایک بھیڑیا تھا جو مجھ سے کچھ دور کھڑا غرا رہا تھا میں نے ایک منتر پڑھا تو میرے ہاتھ میں تلوار آ گئی میں اس بھیڑیئے کی جانب بڑھنے لگا مجھے اپنی جانب بڑھتے ہوئے دیکھ کر وہ پیچھے ہٹنے لگا میں اس کے قریب پہنچ چکا تھا اچانک اس نے پیچھے جانا چھوڑ دیا اور تیزی سے اسی جانب بھاگا اس نے مجھے ایک زوردار ٹکر ماری میں اس حملے کے لیے بالکل بھی تیار نہ تھا اس لیے سنبھل نہ سکا اور اچھل کر کچھ دور جا گرا میں پہلے ہی زخمی تھا بھیڑیئے کی اس ٹکر کے بعد میں مزید زخمی ہو گیا میرے زخموں سے بہتا ہوا خون تیز ہو گیا میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو مجھ سے اٹھنے کی ہمت نہ ہوئی میں نے اپنی پوری قوت ٹانگوں میں اکٹھی کی اور اٹھ کھڑا ہوا میری تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری تھی میں نے بھاگ کر وہ تلوار اٹھائی اور بھیڑیا کی طرف ہوا وہ ایک مرتبہ پھر مجھ پر حملہ کے لیے تیار تھا وہ اپنی پوری رفتار سے میری طرف

بھاگا لیکن اب میں اس کے ہر حملہ کے لیے تیار تھا وہ جونہی میرے قریب پہنچا میں آگے سے ہٹ گیا بھیڑیا ایک درخت سے جا ٹکرایا اور گر پڑا میں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور آگے بڑھ کر تلوار سے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور ایک بار پھر سادھو کی طرف چل دیا اب راستہ بہت کم رہ چکا تھا مجھے امید تھی کہ دوبارہ مجھ پر کوئی حملہ نہ ہو گا۔ میرے زخموں سے بہتا ہوا خون رک گیا تھا اور درد کی شدت میں بھی کمی آ چکی تھی مجھے وہ پہاڑ دکھائی دینے لگا جس کے ایک غار میں سادھو رہتا تھا میں نے اپنی رفتار تیز کر دی تاکہ جلد از جلد اس غار تک پہنچ جاؤں میں غار کے قریب پہنچ گیا آج بھی اس غار میں روشنی دکھائی دے رہی تھی میں غار کے اندر داخل ہوا وہ سادھو سرخ بت کے قدموں میں بیٹھا ہوا اس سے مدد مانگ رہا تھا آج تمہارا یہ شیطان آقا تم کو مجھ سے کسی صورت میں بھی بچا نہیں سکتا اس لیے مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ میں نے کہا تو اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر خوف کے سائے دکھائی دینے لگے تمہارا کیا خیال ہے کہ ان سانپوں کے ڈسنے سے میں مر جاؤں گا اور تمہارا راستہ صاف ہو جائے گا یہ صرف تمہاری سوچ تھی دیکھو میں تمہارے سامنے زندہ سلامت کھڑا ہوں آج میں تم سے زیادہ طاقتور ہوں آؤ میرے سامنے مقابلہ کرو مجھ سے وہ سادھو اس بت کے قدموں میں گر پڑا اور اس سے اپنی زندگی مانگنے لگا وہ بت خود پتھر کا تھا بھلا وہ اس کو کیسے زندگی دے

سکتا تھا میں نے آگے بڑھ کر اسے بت کے قدموں سے اٹھا لیا اور ایک زوردار گھونسا اس کے منہ پر دے مارا اس کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تلوار اس کے پیٹ میں چبھوئی وہ تکلیف سے چیخنے لگا اور مجھ سے معافیاں مانگنے لگا میں اسے کیسے معاف کرسکتا تھا وہ تو انسانیت کا دشمن تھا اور اللہ کا منکر تھا اسے معاف کرنا انسانیت کی توہین تھی میں قیامت کے روز ان لڑکیوں کے سامنے شرمسار نہیں ہونا چاہتا تھا جن کی زندگیوں کو اس شیطان سادھو نے ایک پتھر کے سامنے قربان کر دیا تھا اس بت پر دوبارہ میری نگاہ پڑی تو میں غصہ سے لال پیلا ہوگیا میں نے سادھو کو چھوڑا اور بت کی جانب چل پڑا میں نے تلوار کا ایک بھرپور وار اس کی گردن پر کیا جب تلوار بت کی گردن سے ٹکرائی تو اس سے ایک چنگاڑی نکلی میں ابھی دوسرا وار کرنے ہی والا تھا کہ پیچھے سے سادھو نے مجھ پر حملہ کر دیا اس کے ہاتھ میں ایک چمکدار تلوار تھی اس نے اپنی تلوار پیچھے سے میری ٹانگ میں پیوست کر دی میں درد کی شدت سے چلا اٹھا اس نے تلوار میری ٹانگ سے نکالی اور وہ دوبارہ مجھ پر حملہ کرنے والا تھا لیکن اس سے پہلے ہی میں نے اس کو ایک فلائنگ کک ماری جس سے وہ گر پڑا اور تلوار بھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی میں نے لپک کر اس کی تلوار اٹھالی اور اتنے میں وہ دوبارہ اٹھ چکا تھا اپنی تلوار کو میرے ہاتھ میں دیکھ کر وہ پریشان ہوگیا اس نے ایک منتر پڑھ کر پھونک ماری تو میرے قریب ہی تین بھیانک شکلوں والے بھوت نمودار ہوئے ان تینوں کے ہاتھوں میں چمکتے ہوئے خنجر تھے سادھو نے ان سے کہا کہ وہ مجھے ختم کر دیں اس کا حکم سنتے ہی وہ تینوں میری طرف بڑھنے لگے میں نے سفید ہیولے کو حاضر ہونے کا ورد پڑھا ان بھوتوں کے مجھ تک پہنچنے سے پہلے وہ سفید ہیولہ نمودار ہو چکا تھا اس نے ایک ہی پھونک ماری تو ان تینوں بھوتوں کے جسم پھٹ گئے اور انکے اعضا غار میں پھیل گئے۔ میں سادھو کی طرف بڑھنے لگا مجھے اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر سادھو پیچھے ہٹنے لگا اور غار سے باہر دوڑ لگا دی میں بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑا اس کی رفتار بہت تیز تھی میں بھی اپنی پوری رفتار سے دوڑ رہا تھا اور پھر جلد ہی میں اس تک پہنچ گیا میں نے اس کو نیچے گرا دیا اور اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اس کی روح اس کے جسم سے پرواز کر گئی تھی میں اللہ کے حضور سجدے میں گر گیا اسنے مجھے بہت بڑی کامیابی عطا کی تھی میں نے شکرانے کے نوافل ادا کیئے اور غار کی جانب چل دیا جاتے ہی میں نے اس شیطان بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور غار سے باہر نکل گیا رات آدھی سے زیادہ ہو چکی تھی میں سوچنے لگا اب کیا کروں گھر جاؤں یا پھر ذریام کو ختم کرنے کو وہ قاف جاؤں کافی دیر سوچنے کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے آج ہی ذریام جادوگر کا ناپاک وجود بھی اس دنیا سے مٹا دینا ہوگا میں نے سفید ہیولے کو حاضر کیا اور کہا۔

مجھے ذریام کے علاقے میں پہنچا دو
۔ انہوں نے مجھے آنکھیں بند کرنے کو

کہا۔ اپنی آنکھیں بند کرلو میں تم کو تمہاری منزل تک پہنچا دیتا ہوں میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور پھر وہ مجھے لے اڑے۔

اب آنکھیں کھول دو۔

جب میں نے آنکھیں کھولیں تو میں زریام جادوگر کے محل کے سامنے کھڑا تھا وہ سفید ہیولہ۔ دیکھو میں جنات کا مقابلہ کرسکتا ہوں چڑیلوں کو مار سکتا ہوں بڑے سے بڑے دیو سے لڑسکتا ہوں لیکن کسی بھی جادوگر سے نہیں لڑسکتا ہوں کاش میں ایسا بھی کرسکتا۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم اس سے لڑو اس کو واصل جہنم کردو تم بہت اچھے راستے پر چل رہے ہو دنیا سے برائی کا خاتمہ کررہے ہو ان لوگوں کے لیے موت بنے ہوئے جو دوسروں کی زندگی سے کھیل رہے ہیں جن کی وجہ سے لوگوں میں موت کا خوف پھیلا ہوا ہے جو انسانوں کے خون سے پرورش پاتے ہیں لڑوان سے اور ان کو ایسی موت دو کہ کوئی دوسرا شیطانی کام کرنے سے توبہ کرلے۔

انشاءاللہ۔ میں نے کہا۔

اب میں چلتا ہوں۔ جادوگر کو مارنے کے علاوہ اگر میری ضرورت پیش آئے تو مجھے بلا لینا میں آجاؤں گا۔ اتنا کہہ کر وہ سفید ہیولہ میری نظروں کے سامنے سے غائب ہوگیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی اور زریام کے محل کی جانب چل دیا دروازے پر وہی پہلے والے بھوتوں کو دیکھا میں نے ایک خاص ورد پڑھ کر ان پر پھونکا تو وہ دونوں تڑپنے لگے اور ان کے جسم پانی بن کر زمین میں جذب ہوگئے۔ میں مین گیٹ سے اندر داخل ہوگیا میں نے جونہی اندر قدم رکھا میں حیران وپریشان ہوگیا وہاں جن بھوتوں کی ایک لمبی لائین لگی ہوئی تھی وہ سب بہت ہی خوفناک تھے ان سب کا مقابلہ کرنا میرے بس میں نہ تھا میں نے اسی سفید ہیولے کو بلایا اور کہا۔

میری مدد کریں میں محسوس کررہا ہوں کہ میں اکیلا ان سب بھوتوں سے نہیں لڑسکتا۔ میری بات سن کر وہ بولے تم فکر نہ کرو میں ان سب کو ایسی موت ماروں گا کہ ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچے گا اتنا کہہ کر وہ ان کا مقابلہ کرنے لگے اور پھر ایک ایک کرکے وہ سب کو ہی مارتے چلے گئے میں دیکھ رہا تھا ان کے ہاتھوں سے روشنی نکلتی تھی جو سامنے والے کو ایک لمحہ سے پہلے آگ لگا دیتی تھی ایک ایک کرکے وہ سب ہی ختم ہونے لگے۔

اچانک آگ کا الاؤ میری جانب آیا اور اس نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا میرے کپڑوں کو آگ لگ گئی میں چلانے لگا ہیولے نے مجھے اذیت میں دیکھا تو ایک لمحہ میں انہوں نے میرے جسم کو لگی ہوئی آگ کو بجھا دیا۔

میں نے ان بھوتوں کا صفایا کردیا ہے اب تم جاؤ اور زریام کا خاتمہ کردو اس کے ظلمات سے انسانوں کو بچاؤ اتنا کہہ کر وہ سفید ہیولہ غائب ہوگیا۔ میں زریام کے کمرے میں جانے لگا کئی راہداریوں سے گزرنے کے بعد میں اس کے کمرے تک جا پہنچا۔ مجھے اپنے کمرے میں دیکھ کر وہ مسکرا دیا اور بولا۔

سلمان مجھے تمہارا ہی انتظار تھا تم کہاں چلے گئے تھے میرا چلہ ختم ہوگیا ہے اب

ہم بہت جلد اس سادھو کا مقابلہ کرنے جائیں گے جس نے تمہیں موت کے منہ تک پہنچا دیا ہے اور پھر میں نے تمہیں مرنے سے بچایا تھا میں نے کہا۔

ہاں میں جانتا ہوں کہ تم نے اس دن میری زندگی بچائی تھی لیکن آج تم میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکتے یہ کہتے ہی میں نے اس پر حملہ کر دیا لیکن وہ بچ گیا۔ اور میری جانب آگ پھینکی آگ کا وہ گولہ میرے جسم سے ٹکرایا اور اس نے میرے جسم کو آگ لگا دی میں نے ایک ورد پڑھ کر زریام کی جانب پھونک ماری تو اسے بھی آگ لگ گئی ہم دونوں آگ میں جلنے لگے وہ لمحوں میں ہی جل کر راکھ ہو گیا میرا سارا جسم بھی جل چکا تھا لیکن میں خوش تھا کہ میں نے اس ناپاک انسان کو مار دیا ہے اور خود بھی راہ حق میں اپنی جان دینے لگا ہوں۔

قارئین کرام یہ تو تھی راہ حق کے ایک مسافر کی کہانی جس نے راہ حق پر چلتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی مرنے کے باوجود بھی وہ بہت خوش تھا موت کے وقت بھی اس کی روح پرسکون تھی اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس کا ایمان مضبوط تھا اور جن کا ایمان پختہ ہوتا ہے وہ حق کی خاطر خوشی سے اپنی جان قربان کر دیتے ہیں لیکن افسوس آج ہمارا ایمان کمزور ہو چکا ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہو گا کہ ہمارے دلوں میں ایمان کی طاقت تقریباً ختم ہو چکی ہے اس لیے ہمیں مظلوم مسلمان بھائیوں کی آواز سنائی نہیں دیتی ہے آج ہمیں ہمارا بیت المقدس پکار رہا ہے لیکن ہمارا ایمان اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ ہمیں اس کی پکار سنائی نہیں دے رہی ہے کیوں ہمارے دلوں میں وہ ایمان نہیں ہے جو ایک مسلمان کے دل میں ہونا چاہیے ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانکنا ہوگا اور سوچنا ہوگا کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور ہمیں کیا کرنا ہے ہمیں دنیا کا نشہ ختم کرنا ہوگا اور ایسی راہ پر چلنا ہوگا جو ہمیں آخرت میں روشن زندگی دے سکے۔ ہمیں بھی راہ حق کا مسافر بننا ہوگا۔ کاش ہم سوچ لیں۔ اے کاش ایسا ہو جائے۔ قارئین کرام یہ دنیا فانی ہے یہاں کسی نے بھی ہمیشہ بیٹھے نہیں رہنا ہے ایک نہ ایک یہاں سے کوچ کر جانا ہے اور ایک ایسی زندگی کی طرف چلے جانا جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے کیا ہم نے اس زندگی کے لیے تیاری کی ہوئی ہے۔ کیا ہم نے اس بارے میں کبھی سوچا ہے نہیں ناں۔ ہاں اگر نہیں سوچا تو ہمیں سوچنا چاہیے کیونکہ اسی میں ہی ہم سب کی بہتری اور خوشی ہے اسی میں راہ حق کی پہنچان ہے۔

- - - - - - - - - - -

غزل

کچھ زندگی بے وفا تھی کچھ تیری دعا میں فرق تھا
کچھ ہم سے خطا ہوئی کچھ تیری وفا میں فرق تھا
شاید کبھی ہم دونوں ایک ہو ہی جاتے
کچھ میں بھی تھا انا میں کچھ تیری صدا میں فرق تھا
تم نے بھی دیکھا شاید زمانے کی طرح مجھے بے در
کچھ بھول گئے تھے ہم بھی کچھ تیری نگاہ میں فرق تھا
بڑا ناز کیا کرتے تھے تیرے پیار پہ
کچھ دل کے ہاتھوں مجبور تھے کچھ تیری رضا میں فرق تھا

☆ .... اسد شہزاد۔ گوجرہ

کوئی چاند رکھ میری شام پر

خواجہ عاصم سرگودھا

تو پگلا ہے طاؤس۔۔۔۔آج جو مانگ رہا ہے وہ تو ہمیشہ سے ہی تیرا ہے۔تو جیسا بھی ہے اس دل کو قبول ہے۔۔۔۔ماروی نے روایتی انداز میں بھرپور طریقے سے مسکرا کر سوچا۔

اسے سوچتا اور پھر مسکراتا دیکھ کر طاؤس تیزی سے اپنی جگہ کھڑا ہو گیا۔

جانتا تھا۔۔۔تم بھی میرا مذاق اڑاؤ گی۔میں نے تم سے جو سلوک کیا اس کا بدلہ تو تم لو گی نا۔۔۔۔آخر تم بھی تو عورت ہو عورت جو بیلا ہے،عورت جو دعا جیسی پل پل رنگ بدلتی لڑکی ہے۔

طاؤس وحشیانہ انداز میں بولا اس نے ماروی کو بازو سے پکڑ کر کھڑا کر دیا اس سے پہلے کہ ماروی اس کی بات کی تردید کرتی،وہ پھر بول اٹھا۔

غور سے میری بات سنو۔۔۔۔میں تمہاری اس تلخ اور طنزیہ مسکراہٹ کے باوجود تم سے شادی کروں گا۔مجھے کسی پر یہ ثابت کرنا ہے کہ میں ایک ہی دن میں اس سے کئی گنا خوبصورت لڑکی سے نہ صرف شادی کر سکتا ہوں بلکہ خوش بھی رہ سکتا ہوں۔یہ بات کرتے وقت اس کے چہرے پر کئی سائے لہرا گئے۔

اور ماروی تم۔۔۔۔تم بس تھوڑے دنوں کے لئے میرا ساتھ دے دو۔۔۔۔میں تم سے تمہاری زندگی نہیں مانگ رہا بس تھوڑا سا عرصہ۔۔۔۔تم اپنے وقت کی قیمت لے لو۔۔۔۔جتنی چاہو میں قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں۔۔۔۔جتنی دولت چاہو گی میں اس عرصے کے لئے تمہیں دے سکتا ہوں۔۔۔۔بس مجھے اپنا انتقام پورا کرنا ہے۔پھر تم جہاں مرضی چلی جانا۔۔۔۔میں تمہیں نہیں روکوں گا۔۔۔۔ہرگز نہیں روکوں گا۔۔۔۔اس کے چہرے پر انتقام ٹپک رہا تھا صرف اور صرف انتقام۔

ماروی اس کی ان باتوں پر گھم کر رہ گئی کیا کہہ رہا تھا وہ اور کیا سمجھ کر کہہ رہا تھا۔۔۔۔شادی کے بدلے رقم دے رہا تھا اس سے بڑھ کر گھٹیا بات ماروی سے آج تک کسی

نے نہ کی تھی۔ ماروی نے اسے جان سے بڑھ کر چاہا تھا۔ اس نے ماروی کو بے تحاشہ ذلیل کیا تھا۔ مگر ماروی نے پھر بھی اس کی طرف سے دل میلا نہیں کیا تھا اور آج دعا کے ہاتھوں ٹھوکر کھا کر اس نے اپنے آنسو پونچھنے کے لئے ماروی کا آنچل مانگا تھا تو ماروی نے محض طاؤس کے سکھ کی خاطر چند لمحوں میں ایک ایسا فیصلہ بھی کر لیا تھا جس کا مطلب وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ کہ وہ ہمیشہ ایک دوسری لڑکی بن کر رہے گی۔

طاؤس نے کہا تھا کہ ماروی اس سے اس کی محبت نہ مانگے، ماروی نے یہ بھی منظور کر لیا تھا کہ چاہے طاؤس جیسا بھی سلوک روا رکھے مگر اس کی زندگی کسی بہانے طاؤس کے کام تو آ جائے گی لیکن اب اس نے بہت گھٹیا بات کی تھی ماروی ایک ٹک اسے دیکھتی جا رہی تھی کہ ایسا حسین ایسی گھٹیا بات بھی کر سکتا تھا یہ سوچ لیتی تو کب کی یہ در چھوڑ دیتی۔

ماروی خاموش تھی اس کے دل میں ہلچل مچی تھی طاؤس حقیقت میں اسے پیسوں سے خریدنا چاہتا تھا وہ اسے بکاؤ مال سمجھ رہا تھا۔ بچوں کی طرح کھلونوں سے بہلا کر اپنا کام نکلوانا چاہ رہا تھا۔ اسے ماروی سے ہرگز کوئی غرض نہیں تھی وہ تو اسے اپنا انتقام پورا کرنے کے لئے کچھ عرصے کے لئے استعمال کرنا چاہتا تھا یہ سوچ کر ہی ماروی کی آنکھوں میں شعلے بھر آئے۔ پہاڑوں کی بیٹی سر اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔ ادا نور محمد کی ساری نصیحتیں یاد آ رہی تھیں۔ وہ طاؤس کی گھٹیا بات کا کوئی جواب نہیں دینا چاہتی تھی۔ اس لئے کمرے سے نکلنے کے لئے پلٹی۔

تم نے کوئی جواب نہیں دیا؟ طاؤس اس کے خاموش اور تنے ہوئے چہرے کو دیکھ کر بولا۔

ماروی کی آنکھیں تر تھیں، حلق میں پھندے سے پڑ رہے تھے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب باتیں اس سے طاؤس نے کہی تھی۔ اس نے مڑ کر ایک نظر اسے دیکھا اور دکھ سے سوچا تو کیا جانے طاؤس تیرے لئے تو ماروی گاؤں گاؤں شہروں شہر در بدر پھری ہے۔ تیری دولت کو تو کبھی آنکھ میلا کر کے دیکھا ہی نہیں۔ یہ ماروی تو تیرے حسن کی دیوانی تھی پوری دنیا میں تیرے سوا اور کوئی جچا جو نہیں تھا۔۔۔ تو ٹھکرائے جانے کے غم

میں دیوانہ ہوا جا رہا ہے ۔۔۔۔ کبھی مجھ سے پوچھا ہوتا۔ تیرے چھوٹے چھوٹے غموں کو بھی پلکوں پر سجا رکھا تھا مگر تو نے ایسا تھپڑ مارا ہے جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ نہیں ماروی میں اس لائق نہیں مجھے پلکوں سے اتار پھینکو۔

کیا دیکھ رہی ہو ۔۔۔۔ کیا سوچ رہی ہو؟ وہ تیزی سے بولا۔

ماروی اب بھی خاموش رہی زندگی نے ایسا جھٹکا دیا تھا کہ ایک بار پھر زندگی کی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی۔ یہ تھپڑ بڑا ہی زوردار تھا۔ ماروی کے چودہ طبق روشن کر گیا تھا مز بڑا کر رہ گئی تھی وہ ۔۔۔۔!

تم سوچ کر مجھے جواب دو ۔۔۔۔ شام سے پہلے مجھے تمہارا جواب چاہئے۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا ماروی اگر تمہارا جواب نفی میں ہوا تو مجھے اپنی شکل مت دکھانا ۔۔۔۔ اور اس نوکری اور اس گھر کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے یہاں سے چلی جانا ۔۔۔۔ میرا مطلب تو کوئی بھی نکال دے گا ۔۔۔۔ تم قریب تھیں سو تمہیں بلا لیا۔ اس نے سنگ دلی کی حد کر دی تھی۔

ماروی ایک جھٹکے سے کمرے سے نکل آئی اس کی اتنی بے عزتی آج تک نہیں ہوئی تھی۔ آج اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کس قدر مضبوط ہو گئی تھی، زندگی نے مضبوطی کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی اتنی بے عزتی پر تو شاید وہ طاؤس کے محل کو چکنا چور بھی کر دیتی تو بدلہ نہ اترتا، مگر وہ خاموش تھی راہداری میں چلتے ہوئے اسے موسیٰ نظر آ گیا وہ اسے نظر انداز کر دینا چاہتی تھی مگر اس نے اسے پکار لیا۔

ماروی ۔۔۔۔

ماروی اپنی جگہ تھم گئی، اس کا حسین چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا اور اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ آج وہ قاتل جان اس کی سیاہی میں گم ہو جانے سے بال بال بچا ہے۔ کیا ہوا ماروی؟ ۔۔۔۔ موسیٰ نے اس کی عجیب سی حالت کو دیکھ کر پوچھا۔

ماروی نے جواب نہ دیا۔

کیا ۔۔۔۔ طاؤس نے تم سے بات کر لی؟ وہ ہارے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

ماروی اب بھی خاموش رہی۔

اس کا مطلب ہے اس نے تم سے بات کر لی ہے۔۔۔۔۔ میں نے اسے فون پر منع بھی کیا تھا کہ تم سے ایسا نہ کہے۔ اس لئے میں بھاگا چلا آیا مگر وہ ہمیشہ سے جلد باز واقع ہوا ہے موسیٰ سنجیدہ سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ وہ دیوار سے سہارا لگا کر کھڑا ہو گیا نہ جانے وہ کیوں اتنا شرمندہ تھا۔

میں جانتا ہوں ماروی کہ اس نے تم سے کوئی اچھا سلوک نہیں کیا ہوگا، وہ شاید پاگل ہو گیا ہے۔ وہ بہت ہمت والا ضرور ہے مگر ٹھکرائے جانے کا حوصلہ اس میں نہیں ہے۔۔۔۔ تم رات کو کہاں تھیں؟ میں بہت دیر تک یہاں رہا تم نظر ہی نہیں آئیں؟ کتنا کچھ ہو گیا وہ شاید کچھ بتانا چاہتا تھا ماروی نے بھیانک خاموشی طاری کر رکھی تھی۔

ماروی پلیز بولو۔۔۔۔۔ موسیٰ اب کی بار پریشانی سے بول اٹھا۔

کیا بولوں؟۔۔۔۔ مجھ میں زہر نہ اگلنے کی ہمت ہے نہ پینے کی۔۔۔۔ موسیٰ میں قاتل بھی نہیں ہوں اور مقتول بھی نہیں بننا چاہتی ماروی اس قدر سنجیدہ لہجے میں بولی تھی کہ موسیٰ کو اس کا لہجہ ڈرا گیا۔

ماروی پلیز۔۔۔۔ اس نے بے چینی سے پکارا۔

نہیں موسیٰ ہمدردی نہیں۔۔۔۔ اب مجھے کسی ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔ جانتے ہو میں تو کندن ہو چکی ہوں اتنا جلی ہوں کہ کندن نہ ہوتی تو خاک ہو جاتی۔

تم کیا بول رہی ہو؟۔۔۔۔ موسیٰ پریشان ہو گیا۔ اسے ماروی سے ہمیشہ انجان سا لگا ڈر رہا تھا اسے پریشان دیکھ کر وہ بے چین ہو رہا تھا۔

ماروی بہت دیر سے دل میں جو کچھ سوچ رہی تھی اب اس پر عمل کرنے کا سوچنے لگی۔۔۔۔ پہاڑوں کی مضبوط بیٹی اپنی ہر بے عزتی کا بدلہ چاہتی تھی۔ مگر کوئی طریقہ ہی نہیں سوجھ رہا تھا کہ وہ بھی طاؤس کو کچھ دے کر چھیننے کی تکالیف سے روشناس کروا سکتی اور پھر اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی مانند کوندا وہ میری چاہت تھا اور مجھے مل گیا۔۔۔۔ ماروی چند لمحے توقف کر کے اطمینان سے بولی جیسے کسی فیصلے پر پہنچ گئی ہو۔

کہ۔۔۔۔ کیا۔۔۔۔ کون؟ موسیٰ کے لہجے میں حیرت ابھر آئی۔

ہاں موسیٰ ایک دن میں نے کہا تھا کہ دوست سمجھ کر تمہیں ایک سچ میں بھی بتاؤں گی

۔۔۔ جب اس دل میں سہنے کی طاقت نہیں رہے گی ۔۔۔ تو سنو ۔۔۔ اس دل پر عرصے سے کسی کی حکمرانی تھی، اٹھتے بیٹھتے، ہنستے روتے کوئی حکمران تھا، مگر میں جانتی ہی نہیں تھی کہ وہ کون ہے؟ ایک دن اچانک اس کے چہرے سے نقاب ہٹ گیا اور جانتے ہو وہ کون تھا؟ ۔۔۔ وہ تمہارا طاؤس تھا ۔۔۔ وہ رکی اور مسکرا کر موسیٰ کو دیکھا۔ موسیٰ کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، شاید وہ ماروی سے اس بات کی توقع نہیں کر رہا تھا۔

مگر تخت طاؤس پر سوار تھا اور میری جگہ اس تخت سے بہت دور ایک ہرے بھرے درخت کے نیچے ایک معمولی سے پھول کی تھی اور پھر میں نے جانے بوجھے بغیر امنگیں بھی باندھ لیں ۔۔۔ تم جانتے ہو موسیٰ کہ یہ دعویٰ تو جھوٹا ہے کہ میں نے اسے جان سے بڑھ کر چاہا ہے۔ جان کی انسان کی زندگی میں اہمیت ہی کیا ہے؟ کیا تم جانتے ہو کہ تم کب مرو گے؟ ۔۔۔ کیا مجھے پتہ ہے کہ میں کب مر جاؤں گی؟ سو اس بے وفا جان سے بڑھ کر تو سبھی ایک دوسرے کو چاہتے ہوں گے، مگر میں نے تو اسے اپنی خوشیوں سے بھی بڑھ کر چاہا تھا۔ اپنی ہر خوشی سے زیادہ حالانکہ مجھے بہت کم دائمی خوشیاں ملی ہیں مگر اگر میرے ہونٹوں پر کبھی مسکراہٹ بھی آئی ہے تو وہ میں نے اس کے نام لکھ دی ہے۔ وہ بولتے بولتے رک گئی۔

چاروں طرف بہت روشن موسم چمک رہا تھا ہر پھول کی خوشبو اپنی جگہ مہک رہی تھی۔ ہوا اپنے مخصوص راستوں پر چل رہی تھی دن تیزی سے نکل رہا تھا روشنی اتنی تھی کہ زمین پر پڑے ریت کے ذرے بھی چمک اٹھے تھے۔ واقعی روشنی آج کچھ اس ڈھنگ سے پھیلی تھی کہ ہر ذرے کی قسمت ہیرے کی چمک کے برابر چمک رہی تھی۔

جاؤ موسیٰ اسے بتا دو کہ میں اس کے ساتھ شادی کے لئے تیار ہوں۔ وہ عجیب سے لہجے میں بولی تھی۔

ماروی ۔۔۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ موسیٰ ایسے لہجے میں بولا جیسے اسے شاک لگا ہو۔

ٹھیک تو کہہ رہی ہوں ۔۔۔ بھلا اتنا بڑا محل اتنی جائیداد مجھے ملے تو میں ٹھوکر کیوں ماروں ۔۔۔ طاؤس کا کیا ہے ۔۔۔ مجھے طاؤس سے بھلا کیا لینا دینا ہے ۔۔۔ میں تو بہت خوش قسمت لڑکی ہوں کہ ایک شہزادیوں کی جیسی زندگی میرا انتظار کر رہی ہے

۔۔۔جاؤ موسیٰ کہہ دو اسے۔۔۔ بتادو وہ اسی انداز میں بولتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی آئی۔

بہت دیر تک وہ اپنے کمرے میں بند رہی، زندگی کیسے کیسے فیصلے کروا رہی تھی۔ رگوں کا خون تک کھینچ گیا تھا۔ اعصاب میں اس قدر تناؤ تھا کہ سانس لینا محال ہو گیا تھا۔ وہ دیوانوں کی طرح سوچ رہی تھی۔ چھوٹی سی عمر میں اس نے زندگی کے کیسے کیسے روپ دیکھ لئے تھے۔

کتنی بار اس کا دامن خالی ہوا تھا۔ انوکھی بات تو یہ تھی کہ اس نے کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگا تھا۔ حتیٰ کہ محبت بھی بھیک میں نہیں مانگی تھی، مگر جب اسے ملی تو سونے کے نقش والے بڑے سے تھال میں رکھی ایک ممنوعہ شئے تھی۔ جسے اسے تمام عمر اپنے ہاتھوں سے اپنے سر پر اٹھا کر رکھنا تھا۔ مگر اس محبت کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں تھی۔ چھونے، حتیٰ کہ محسوس کرنے کی بھی اجازت نہیں تھی کس قدر ہلکی بات تھی کہ طاؤس اسے اس کے وقت اور اس کی ذات کی قیمت دینا چاہتا تھا۔ ماروی جو قدرت کی انمول دولت میں کھیلی تھی اور فطرت کے بیش بہا خزانوں میں پل کر جوان ہوئی تھی۔ اسے کاغذ کے ٹکڑوں کے عوض خریدنا چاہتا تھا اور ایک طرف اسفند تھا جو اس سے کبھی کچھ طلب نہیں کرتا تھا۔ وہ کس قدر انمول چاہت کا مالک تھا کہ ماروی کے رؤئیں رؤئیں میں آج ایک نام مہک رہا تھا۔ اسفندیار۔۔۔ دل نے جو فیصلہ کیا تھا وہ بڑی مثبت سوچ تھی۔ سب کچھ مل بھی جائے پھر بھی بے قدری کی زندگی سے خالی ہاتھ گزری زندگی بہتر تھی وہ ایک عہد کے ساتھ اٹھی اور اری نہ نب کے ہاتھ کی بنی وہ حسین نیلی فراک زیب تن کی جس کے حسن کے ڈنکے آج بھی دور دور تک بجتے تھے۔ اسفند کی انگوٹھی جو وہ اتار چکی تھی پھر پہن لی اور دونوں ہاتھوں میں اسفند کی بھیجی ہوئی چوڑیاں پہن کر جب وہ آئینے کے سامنے آئی تو آج بھی وہ زینب کی پنج پھلاں رانی دکھائی دے رہی تھی۔ کشمیر کی شہزادی وہ آج بھی تھی۔

آئینے میں اپنا سراپا دیکھتی وہ سوچ رہی تھی۔ تم جان نہ سکے طاؤس۔۔۔ تم پہچان نہ سکے، جس بنجارن نے محض محبت کی خاطر تمہارا در کھٹکھٹایا تھا تمہارے در پہ اپنا کشکول رکھا تھا وہ تو ازل سے صرف محبت کی بھوکی تھی چاہے جانے کی شیدائی تھی اور تم اتنے

پگلے ہو، اتنے بے وقوف کہ دعویٰ تو آسمانی ہونے کا کرتے ہو، مگر آسمانوں کو پرکھنا ہی نہیں جانتے۔

وہ اپنا سامان لے کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی طاؤس کے ڈرائنگ روم کی طرف آ گئی اس کے ہاتھوں میں نیلی چوڑیاں تھیں، یقین کامل تھا کہ اسفند جیسے ہی اسے دیکھے گا رابطہ ضرور کرے گا وہ طاؤس کے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئی، وہ اسی جگہ بیٹھا تھا جہاں بہت دیر پہلے ماروی نے اسے چھوڑا تھا البتہ اس کی حالت صبح سے قدرے بہتر تھی۔ موسیٰ بھی وہیں موجود تھا اسے دیکھتے ہی وہ دونوں کھڑے ہو گئے۔

ماروی نے اپنا بیگ زمین پر رکھا اور آہستہ آہستہ سے چلتی ہوئی طاؤس کے قریب آ گئی۔ طاؤس کے چہرے پر فتح کی ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

تم نے بہت دانشمندانہ فیصلہ کیا ہے میں جانتا تھا کہ تم بہت عقلمند ہو۔۔۔۔ بیٹھو۔ وہ آج میٹھے لہجے میں ماروی سے بات کر رہا تھا مگر اس لہجے میں فتح کا غرور بھی تھا۔

بیٹھنے نہیں آئی ہوں۔۔۔ تم سے تمہاری فتح چھیننے آئی ہوں۔۔۔ بہت خوش ہو لیے تم۔۔۔ بس اب میں یہ ڈرامہ ختم کر رہی ہوں۔۔۔ ماروی عجیب سے انداز سے بولی۔

کیا مطلب؟۔۔۔ کیسا ڈرامہ؟۔۔۔ طاؤس ماتھے پر بل لا کر بولا۔

مطلب یہ کہ جو کچھ میں نے موسیٰ سے کہلوایا تھا۔۔۔ وہ سب جھوٹ تھا میں تمہاری اس دولت اور جائیداد پر لعنت بھیجتی ہوں۔۔۔ ماروی اپنے مخصوص انداز میں بولی۔ یہ انداز اس کی وادی کا سکھایا ہوا تھا۔

ماروی۔۔۔ طاؤس آگ بگولا ہو کر بولا۔

اونچی آواز میں بات کرنی مجھے بھی آتی ہے۔۔۔ آج سے میں اس گھر کی نوکر نہیں ہوں۔۔۔ میں یہ نوکری کل ہی چھوڑ چکی تھی۔۔۔ تمہارے لئے بہتر ہے کہ اطمینان سے میری بات سنو۔۔۔ آج تم نہیں بولو گے، صرف میں بولوں گی۔

تم طاؤس ماروی کے بے تکلف لہجے پر حیران ہو کر بولا۔

ہاں تم۔۔۔ اب تو تم اگر مجھے بے عزت کرنے کے لئے ڈھنڈورا بھی پیٹو گے تو میں نہیں ڈروں گی۔۔۔ جان لو کہ آج مجھے دنیا کی کوئی آسیب نہیں ڈرا سکتا۔۔۔ آج

تو فیصلے کا دن ہے۔۔۔۔۔۔صدف نے کہا تھا کہ میں چوہے بلی کا کھیل کھیل رہی ہوں ۔۔۔۔مگر میں جانتی نہیں تھی کہ چوہا کون ہے اور بلی کون؟۔۔۔۔مگر آج میں تمہیں جان گئی ہوں طاؤس بل میں تم رہتے ہو۔۔۔۔اور جلن لو کہ میں اس شہر کی نہیں بلکہ جنگل کی وحشی بلی ہوں۔۔۔۔آج تم میرے تیز ناخنوں کی پکڑ سے باہر نہیں رہ سکتے تھے۔ ماروی تیز لہجے میں بول رہی تھی۔

بکیا بکواس کر رہی ہو؟ جانتی ہو کیا کہہ رہی ہو؟ طاؤس بھڑک اٹھا۔

سنو طاؤس میں اس کے پاس جا رہی ہوں جو میرا نام لے کر دن رات محبت کی مالا جپتا ہے میں صرف اس کی ہوں میں جانتی ہوں کہ میں انکار کر دوں تو تمہیں فرق نہیں پڑے گا، مگر آج میں تمہیں ماروی کی حقیقت بتانا چاہتی ہوں۔ یہ جو تمہارے گھر میں عرصے سے رہ رہی ہے یہ اتنی معمولی اتنی گھٹیا اور اتنی گری ہوئی چیز نہیں ہے کہ تم چند سکوں کے عوض اسے خرید لو۔ ماروی کی اونچی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔

تم اگر اپنی دولت کے نشے میں چور ہو کر اور اپنی نخوت کو اپنی زبان کا سہارا بنا کر ماروی کو بے عزت کرنا چاہو گے تو ماروی بھی پہاڑوں کی بیٹی ہے وہ تمہیں ایسی جگہ لے جا کر مارے گی کہ تم پانی بھی نہیں مانگو گے۔ ماروی کا طیش عروج پر تھا۔

ماروی یہ سب تم کیا کہہ رہی ہو؟ موسیٰ نے پہلی بار مداخلت کی تھی۔

وہی جو تم سے کہا تھا مگر جھوٹ کہا تھا۔۔۔۔۔ میں طاؤس کو دل کر چھن جانے کی اذیت سے روشناس کروانا چاہتی تھی۔ میں بھی اسے اذیت دینا چاہتی تھی، موسیٰ اس کے بہت رنگ ہیں کبھی یہ حاتم طائی کی طرح دیالو ہو جاتا ہے اور کبھی فرعون کی طرح ظالم کبھی عنایتوں کی بارش کر دیتا ہے اور کبھی پاؤں کے نیچے سے آدھا گز زمین بھی کھینچ لیتا ہے۔ یہ دنیا کو اپنے اشاروں پر چلانا چاہتا ہے دوسروں کے جذبات احساسات دوسروں کا غم خوشی اس کے نزدیک بالکل اہمیت نہیں رکھتے۔ وہ موسیٰ سے بولتی ہوئی طاؤس کی طرف پلٹی۔

تمہارا خیال تھا کہ تم مجھے خرید لو گے؟ مگر تم نہیں جانتے کہ میں کس قدر قیمتی ہوں ۔۔۔۔اپنی ادی کے لئے میں کتنی قیمتی تھی ادا نور محمد کے لئے۔۔۔۔۔سفیر کے لئے اور اسفند کے لئے۔۔۔۔۔میں کتنی قیمتی ہوں تم کیا جانو؟۔۔۔۔تم اگر اپنی ساری جائیداد اور

دولت لے کر خود بھی ایک طرف کھڑے ہو جاؤ تو میں تنہا تمہیں مات دے سکتی ہوں۔

طاؤس۔۔۔۔ ماروی بغیر کسی کا لحاظ کئے بولتی جا رہی تھی اس نے سوچ لیا تھا کہ آج ہر کھاتہ بند کر کے جائے گی کہ دوبارہ کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہ پیش آئے۔

تو تم بیبے موسیٰ سے جو کہلوایا اس سے انکار کر رہی ہو؟۔۔۔۔ طاؤس سنجیدہ لہجے میں بولا۔

ہاں کر رہی ہوں۔۔۔۔ میں نے تم سے بدلہ لیا ہے۔۔۔۔ تم نے بھی تو بے شمار ستم توڑے ہیں ہمیشہ مجھے تیسرے درجے کی مخلوق سمجھا ہے، آج ایک چھوٹا سا بدلہ برداشت نہیں ہو رہا۔۔۔۔ ہاں میں نے موسیٰ سے جھوٹ بولا تھا۔۔۔۔ اپنی ضرورت کی چیز کسی بازار سے خرید لاؤ ماروی بکاؤ مال نہیں ہے میرے پاس بدلہ لینے کا کوئی راستہ نہیں تھا سوائے اس کے تم جانتے ہو کہ شیر زخمی بھی ہو تو اپنا دفاع ضرور کرتا ہے میں نے بھی یہی کیا ہے۔ وہ چند لمحے کو رک گئی کمرے میں گہرا سناٹا تھا۔ طاؤس کے چہرے پر عجیب سے آثار تھے اس کی آنکھیں بہت پرسکون تھیں اتنا سکون اس نے آج تک نہیں دیکھا تھا شائد اسے خود پر اب بھی مکمل اعتبار تھا وہ ماروی کو کس قدر بے حقیقت سمجھتا تھا شاید یہ اس کا اظہار تھا۔

چلتی ہوں۔۔۔۔ ہر باب بند کر کے جا رہی ہوں، ہر کھاتہ بند ہو گیا ہے۔ نہ تمہارا میری طرف کچھ نکلتا ہے اور نہ میرا تمہاری طرف۔۔۔۔ تم نے اگر مجھے بے عزت کیا تھا تو میں نے بھی بدلہ لے لیا، اب تمہیں تمہاری سلطنت مبارک ہو۔۔۔۔ مگر ذوباریہ کے بھائی کی حیثیت سے ایک پر خلوص مشورہ ضرور دوں گی وہ آنکھوں میں نرمی لا کر بولی۔

دعا کو منا لینا۔۔۔۔ اسی کو چاہتے ہو۔۔۔۔ اسی کے لئے پاگل ہوئے بیٹھے ہو۔۔۔۔ وہ اگر دولت مانگے تو سر کا صدقہ سمجھ کر دے دینا۔۔۔۔ اور وہ اگر نہ مانے تو کسی ایسی لڑکی کو اپنانا جو تمہاری دولت کو کم اور تمہیں زیادہ چاہتی ہو، کسی کو خرید کر اگر خوشیاں سجاؤ گے تو یہ مادی خوشیاں بہت جلد تم سے روٹھ جائیں گی۔۔۔۔ مت کرنا ایسا۔۔۔۔ اچھا خدا حافظ۔ سب کچھ کہہ کر ماروی کا دل ہلکا ہو گیا تھا وہ اطمینان سے چلتی ہوئی کمرے سے نکل آئی۔

وہ ابھی گیٹ پر بھی نہیں پہنچی تھی کہ موسیٰ کی آواز نے اسے روک لیا۔ ماروی۔

ماروی کے قدم رک گئے موسیٰ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

تمہیں روکنے تو نہیں آیا۔۔۔۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ طاؤس نے کچھ اچھا نہیں کیا مگر میں صبح ہی تمہیں بتانا چاہ رہا تھا۔۔۔۔ تم نہیں جانتیں کل کیا ہوا ہے وہ خود بہت پریشان لگ رہا تھا۔

کیا ہوا کیا نہیں۔۔۔۔ مجھے کوئی مطلب نہیں۔۔۔۔ میں تمام باتیں ختم کر کے جا رہی ہوں۔ اب میرا کسی سے کوئی ناطہ نہیں۔ ماروی مضبوط لہجے میں بول رہی تھی۔ مگر اسے ابھی خود سے یہ سوال کرنا تھا کہ کیا وہ طاؤس سے ہر ناطہ توڑ چکی ہے ایک دوست کی حیثیت سے تم نے بتایا تھا کہ تم طاؤس کو پسند کرتی ہو۔۔۔۔ موسیٰ دھیرے سے بولا۔

زمانوں کی باتیں ہیں۔۔۔۔ چھوڑ بھی۔۔۔۔ حال پر غور کرو۔۔۔۔ بڑا بکھرا ہوا اور بڑا ریزہ ریزہ حال ہے، سمیٹ تو لوں۔۔۔۔ دوسروں کے غم بعد میں سن لوں گی۔۔۔۔ ماروی نے خشک لہجے میں کہا۔

میں تمہیں یہ بتائے بغیر جانے نہیں دوں گا کہ دعا نے اچانک۔۔۔۔ نہ جانے کیوں؟ کوئی بھی تو، وجہ نہیں جانتا۔۔۔۔ طاؤس سے شادی سے انکار کر دیا۔۔۔۔ ان کی شادی میں چند دن تو رہ گئے تھے۔۔۔۔ ماروی یقین مانو کل تک وہ طاؤس کو بے انتہا چاہتی تھی۔۔۔۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس نے طاؤس کی دولت سے محبت نہیں کی تھی، مگر آج وہ بھی بیلا کی طرح۔۔۔۔ پتہ نہیں کیوں۔۔۔۔ آج میں ضرور کہوں گا کہ شاید طاؤس کی قسمت خراب ہے۔۔۔۔ وہ جب اسپتال آئی تب بھی سب ٹھیک تھا۔۔۔۔ مگر نہ جانے کیا ہوا۔۔۔۔ مجھے تو یہ بھی بیلا اس کی بہن اور ان کے کزن کی شرارت لگتی ہے۔۔۔۔ موسیٰ بولتے بولتے رک گیا۔

بیلا کے نام پر ماروی نے موسیٰ کو غور سے دیکھا۔

پھر۔۔۔۔ ماروی نے سادگی سے کہا۔

وہ بہت پہلے سے ہی چوٹ کھایا ہوا ہے۔ کل یقیناً وہ پاگل ہو گیا تھا۔ جو آج الٹا سیدھا بول گیا۔۔۔۔ مجھے پتہ ہے کہ اسے زندگی سے کچھ بھی تو نہیں ملا۔۔۔۔ اور اس

حادثے نے بھی اسے بہت ہرٹ کیا ہے ماروی دھیرے سے مسکرائی۔۔۔۔پھر۔
میں تو خود نہیں جانتا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔۔۔۔ماروی دیکھو اسے معاف کر دو
۔۔۔۔وہ تمہیں خریدنا نہیں چاہتا۔۔۔۔اسے شاید خود بھی معلوم نہ ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے
۔۔۔۔مجھے یقین ہے ماروی کہ۔۔۔۔تم جیسی اچھی لڑکی سے شادی کر کے وہ اپنے تمام غم بھول جائے گا۔۔۔۔بدلے کی جس آگ میں وہ جل رہا ہے۔۔۔۔وہ صرف تم ٹھنڈی کر سکتی ہو۔۔۔۔وہ لاچاری سے بول رہا تھا۔
بس موسیٰ۔۔۔۔بس۔۔۔۔اس سے آگے کچھ مت کہنا۔۔۔۔جس کے پاس میں جا رہی ہوں۔۔۔۔جس کے نام کی چوڑیاں پہن لی ہیں اس کا دل نہیں توڑ سکتی۔۔۔۔ویسے بھی اب طاؤس سات درگاہوں سے بھی مجھے مانگے تو میں اسے نہیں ملوں گی۔۔۔۔اب تو نفرت وجود میں آ چکی ہے۔۔۔۔جل گئی ساری محبت۔۔۔۔اسے غصے کی آگ میں جلنا تھا تو جلتا۔۔۔۔نفرت سہہ رہا تھا تو سہتا۔۔۔۔مگر اپنے مقام سے تو نہ گرتا۔۔۔۔تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔
ماروی پھر سوچ لو۔۔۔۔کروڑ بار سوچ کر میرا جواب یہی ہو گا۔۔۔۔ماروی آنکھیں بند کرتی ہوئی بولی۔
موسیٰ نے بے بسی سے دیوار میں مکا دے مارا۔۔۔۔اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ کس قدر پریشان ہے۔کیوں تکلیف اٹھاتے ہو؟ ماروی نے مسکرا کر کہا اور موسیٰ کو حیرت زدہ چھوڑ کر خاموشی سے باہر نکل آئی وہ سب کچھ چھوڑ آئی، ہر یاد اسی دروازے پر دفن کر دی، ایک بار بھی مڑ کر اس حسین عمارت کو نہ دیکھا جسے پہلی بار دیکھ کر ماروی سانس لینا بھول گئی تھی۔ جہاں طاؤس جیسا گلفام رہتا تھا مگر اس کا دل بہت کالا تھا۔ وہ ہر یاد مٹا کر صرف اسفند کی خاطر خاموشی سے ہاسٹل میں واپس آ گئی۔
اس کا کمرہ جوں کا توں پڑا تھا۔
نہ ہی شمائل واپس آئی تھی نہ انیتا۔۔۔۔مگر ماروی واپس آ گئی تھی۔آج کی تنہائی اس دن کی تنہائی سے کس قدر مختلف تھی جب وہ اس کمرے میں پہلی بار آئی تھی۔ جب وہ ملک صاحب کی وساطت سے اس ہاسٹل میں آئی تھی۔تب کوئی بھی اپنا نہیں تھا، تو تنہائی

چچتی تھی، اب تو بہت سے اپنے بھی تھے، شمائل تھی، انیتا تھی، اسفند تھا اور شاید طاؤس تھا مگر آج بھی وہ تنہا ہی تھی۔ اب تو بہادر خان کا خیال بھی ڈرا نہیں رہا تھا۔۔۔۔ بہادر اگر اسفند سے بھی پہلے آکر ماروی کو لے جائے تو بھی ماروی چوں نہ کرے گی۔

وہ سوچ رہی تھی کہ کسی نے آکر ماروی کے لئے فون کی اطلاع دی۔

ماروی کو حیرت ہوئی کہ اسے یہاں کون فون کر سکتا ہے۔ کیا موسیٰ کا فون تھا۔۔۔ یا پھر۔۔۔ اس کے ذہن میں شمائل آئی تو تیزی سے چلتی فون تک آ گئی۔

ہیلو۔۔۔ ماروی کو آہستہ سے بولی۔

ہیلو ماروی وہ انیتا تھی۔

ماروی نے سکون کا سانس لیا ساتھ ہی اسے انیتا کے فون سے حیرت بھی ہوئی۔

ہاں انیتا تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں ہاسٹل آ گئی ہوں؟

ابھی میں نے ٹی زیڈ ہاؤس فون کیا تھا، وہاں سے پتہ چلا کہ تم نوکری چھوڑ کر چلی گئی ہو۔۔۔ سوچا شاید ہاسٹل گئی ہوگی۔۔۔ دیکھ لو تم مل گئیں نا۔۔۔ مگر نوکری کیوں چھوڑ آئیں؟۔۔۔ انیتا اطمینان سے پوچھ رہی تھی۔

بہت لمبی بات ہے انیتا۔۔۔ ماروی آرام سے بیٹھتی ہوئی بولی۔ پاس کوئی بھی موجود نہ تھا۔

تو بتاؤ بھئی۔۔۔

وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا۔۔۔ ماروی انیتا سے کچھ چھپا کیسے سکتی تھی۔

کون!۔۔۔ کون شادی کرنا چاہتا تھا؟۔۔۔

وہی۔۔۔ کالے دل والا۔۔۔ ماروی نے نفرت سے کہا۔

کون کالے دل والا؟۔۔۔ انیتا نے تیزی سے پوچھا۔

وہی۔۔۔ طاؤس۔۔۔

کیا!۔۔۔ انیتا اتنی زور سے چیخی کہ ماروی کو کان سے ریسیور ہٹانا پڑا۔

آہستہ بولو۔۔۔ ماروی پھر بولی۔

تم مذاق کر رہی ہو۔۔۔ انیتا نے خوش گوار لہجے میں پوچھا تھا۔

میں بے حد سنجیدہ ہوں۔۔۔۔

دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی کہ ماروی پھر بولی۔۔۔۔انیتا۔۔۔۔

ہاں۔۔۔۔انیتا بے خیالی سے بولی تھی۔

کیا ہوا؟۔۔۔۔ماروی نے پوچھا۔

تو کیا تم۔۔۔۔اب طاؤس سے شادی کر رہی ہو؟۔۔۔۔کتنی لکی ہو تم۔۔۔۔کیا بارات ہاسٹل آئے گی؟۔۔۔۔ارے نہیں۔۔۔۔ایسا کرو تم میری طرف آ جاؤ۔۔۔۔ انیتا مزے سے پلاننگ کرنے لگی۔

کیا بکواس ہے ماروی نے تنک کر کہا۔

اس میں بکواس والی کونسی بات ہے۔۔۔۔

میں وہ نوکری چھوڑ آئی ہوں۔۔۔۔ماروی بے دلی سے بولی۔

ہاں بھئی جب ایک نیا مقام مل رہا ہے تو نوکری تو چھوڑنی تھی۔۔۔۔ویسے ماروی تم ہو ہی محلوں کے لائق۔۔۔۔کیا بڑی چیز ہے طاؤس۔۔۔۔واہ۔۔۔۔انیتا پھر مزے لے کر بول رہی تھی۔

انیتا اب تم ایک لفظ بھی بولیں تو میں فون رکھ دوں گی۔۔۔۔ماروی تیزی سے بول اٹھی۔

کیوں۔۔۔۔کیا کچھ غلط کہہ دیا ہے میں نے؟۔۔۔۔اچھا میرے گھر نہیں آنا ہے تو مت آؤ۔۔۔۔

میں نے اسے انکار کر دیا ہے۔۔۔۔میں نے اسفند سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔۔۔۔ماروی نے سادہ لہجے میں اپنا فیصلہ سنا دیا۔

کیا طاؤس کو انکار کر دیا ہے۔۔۔۔آر یو ان یور سینسز؟۔۔۔۔انیتا بے یقینی سے بولی۔

ہاں۔۔۔۔ماروی اٹل لہجے میں کہا۔

تم پاگل ہو گئی ہو۔۔۔۔انیتا کے لئے اس بات پر یقین کرنا بہت مشکل تھا۔

پاگل ہی تو تھی جو دیوانی بنی بیٹھی تھی۔

وہ تمہاری محبت تھا۔۔۔۔وہ مل گیا۔۔۔۔اور پھر تم نے انکار کر دیا۔۔۔۔مجھے تو

بات ہضم ہی نہیں ہو سکتی۔۔۔۔

جو مرضی سمجھو۔۔۔۔ مگر میرا فیصلہ اٹل ہے۔

مگر کوئی وجہ بھی ہو؟۔

وہ بہت اونچا ہے۔۔۔۔ بہت حسین ہے۔۔۔۔ مگر اس کا دل میرے سفیر جیسا بھی نہیں۔۔۔۔ وہ بھی میری لاکھ بلائیں لیتا تھا۔۔۔۔ میری خوشیوں میں خوش رہتا تھا۔۔۔۔ ماروی خیالات کی رو میں یہ بھی بھول گئی کہ انیتا اس کے ماضی کے کسی سفیر کو نہیں جانتی۔۔۔۔

سفیر!۔۔۔۔ یہ کون حضرت ہیں بھئی؟ انیتا نے حیرت سے سوال کیا۔

ہاں۔۔۔۔ ماروی کو اچانک یاد آیا، تو اس نے دانتوں میں ہونٹ دبا لئے پھر جلدی سے بولی وہ۔۔۔۔ میری بہن کے وہاں ایک نوکر ہوا کرتا تھا۔۔۔۔

تم طاؤس کو نوکر سے ملا رہی ہو۔۔۔۔ انیتا ناک سکیڑ کر بولی۔

ملا ہی تو نہیں سکتی۔۔۔۔ وہ تو بہت اچھا تھا۔۔۔۔ ماروی سفیر کو یاد کر کے بولی۔

یا وحشت۔۔۔۔ لڑکی تمہیں کیا ہو گیا ہے۔۔۔۔ انیتا بے چینی سے بولی۔

بس۔۔۔۔ تم ایک بات بتاؤ۔۔۔۔ کیا دولت کے سہارے کسی جہنم میں زندگی گزاری جا سکتی ہے؟

دولت جہنم نہیں جنت فراہم کرتی ہے۔۔۔۔ اور دولت کے بغیر آج کل زندگی تو کیا کچھ بھی گزارا نہیں کیا جا سکتا۔۔۔۔ انیتا ماتھے پر بل لا کر بولی۔

ایسا تم سوچتی ہو نا۔۔۔۔ ماروی کے لہجے میں طنز تھا۔

صحیح سوچتی ہوں۔۔۔۔ انیتا پھر اسی انداز میں بولی۔

سچ جانو انیتا۔۔۔۔ وہ بہت گھٹیا انسان ہے۔۔۔۔ بہت برا ہے۔۔۔۔ میں نے انسان کو پرکھنے میں زندگی میں پہلی بار غلطی کی ہے۔۔۔۔ وہ مجھے رقم دے کر خریدنا چاہتا تھا۔۔۔۔ ماروی نے اصل بات کہہ دی۔

خریدنا چاہتا تھا۔۔۔۔ انیتا کے لہجے میں حیرت در آئی۔

ہاں۔۔۔۔ اس کے نزدیک میں اہم نہیں اس کا انتقام اہم ہے۔۔۔۔ ماروی

کے لہجے میں افسوس جھلک رہا تھا۔
یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟۔۔۔۔وہ شاید اب اس کی بات سمجھی تھی۔
سچ۔۔۔سچ کہہ رہی ہوں۔۔۔۔
انیتا چند لمحے خاموش ہو گئی۔۔۔۔
اب بولو۔۔۔کیا میں بک جاتی۔۔۔۔
تمہارے خیال میں کیا ماروی بکاؤ مال ہے؟۔۔۔۔ماروی نم لہجے میں بولی۔
نہیں نہیں۔۔۔۔کہیں تم نے اسے سمجھنے میں غلطی تو نہیں کی۔۔۔۔انیتا دھیرے سے بولی۔
مگر وہ اسفند والی بات کیا ہوئی؟۔۔۔۔انیتا نے پھر سوال کیا۔
میں نے اس کی بھیجی ہوئی چوڑیاں پہن لی ہیں۔۔۔۔ماروی اپنے ہاتھ کی چوڑیوں کو دیکھتی ہوئی بولی۔بس فیصلہ اس کے حق میں دے دیا ہے۔
مگر وہ تو ایک معمولی سا انسان ہے۔۔۔۔تمہارے لائق نہیں ہے۔۔۔۔انیتا تیزی سے بولی۔
دل کا فیصلہ ہے۔۔۔۔دل نے اسے قبول کر لیا ہے۔انیتا اسے میری قدر ہے۔۔۔۔وہ میری اہمیت جانتا ہے، انسان کو دولت کے ترازو میں نہیں تولتا اور مجھ سے بے تحاشہ محبت کرتا ہے۔تم نہیں جانتی اس کے بارے میں، سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس کی محبت میں کمی نہیں آئی۔۔۔۔یہی تو محبت کی معراج ہے اور میں نے اسے پرکھ لیا ہے۔۔۔کھرا سونا ہے۔۔۔۔اس کا رنگ کالا ہو تو ہو۔۔۔۔وہ غریب ہو تو ہو۔۔۔۔معمولی سا انسان ہو تو ہو۔۔۔۔ماروی کون سی محلوں کی شہزادی ہے۔۔۔۔میں بھی تو دو ٹکے کی لڑکی ہوں۔۔۔۔بھلا کیا ہوں میں۔۔۔۔نہ کوئی آگے نہ پیچھے۔۔۔۔اسفند کا احسان ہے وہ میرے سر پر چھت میسر کرے گا عزت کی چھاؤں جو بہت عرصہ ہوا چھٹ گئی، واپس مل جائے گی وہ اپنی محبت دے گا اور وفا کرے گا۔۔۔۔بھلا مجھے اس سے زیادہ اور کیا چاہئے؟ ماروی بولتے بولتے رکی۔
مگر تم تو طاؤس کے لئے پاگل تھیں۔۔۔۔میں نے کتنا سمجھایا تھا اور تم نے ایک

نہیں مانی تھی۔۔۔۔انیتا آہستہ سے بولی۔صحیح کہتی ہو پاگل ہی تھی۔۔۔۔اب ٹھیک ہوگئی ہوں۔۔۔۔اور وہ سب کچھ بھول جانا چاہتی ہوں۔۔۔۔تاکہ نئی زندگی میں کوئی کالی پرچھائی مجھے تنگ نہ کرے۔۔۔۔

مگر عورت کے لئے پہلی محبت بھلانا اتنا آسان نہیں ہوتا۔۔۔۔انیتا کے لہجے میں فلسفیانہ سوچ در آئی۔

بشرطیکہ کہ وہ محبت ہی ہو پاگل پن نہ ہو۔۔۔۔ماروی نے سنجیدگی سے کہا۔

مگر میں اسفند کے حق میں ووٹ نہیں دے سکتی۔۔۔۔تم میری طرف آ جاؤ میں اپنے شوہر سے بات کر کے تمہارا مسئلہ سیٹ کرتی ہوں۔۔۔۔بلکہ کل ہی وہ اپنے ایک اچھے اور مالدار دوست کا تذکرہ کر رہے تھے۔۔۔۔شادی ہی کرنی ہے تو دنیا اسفند پر ختم نہیں ہوتی۔۔۔۔انیتا جلدی سے بولی تھی۔

تم پہلی بار اپنے گھر بلا رہی ہو۔۔۔۔مگر میں اسی شرط پر آؤں گی کہ تم ایسی کوئی بات نہیں کرو گی۔۔۔۔اب اسفند کے علاوہ کسی کا نام نہیں لوگی ماروی پہلو بدل کر بولی۔

مگر ماروی!۔۔۔۔وہ بے چینی سے بولی تھی۔

انیتا پلیز۔۔۔۔کیا تم میری خوشی میں خوش نہیں ہو۔۔۔۔

مگر وہ کہاں اور تم کہاں!۔۔۔۔اس میں اور۔تم میں بہت فرق ہے۔۔۔۔

اگر میں آسمان کا چاند بھی ہوں تو وہ پوری رات ہے۔جو مجھے آغوش میں رکھنے کو تیار ہے یہی بہت ہے کہ وہ میرا ساتھ نبھائے گا۔

اس کا وجود میرے وجود کی موجودگی ثبت کرے گا۔۔۔۔اب کی بار ماروی کا لہجہ۔۔۔خوشگوار ہو گیا۔

اچھا بس کرو۔۔۔۔باقی باتیں گھر پر ہوں گی۔۔۔۔میں نے ڈرائیور کو نکلنے کو کہہ دیا ہے وہ پہنچ ہی رہا ہوگا تم بس آ جاؤ انیتا نے تیزی سے کہا۔

انیتا اگر اسفند کا فون آ گیا؟۔۔۔۔کیا میں کل نہ آ جاؤں۔۔۔۔

فون بھی سنتی رہنا۔۔۔۔آج پہلی بار تو اپنی ساس سے اجازت ملی ہے۔۔۔۔میں کب سے تمہیں بلانے کا سوچ رہی تھی اور آج تم نئی کہانی لئے بیٹھی ہو۔۔۔۔

ساس سے اجازت!۔۔۔۔ ماروی نے حیرت سے پوچھا۔

جانتی تو ہو تم۔۔۔۔ کتنی سخت ہیں وہ۔۔۔۔ مجھے پہلی بار اجازت ملی ہے کہ میری کوئی دوست میرے گھر آ سکتی ہے۔۔۔۔ ہر کام کے لئے اجازت چاہئے نا۔۔۔۔ تم آ ؤ تو سب پتہ چل جائے گا۔۔۔۔

اچھا۔۔۔۔ ماروی مسکرا کر بولی۔

بس ڈرائیور پہنچ رہا ہوگا۔۔۔۔ میں فون رکھ رہی ہوں۔۔۔۔ خدا حافظ۔۔۔۔

خدا حافظ ماروی نے فون رکھ دیا اور کئی لمحے سوچتی رہی کہ اسے جانا چاہیے یا نہیں پھر اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ چلی جائے جب انیتا اتنے مان سے بلا رہی تھی تو اسے انکار نہیں کرنا چاہئے تھا۔ وہ ابھی تک اسی لباس میں موجود تھی جس میں وہ ٹی زیڈ ہاؤس چھوڑ کر آئی تھی۔ ابھی وہ سیڑھیاں ہی چڑھ رہی تھی کہ پیچھے سے ہارن کی آواز سنائی دی۔

اس نے جھانک کر دیکھا تو سفید گاڑی کے ساتھ باوردی ڈرائیور کھڑا تھا۔ ماروی کے پوچھنے پر ڈرائیور نے بتایا کہ انیتا نے ہی بھیجا ہے ماروی اوپر جانے کا ارادہ ترک کر کے گاڑی میں بیٹھ گئی۔

انیتا کے اتنے بڑے گھر کو دیکھ کر ماروی کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وسیع وعریض رقبے پر پھیلا ہوا جدید طرز سے بنا گھر دیکھ کر ماروی کو اس لیے زیادہ حیرت ہوئی تھی کہ اسے کبھی اندازہ نہیں ہوا تھا کہ انیتا کا تعلق اس قدر کھاتے پیتے گھرانے سے ہوگا۔ اس گھر کی شان وشوکت وسیع وعریض باغات اور بہترین آرائش دیکھ کر ماروی دل ہی دل میں مسکرائی، اسے فخر محسوس ہوا کہ انیتا جیسی عاجزانہ طبیعت کی لڑکی اس کی بہترین دوست تھی۔ ورنہ تو عمارت والوں سے جو دھوکہ کھا کر وہ آئی تھی اس کے بعد شاید وہ ایسی دوستی کبھی نہ نبھاتی۔

وہ جب گاڑی سے اتری تو انیتا اس کے قریب چلی آئی۔

وہ ماروی سے بہت تپاک سے ملی تھی، اس نے بہت محبت سے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور چند باتیں کر کے تھوڑی دیر میں آنے کا کہہ کر کمرے سے نکل گئی۔

کالے اور سرخ جدید تراش خراش کے سوٹ میں حسین بال سلیقے سے سنوارے وہ

بہت نکھری نکھری اور فریش لگ رہی تھی ۔ ماروی نے ڈرائنگ روم کے چاروں طرف جب اپنی نظر دوڑائی تو ہر چیز نہایت نفاست سے بجی تھی ہر چیز سے امارات کی جھلک نمایاں تھی ۔ ۔ ۔ کئی لمحے گزر گئے، ماروی انیتا کی واپسی کے انتظار میں بیٹھی تھی ۔

چند لمحوں بعد جو شخص کمرے میں داخل ہوا اسے دیکھ کر ماروی نہ صرف اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی تھی بلکہ اس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا تھا۔

اس کی نظروں کے سامنے طاؤس موجود تھا۔ ہمیشہ کی طرح شاندار شخصیت کے ساتھ سفید کرتا شلوار میں وہ آج بھی وہی طاؤس تھا، جس کی تصویر نے ماروی کی دنیا پلٹ کر رکھ دی تھی۔ آج طاؤس مسکرا کر ماروی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ماروی کے قریب آ گیا۔ تم ۔ ۔ ۔ یہاں ۔ ۔ ۔ انیتا کہاں ہے؟ ماروی نے تیزی سے سوال کیا۔

بیٹھ جاؤ ماروی ۔ ۔ ۔ اطمینان سے بیٹھ جاؤ ۔ ۔ ۔ آج تو کہنے سننے کا دن ہے ۔ ۔ ۔ وہ مسکرا کر بولا۔

تم یہ بتاؤ کہ انیتا کہاں ہے؟ ۔ ۔ ۔ اب تم انیتا کے ذریعے مجھ پر دباؤ ڈلواؤ گے ۔ ۔ ۔ ماروی پھر تیزی سے بولی۔

نہیں ۔ ۔ ۔ فیصلہ کل بھی تمہارے ہاتھ میں تھا اور آج بھی تمہارے ہاتھ میں ہے ۔ ۔ ۔ ماروی تم بہت اچھی ہو، تم نے جو انتخاب کیا اس نے مجھے زندگی بخش دی ۔ ۔ ۔ وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

طاؤس خان یہ تم کون سا نیا کھیل کھیل رہے ہو؟ ۔ ۔ ۔ ماروی غصے سے کھولتی ہوئی بول رہی تھی، مگر نہ جانے کیوں طاؤس کے چہرے کا اطمینان ماروی کو بھی اطمینان دے رہا تھا ۔ ۔ ۔ وہ اسے پریشان چھوڑ کر آئی تھی۔ دل میں خلش سی موجود تھی۔ لاکھ نفرت وجود میں آ چکی تھی، مگر ایک وقت ایسا بھی تو آیا تھا جب دل نے طاؤس کے ہر غم میں برابر کی شرکت کا دعویٰ کیا تھا۔

یہ کوئی کھیل نہیں ہے ماروی ۔ ۔ ۔ طاؤس کے چہرے پر سنجیدگی در آئی۔

انیتا کہاں ہے؟ ۔ ۔ ۔ ماروی ہر بات سمیٹتی ہوئی سختی سے بولی۔

میں نے ہی اسے روک دیا ہے وہ تو آ رہی تھی ۔۔۔۔ اس کا خیال تھا کہ تمہارے غصے کی آگ سے وہ مجھے بچائے گی ، مگر میں تو خود اس حسین آگ میں جلنا چاہتا ہوں ۔۔۔۔ طاؤس نہ جانے کیا بول رہا تھا ، نہ جانے اس کا لہجہ اتنا میٹھا کیوں تھا؟ ماروی کے ذہن میں بے شمار سوالات اٹھ رہے تھے۔

بیٹھ جاؤ نا ۔۔۔۔ کیا بیٹھ کر بات نہیں ہو سکتی ۔۔۔۔ طاؤس نے اتنے سحر انگیز لہجے میں کہا تھا کہ ماروی سحر زدہ سی ہو کر بیٹھ گئی ۔ وہ دشمن جاں نہ جانے کون سے تیر ترکش میں بھر کر لایا تھا کہ ماروی کی کھوئی ہوئی دیوانگی واپس آ رہی تھی ۔۔۔۔ ماروی بے بس و مجبور اسے دیکھتی جا رہی تھی۔

آج میں تمہیں سارے سچ بتاؤں گا ۔۔۔۔ مگر پہلے یہ بتا دوں کہ میں یہاں کیسے آیا ہوں ۔۔۔۔ میں تو ہمیشہ سے یہاں آتا رہا ہوں ۔۔۔۔ جس طرح موسیٰ ٹی زیڈ ہاؤس میں آتا رہتا ہے ۔۔۔۔ وہ اطمینان سے ماروی کے نزدیک بیٹھتا ہوا بولا۔

موسیٰ! ۔۔۔۔ ماروی نے آہستہ سے دہرایا ۔۔۔۔ اس کی روشن پیشانی پر بل آ گئے تھے۔

ہاں ۔۔۔۔ یہ موسیٰ کا گھر ہے ۔۔۔۔ اس نے اطلاع فراہم کی ۔ شاندار مسکراہٹ میں وہ شاندار بھی لگ رہا تھا۔

موسیٰ کا گھر ۔۔۔۔ تو انیتا نے مجھے یہاں کیوں بلایا؟ ۔۔۔۔ ماروی سوچتے ہوئے بولی۔

انیتا ۔۔۔۔ وہ تو میری اچھی دوست ، بھابھی اور موسیٰ کی بیوی ہے ۔۔۔۔ طاؤس نے مسکرا کر کہا تھا۔

بیوی! ۔۔۔ انیتا موسیٰ کی بیوی ہے! ۔۔۔ ماروی پر حیرت کا بہت بڑا پہاڑ ٹوٹا تھا۔

مگر سب سے بڑا پہاڑ تو وہ مسکرا کر توڑ رہا تھا وہ کیوں مسکرا رہا تھا؟ وہ اتنا خوش کیوں تھا؟ جانتا ہوں کہ تمہیں بہت حیرت ہوئی ہے مگر بہت کچھ بتانے سے پہلے میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ تم نے یہ چوڑیاں پہن لیں ۔۔۔۔ طاؤس اس کی نازک

کلائی میں پڑی نیلی چوڑیوں کی طرف اشارہ کر کے بولا تھا۔

ماروی کو جیسے ڈنک سا لگا۔۔۔۔وہ پھر اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی۔

بیٹھ جاؤ۔۔۔۔وہ پھر رسانیت سے بولا۔

ان چوڑیوں سے تمہارا کیا تعلق ہے؟۔۔۔۔ماروی نے بے چین ہو کر پوچھا۔

بہت گہرا تعلق ہے۔۔۔۔وہ پھر اسی لہجے میں بولا۔

کتنا گہرا؟۔۔۔۔ماروی نے عجیب سے لہجے میں سوال کیا جانے کیوں دل کٹ رہا تھا، جانے کون سا بھرم ٹوٹنے والا تھا۔

اتنا کہ یہ میں نے ہی تمہیں بھیجی تھیں۔۔۔۔وہ سادگی سے کہہ گیا۔

ماروی کو دوسرا ڈنک لگا تھا۔۔۔۔اس نے غور سے طاؤس کی طرف دیکھا، کیا وہ واقعی طاؤس خان ہی تھا؟

پھر اس نے اپنی چوڑیوں کو دیکھا بغیر کچھ سوچے سمجھے چوڑیاں اتارنے لگی۔وہ مکمل طور پر دماغ سے کام لے رہی تھی۔طاؤس نے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔

میرا ہاتھ چھوڑ دو طاؤس وہ غضب ناک لہجے میں بولی۔

پہلے میری پوری بات تو سن لو۔۔۔۔طاؤس آہستہ سے ہاتھ چھوڑ کر بولا اس کی آنکھوں میں اچانک پریشانی اتر آئی تھی یہ چوڑیاں ہی نہیں، بہت سارے خطوط، تمہاری ہاتھ کی یہ انگوٹھی، تاج محل کا وہ ماڈل اور سفید پھولوں کی آغوش میں وہ نیلا پھول۔۔۔۔ میں ہی تمہیں بھیجا کرتا تھا۔۔۔۔طاؤس آہستہ آہستہ اسے بتا رہا تھا۔

تم۔۔۔۔اور اسفند؟ ماروی نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا طاؤس کیوں انوکھی باتیں کر رہا تھا۔

اسفند کا نام میں نے ہی استعمال کیا تھا۔۔۔۔میں ہی تو تمہارا اسفند ہوں ۔۔۔۔طاؤس نے مسکرا کر کہا۔

اسفند۔۔۔۔تم۔۔۔۔تم۔۔۔۔طاؤس تم ماروی گڑبڑاتی ہوئی بول رہی تھی۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے بہت میٹھے سپنے سے آنکھ کھل گئی ہو جنت میں پھرتی ہوئی

اچانک دوزخ میں نکل آئی ہو۔

تو کیا یہ تمہارا بدلہ ہے؟۔۔۔۔ یہ سب دھوکہ تھا۔۔۔۔تم نے مجھ سے اپنی بات نہ ماننے پر بدلہ لیا ہے؟ ماروی تقریباً چیخ کر بولی۔ ماروی کے آنسو نکل آئے وہ دھم سے صوفے پر بیٹھ گئی اس کی کسی بات پر بھی یقین کرنا مشکل تھا۔

میں پھر کہہ رہا ہوں ماروی۔۔۔۔ میری پوری بات سنو۔۔۔۔ نتیجے بعد میں اخذ کر لینا۔۔۔۔ میرا اور تمہارا ساتھ نیو زیڈ ہاؤس سے شروع نہیں ہوتا۔۔۔۔ طاؤس اس کے چہرے کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ماروی نے چونک کر اسے دیکھا۔

سنو آج سب سن لو۔۔۔۔ میرے پاس ہر ثبوت ہے۔۔۔۔ میں نے سب سے پہلے تمہیں ایک پارٹی میں دیکھا تھا۔۔۔۔تم نے یہی لباس پہن رکھا تھا، جو اس وقت پہن رکھا ہے۔۔۔۔ طاؤس نے ماروی کے لباس کی طرف اشارہ کر کے کہا اور اپنی بات جاری رکھی۔ عتیقہ کی شادی کی سالگرہ تمہیں یاد ہو گی، جہاں تم شمائل کے ساتھ آئی تھیں۔۔۔۔

تو وہ شمائل کو بھی جانتا تھا وہ کیا کیا جانتا تھا یہ سوال ماروی کو کھائے جا رہا تھا۔

تم نے شفقت کے منہ پر طمانچہ مارا تھا۔۔۔۔اس نے شاید تمہارے ساتھ بدتمیزی کی تھی۔۔۔۔ وہ پھر رکا ماروی کو عتیقہ کی شادی کی سالگرہ کا دن یاد آ گیا جب اس نے شفقت کے منہ پر طمانچہ مارا تھا اب وہ طاؤس کی بات بہت دھیان سے سن رہی تھی ان دنوں طہماس کی موت کا زخم بہت گہرا اور تازہ تھا میں نے زندگی سے ملنا بھی چھوڑ دیا تھا اس کے بچھڑنے پر میں شاید کام کرنے والی ایک مشین بن گیا تھا۔ حتیٰ کہ موسیٰ بھی میری اس حالت پر پریشان تھا۔ اس دن وہ مجھے تقریباً گھسیٹ کر اس پارٹی میں لے گیا تھا۔ میں نے تمہیں وہیں دیکھا جب تم نے اس کے منہ پر طمانچہ مارا تھا اور عتیقہ کو وہ باتیں کہیں جنھیں سن کر میں اپنا دکھ بھول گیا تھا۔۔۔۔ میں اس جستجو میں لگ گیا کہ آخر تمہیں کیا غم ہے۔۔۔۔تم نے کہا تھا کہ میری موجودگی گل نہیں کانٹے کھلاتی ہے۔ اور یہ بھی کہ جس کی قسمت سے دکھ منفی کر دیئے گئے ہوں وہ بھلا دوسروں کے لئے کیا بندوبست کر سکتی ہے طاؤس سوچتا ہوا بول رہا تھا اور ماروی اپنے ہی الفاظ سن کر حیرت میں تھی۔

اور پھر میں نے موسیٰ نے اور انیتا نے ایک کہانی بنائی۔۔۔۔ جس میں بہت سے

حقیقی کرداروں کو مختلف نام دے دیئے گئے ۔۔۔۔ یہ سارا ماسٹر مائنڈ موسیٰ کا ہے ۔۔۔۔
میں تمہیں پرکھنا چاہتا تھا۔ میں تو تمہیں چند دنوں میں ہی اچھی طرح جان لینا چاہتا تھا۔
میں نے بیلا کا وہ روپ دیکھا تھا، جس کے بعد میرا خود پر سے اعتبار اٹھ گیا تھا اور موسیٰ کا
خیال تھا کہ اب ماروی کو پرکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے سامنے دو کردار رکھے
جائیں ۔۔۔۔ اور پھر اسفند نے اپنے دل کا ہر درد تمہارے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ تم پر
اپنی محبت کی ہر کرن عیاں کر دی ۔۔۔۔ تمہارے دکھ سکھ سے واقف رہا ۔۔۔۔ تم خود بتاؤ
ماروی کیا اسفند نے تمہیں کبھی کوئی تکلیف پہنچائی؟ ۔۔۔۔ وہ رکا، ماروی جو حیرت سے یہ
سب کچھ سن رہی تھی اس نے بے چینی سے نفی میں سر ہلا دیا۔

اور ہاں ماروی جانتی ہو میں کئی مرحلوں پر تمہارے ساتھ رہا ہوں ۔۔۔۔
تمہارے بہت قریب، تمہارا ہر درد میں نے تم سے بھی نیچے تمہارے قدموں میں بیٹھ کر سنا
ہے ۔۔۔۔ طاؤس دھیرے سے مسکرا کر بولا۔

قدموں میں ۔۔۔۔ ماروی نے حیرت سے کہا۔

ہاں سلطان کے روپ میں ۔۔۔۔ طاؤس دلچسپی سے بولا۔

سلطان ۔۔۔۔ ماروی چیخ اٹھی تھی ۔۔۔۔ وہ مخصوص خوشبو جو طاؤس کے سراپے
سے پھوٹتی تھی یاد آ گیا کہ کبھی سلطان کی موجودگی بھی ایسی ہی خوشبو لٹا جاتی تھی جسے ماروی
نے کبھی اہمیت نہ دی تھی۔

طاؤس ہی اسفند اور طاؤس ہی سلطان کے روپ میں اس کا دکھ درد بانٹتا رہا تھا۔
بہت مشکل تھا کہ اسے یقین آتا، مگر طاؤس کہہ رہا تھا تو یقین بھی کرنا تھا۔

یہ زنجیر تم نے سلطان کی ملکہ کے لئے دی تھی نا ۔۔۔۔ طاؤس نے اپنی جیب سے
وہی زنجیر نکالی جو زینب کی آخری یادگار تھی حسین نقش و نگار کے ساتھ وہ آج بھی ویسی ہی
تھی کتنا سکون ملا تھا اسے دیکھ کر۔

مگر اچانک نہ جانے کہاں سے بہت کچھ ابھر آیا ۔۔۔۔ کب کب اس نے کیا کیا
سہا تھا ۔۔۔۔ اسفند کا روپ دھار کر وہ ہر جرم سے انکار تو نہیں کر سکتا تھا اچانک دیبا کا نام
یاد آیا تو ماروی بول اٹھی۔

دعا کہاں ہے؟۔۔۔۔کہیں تم مجھے اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش تو نہیں کر رہے۔۔۔۔

دعا۔۔۔۔طاؤس کا قہقہہ بلند ہوا جیسے کسی بچے کی بات پر ہنس رہا ہو۔۔۔۔ ماروی نے پہلی بار اسے اس قدر انہماک سے ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔دعا۔۔۔۔میری دعا تو میرے سامنے ہے۔۔۔۔

میں!۔۔۔۔ماروی نے حیرت سے کہا۔

ہاں تم ماروی۔۔۔۔یقین کر لو کہ سلطان کی ملکہ طاؤس کی دعا اور اسفند کی ماروی صرف اور صرف تم ہو۔۔۔صرف تم ماروی۔۔۔طاؤس یہ سب اٹل لہجے میں کہہ رہا تھا۔

ماروی کو طاؤس کی کسی بات پر یقین کامل نہ تھا نہ جانے کیوں ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ ابھی اپنی ساری نفرت رعونت اور تختی کے ساتھ ماروی کی بے عزتی کر کے اسے کمرے سے نکال دے گا، جانے کیوں دل اس کی کسی بات پر کامل یقین نہیں کر رہا تھا۔ وہ خاموش ہو گئی زبان سے کوئی لفظ نکالنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا وہ صرف طاؤس کی باتوں کی جانچ پڑتال میں لگی تھی۔

تم رکو۔۔۔۔میں انہیں بلاتا ہوں۔۔۔۔

تمہیں ستانے کے نئے نئے طریقے ایجاد کرنے والا صرف موسیٰ ہے جس نے میرا کردار بھی خراب کر دیا ہے۔وہ مسکرا کر بولا اور فون اٹھا کر کچھ بولنے لگا۔ماروی اپنے خیالوں میں گم تھی۔۔۔۔چند لمحے طاؤس اسے دیکھتا رہا اور وہ بے خبری اپنی سوچوں میں اوپر نیچے لہروں میں تیر رہی تھی۔

چند ثانیے بعد موسیٰ اور انیتا مسکراتے ہوئے کمرے میں داخل ہو گئے۔

آیئے آیئے۔۔۔۔میری بات پر یقین کرنا ماروی کے لئے مشکل ہو رہا ہے۔۔۔۔موسیٰ آج تم ہر حقیقت بتاؤ گے۔۔۔۔نئی نئی کہانیاں تخلیق کرنے کا شوق تمہیں ہے نا۔۔۔۔اب تم ہی اس کہانی کا اختتام بھی کرو۔۔۔۔طاؤس مسکراتا ہوا بول رہا تھا۔

سوری بھئی ماروی۔۔۔۔بلکہ ڈیئر ماروی سچ کہہ رہا ہوں کہ ہم میں سے کسی کا بھی بہت زیادہ قصور نہیں ہے۔موسیٰ ہاتھ اٹھاتا ہوا ماروی کے بالکل سامنے بیٹھ گیا۔

اچھا اب بول بھی چکو۔۔۔۔طاؤس جلدی سے بولا۔

کیا مطلب تم نے کچھ نہیں بتایا؟۔۔۔۔

انیتا مسکراتی ہوئی ماروی کے برابر بیٹھتی ہوئی بولی۔

بتا تو دیا ہے مگر کوئی یقین بھی کرے۔۔۔۔طاؤس ماروی کو دیکھتا ہوا بولا۔۔۔۔ اس کے چہرے پر دائمی مسکراہٹ سجی تھی۔

ارے اتنی دیر ہوگئی ہم تو سمجھ رہے تھے کہ معاملہ۔۔۔۔موسیٰ معنی خیز انداز میں بولا۔

جی نہیں ابھی بات عتیقہ کی پارٹی تک ہی ہے۔۔۔۔انیتا جو ماروی کے قریب بیٹھ گئی تھی طاؤس نے اسے بتایا اس نے ماروی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تو تو اسے تشویش ہوئی اس کے ہاتھ برف کی طرح سرد ہو رہے تھے اور وہ ایک ٹک طاؤس کو دیکھتی جا رہی تھی۔ اس نے ماروی کا کاندھا ہلایا۔

ماروی نے بے جان سی نظروں سے انیتا کو دیکھا۔۔۔۔ماروی کے ذہن میں انیتا سے اپنی ساری ملاقاتیں گھوم گئیں۔۔۔۔

تم ٹھیک تو ہو ماروی۔ طاؤس یہ تو ٹھنڈی برف ہو رہی ہے۔۔۔۔انیتا پریشانی سے بولی طاؤس اور موسیٰ اس کے قریب آ گئے۔۔۔۔

ماروی۔۔۔۔طاؤس نے بے چینی سے اسے پکارا۔ اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ ماروی نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا۔۔۔۔

کیا ہے یہ سب۔۔۔۔کیسا مذاق کر رہے تم لوگ میرے ساتھ۔۔۔۔ابھی اور کیا کیا بتانا ہے تم لوگوں نے۔۔۔۔میں اس ساری کہانی میں کہاں ہوں۔۔۔۔وہ سنگین لہجے میں بول رہی تھی قبولیت اور ناقابل یقین حد تک بے اعتمادی اس کی رگوں میں اونچی نیچی آگے پیچھے اور الٹی سیدھی۔۔۔۔پھیل رہی تھیں۔

تم شروع سے ہمیشہ سے میرے دل میں رہی ہو ماروی۔۔۔۔ پہلی نظر میں اس دل نے دنیا اور محبت کے ہر جذبے پر صرف ایک نام لکھا تھا۔۔۔۔ماروی۔۔۔۔میں تو شاید ازل سے تمہیں ہی چاہتا تھا۔۔۔۔اسفند کے نام سے تمہیں بہت سے خط میں نے

لکھے ایک ایک لفظ جو اسفند کی تحریر تھا میرے دل کی آواز تھا۔ یہی آواز ایک فرضی نام کے ساتھ۔۔۔۔ اسفند کے خط اس کے قصیدے ماروی کی نظروں میں گھوم گئے۔

اور وہ میری بے عزتی۔۔۔۔ الزام تراشی۔۔۔۔ جو میری آنکھوں کے سامنے ہوا۔۔۔۔۔ وہ سب۔

اس لمحے ماروی کا خود پہ مکمل اختیار نہ تھا اس کا دل سن ہو چکا تھا جب کہ دماغ سے آتی ہر آواز کو اس کی زبان لفظوں کے جامے پہنا رہی تھی۔

ٹھہر جاؤ ماروی۔۔۔۔ موسیٰ بیچ میں بول اٹھا۔۔۔۔ اب تم بغیر بولے میری پوری بات سنو گی کیونکہ یہ بہت ضروری ہے۔۔۔۔ کوئی فیصلہ اس کے بعد کرنا۔۔۔۔

عتیقہ کی پارٹی کے بعد ہم نے عتیقہ سے شمائل اور تمہارا ایڈریس لیا۔۔۔۔ یاد کرو اس پارٹی سے اگلے ہی دن شمائل کو اسلام آباد سے کال آ گئی تھی۔ اتنا اچانک کیوں! ۔۔۔۔ اس لئے کہ وہ ٹرانسفر ہوا نہیں تھا ہم نے انیتا کے لیے وہ کمرہ خالی کروایا تھا۔۔۔۔ وہ اب کی بار ماروی کے بالکل سامنے آ بیٹھا تھا۔۔۔۔ ماروی مجھے تم چھوٹا موٹا رائٹر کہہ سکتی ہو یہ سب ڈرامہ میرا ہی لکھا ہوا ہے۔ مجھے اچھی کہانیاں لکھنے کا شوق ہے۔ یہ کہانی ضرورت کے تحت میں نے ہی بُنی تھی اور اس کی وجہ تم جانتی ہو۔۔۔۔ بیلا۔ ہم سب بیلا کے روپ سے اس قدر خائف اور ڈرے ہوئے تھے اس کے عمل اور طہماس کے قتل نے ہمیں اس قدر دلبرداشتہ کر رکھا تھا کہ ہمارا کبھی کبھی خود پر سے بھی اعتبار اٹھ جاتا تھا پھر تم ۔۔۔۔ ایک انجان لڑکی۔۔۔۔ جس کے بارے میں ہم کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔۔۔۔ طاؤس نے تمہارے لہجے سے عتیقہ کی پارٹی میں سچائی تو پڑھ لی تھی لیکن یہی سچائی تو طہماس نے بیلا کے چہرے پر بھی دیکھی تھی۔ مگر وہ ایک زہریلی ناگن بن گئی اور ہمارے طہماس کو۔۔۔۔ وہ ایک پل کو رک گیا لیکن پھر گویا ہوا۔۔۔۔ یہی وہ وقت تھا جب ہم نے چھوٹی چھوٹی کہانیاں سنیں تمہارے بارے میں سب کچھ جاننے کے لئے بس یہ کہانی طویل اس لئے ہوگئی کہ بیچ میں تم بھی طاؤس میں دلچسپی لینے لگیں۔۔۔۔ اسی لئے طاؤس کے کردار کو زیادہ تلخ بتانا پڑا تاکہ ہم تمہارے سامنے دو کردار رکھ سکیں ایک غریب معمولی عام انسان اسفند جو محبت سے لبریز ہے تمہارا دیوانہ ہے اور ایک طاؤس A great

Business man. ایک بڑا نام دولت اور حسن کا جادو۔۔۔۔مگر محبت سے عاری ۔۔۔۔نہ محبت کرے نہ عزت دے۔۔۔۔ہم تمہارا اور صرف تمہارا انتخاب دیکھنا چاہتے تھے ماروی۔۔۔۔تمہیں یاد ہے ناجس دن شمائل کو اسلام آباد جانا تھا اسی دن تمہیں اسفند کا پہلا خط ملا تھا۔۔۔۔موسیٰ نے رک کر ماروی سے ہاں طلب کی۔

ماروی نے ہلکا سا سر مثبت میں ہلایا۔۔۔۔

اور اس پارٹی کی صبح اگلے ہی دن تمہاری دو بھکاریوں سے ملاقات ہوئی تھی۔

ماروی نے چونک کر موسیٰ کو دیکھا۔

جس بھکاری نے تم سے بدتمیزی کی یعنی جس نے تمہیں پناہ کہا تھا۔۔۔۔وہ تو تھا میں۔۔۔۔عابد دولت۔۔۔۔ماروی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔۔۔۔اور جو تمہارے تھپڑ کے بعد سدھر گیا ایک ریڑھی لگا کر روزی روٹی کمانے لگا یعنی سلطان۔۔۔۔وہ تھا آپ کے طاؤس صاحب۔۔۔۔موسیٰ اب کی بار کہانی کو دلچسپ موڑ پر لے آیا تھا۔ ماروی نے پہلے موسیٰ پھر طاؤس کو حیرت سے دیکھا۔ آج سمجھ آیا کہ طاؤس کی آنکھوں کی چمک اور سلطان کی آنکھوں کی چمک ایک ایسا راز تھا جو اس پر کبھی کھل نہ سکا تھا۔ مگر اسے کبھی کبھی سہلا سرور جاتا تھا۔

آج کھلا تو وہ حیران رہ گئی رنگ کے علاوہ ہر طرح کی مشابہت تو تھی وہ کیوں نہ سمجھ سکی۔

اور پھر انیتا شمائل کے جاتے ہی تمہارے کمرے میں آ گئی۔۔۔۔

ہاں۔۔۔۔سب کچھ سچ تھا۔۔۔۔ٹھیک تھا۔۔۔۔دل دھڑ دھڑ کر کے دھڑک رہا تھا زندگی اچانک جس شکل کو چہرے پر سجا کر سامنے آئی تھی دل چاہا کہ کروڑوں بار اس کی پیشانی پر بوسے دیے جائیں۔ اس کے زخم جیسے اچانک بھرنے لگے۔۔۔۔اسفند سلطان۔۔۔۔اس کے اپنے۔۔۔۔اور اپنوں سے بڑھ کر اپنے تھے۔۔۔۔ان کی شبیہہ میں طاؤس سامنے آیا تو دنیا ایک تاج محل بن گئی لیکن آج اس کا دل چاہا کہ وہ اس تاج محل کو طاؤس پر سے وار کر پھینک دے اس کا صدقہ اتار دے۔

اس کی ہمت نہ ہوئی کہ طاؤس سے نظریں ملا سکے وہ محسوس کر سکتی تھی کہ طاؤس

کے چہرے پر بہت میٹھی مسکراہٹ تھی جسے دیکھنے کو وہ زندہ رہی تھی۔ لیکن اب کی بار وہ جان بوجھ کر موسیٰ کو دیکھتی رہی۔

اور پھر وہ Sans ایڈورٹائزنگ ایجنسی کا اشتہار جہاں تمہیں انیتا لے گئی تھی۔

ماروی پھر چونک اٹھی۔۔۔۔اس نے انیتا کو دیکھا تو وہ بول اٹھی۔

بھئی وہی بقول تمہارے لفنگا بڈھا۔۔۔۔جس کے تم دو چار جڑ کے آنے والی تھیں۔

وہ۔۔۔۔میں نہیں تھا۔۔۔۔جلدی سے موسیٰ بیچ میں بول اٹھا۔ خدا کی قسم میں لفنگا نہیں ہوں۔۔۔۔اس کی بات پر سبھی کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔۔۔

وہ بھی یہ طاؤس تھا۔۔۔۔اسے تم سے ملنے تم سے باتیں کرنے کا بہت شوق تھا۔

ماروی نے پہلی بار چونک کر طاؤس کو دیکھا اس کا معصوم اور سادہ چہرہ اس سارے سچ کی گواہی دے رہا تھا جو موسیٰ کی زبان اور طاؤس کے دل میں تھا۔

اور کہاں کہاں تھے آپ۔۔۔۔ماروی پہلی بار طاؤس سے بولی تھی۔

برسات کی راتوں میں چاند کی تلاش میں میں ہی نکلا کرتا تھا ماروی۔۔۔۔

طاؤس بے حد حسین اور دلکش آواز میں بول رہا تھا۔

چاند۔۔۔۔ چھم سے ایک برستی ہوئی رات ماروی کے ذہن کے پردے پر نمودار ہوئی۔ وہ اس رات وہ بوڑھا۔۔۔۔جو بارش میں۔۔۔۔ماروی تیزی سے بولی اور اسی تیزی سے سن سن کرتی ٹھنڈک اس کے دل میں اتر گئی۔

ہاں۔۔۔۔کہا تھا نا۔۔۔۔چاند کو دیکھنے آیا ہوں۔۔۔۔

طاؤس نے ہاتھ بڑھا کر صوفے کے پیچھے سے کچھ اٹھایا ایک سفید کاغذ کے لفافے میں سے وہی نیلی شال جو ماروی نے اس بوڑھے شخص کو اوڑھا دی تھی نکال کر ماروی کے سامنے رکھ دی۔ اور پھر وہ چاندی کی زنجیر جو دادا نور محمد نے خاص ماروی کے لئے بنوائی تھی جس کا سونے کا کنڈا دور سے چمک رہا تھا جو اس نے سلطان کی ملکہ کو تحفے کے طور پر دی تھی۔ اسے دیکھتے ہی وہ بے چین ہوگئی طاؤس نے بڑھ کر وہ چین اس کے گلے میں ڈال دی ماروی منع بھی نہ کرسکی۔

تمہاری ہر پسند ناپسند ہم سلطان یا انیتا کے ذریعے جان لیتے تھے۔ تینوں کے چہرے پر مسکراہٹ اور نظریں ماروی پر تھیں۔

ماروی پہلی بار ہولے سے مسکرائی۔

شکر ہے آپ مسکرائیں تو۔۔۔۔ ورنہ آج یہاں کوئی قاتل ہوتا اور کوئی مقتول۔۔۔ سونی طاؤس کو دیکھ کر مزاحیہ لہجے میں بولا۔

ویسے تم نے ہمیں پریشان بھی تو کیا۔۔۔۔ موسیٰ پھر بدل اٹھا۔

پریشان۔۔۔۔ ماروی نے حیرت سے پوچھا۔

ہاں اور نہیں تو کیا جب تم نے طاؤس سے شادی کا فیصلہ کیا۔۔۔۔ طاؤس نے تو تقریباً اپنا آپ ختم ہی کر لیا تھا انیتا نے پوری چار پین کلر کھائیں۔۔۔۔ ہمیں یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ اچانک تم ایسا بھی کر سکتی ہو۔ لیکن آخر کار تم نے انکار کر کے ہمیں بہت بڑے دکھ سے بچا لیا۔۔۔۔ تمہیں پتہ ہے تمہارے جانے کے بعد ہم چیخ چیخ کر خوش ہوئے تھے۔ موسیٰ بتا رہا تھا کہ ماروی کو اچانک دعا یاد آ گئی۔

دعا۔۔۔۔ اس کے منہ سے نکلا اس نے بغور طاؤس کو دیکھا تو وہ مسکرا اٹھا۔

ماروی یہ جان لو کہ اس کردار کی ضرورت حسد جلن اور رقابت پیدا کرنا تھا۔ بھئی میں ایک رائٹر ہوں اور ایک رائٹر ہر انداز سے سوچتا ہے۔۔۔۔ موسیٰ مزاحیہ انداز میں بڑا پن ظاہر کر رہا تھا۔

کمرے میں مکمل خاموشی تھی وہ تینوں خاموش تھے اور ماروی نہ جانے کیا سوچ رہی تھی۔

موسیٰ نے انیتا کو اشارہ کیا تو دونوں اٹھ کر خاموشی سے کمرے سے نکل گئے۔

ماروی اسی طرح بیٹھی تھی۔ طاؤس اس کے قریب آ گیا۔

کچھ تو بولو ماروی۔۔۔۔ غصہ ہو تو اپنا غصہ نکال لو۔۔۔۔

لیکن ماروی اچانک کھڑی ہو گئی۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی در آئی۔۔۔۔

ماروی۔۔۔۔

مت لو میرا نام۔۔۔۔ ماروی واقعی غصے میں آ گئی تھی۔

ماروی۔۔۔۔طاؤس حیرت سے بولا۔

میں نے کہا نام مت لو میرا۔۔۔۔تمہیں اتنے سارے ڈھونگ کرنے کے لئے اس دنیا میں بس میں ہی ملی۔۔۔۔تم کیا جانو طاؤس۔۔۔۔میں کتنا روئی ہوں۔کیسے کیسے الزام برداشت کیے ہیں میں نے۔۔۔۔تمہیں کبھی رحم نہیں آیا۔۔۔۔ماروی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پچھلے وقت کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

ایسا مت کہو ماروی۔۔۔۔میں نے تمہیں کبھی دکھی نہیں کرنا چاہا۔۔۔۔اس کے چہرے پر پریشانی عود آئی تھی۔

مگر ماروی اپنی بات مکمل کر کے تیزی سے کمرے سے نکل گئی اور طاؤس اسے آوازیں دیتا رہ گیا۔گیٹ سے باہر نکل کر وہ سیدھی ہاسٹل چلی آئی۔

کیا ہوا طاؤس۔۔۔۔موئی اور انیتا جو دور سے ماروی کو باہر جاتا دیکھ کر طاؤس کے پاس چلے آئے پوچھ رہے تھے۔

شکوہ۔۔۔۔میری مجبوریوں کو نہیں سمجھا اس نے۔۔۔۔طاؤس دکھ سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

ویسے زیادتی بھی تو ہوئی ہے اس کے ساتھ۔۔۔۔اتنا React کرنے کا حق تو اسے ہے طاؤس۔۔۔۔انیتا بھی صوفے پر بیٹھ گئی۔اور پھر یہ بھی تو سوچو وہ ایک انسان ہی تو ہے۔۔۔۔اور جب ایک عام انسان کو اس قدر آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے تو اس کے دل میں ایک دل کی برداشت ہی تو ہوتی ہے۔بڑی آزمائشوں کے لیے بہت زیادہ دل تو نہیں دیے جاتے نا۔۔۔۔ایک بند مٹھی کے حجم کے برابر ایک چھوٹا سا دل۔۔۔۔کیا کچھ سہے۔۔۔۔

انیتا صوفے پر بیٹھتی ہوئی بول رہی تھی۔

مگر اسفند کے روپ میں زخم بھرتا بھی تو رہا ہوں طاؤس دکھ سے بولا۔

وہ نازک سی لڑکی ہے طاؤس۔۔۔۔اتنی ساری حیرت انگیز حقیقتوں پر یقین کرنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔اسے سوچنے کے لئے کچھ وقت دو، مجھے یقین ہے وہ ہاسٹل گئی ہو گی،تم کہو تو میں چلی جاؤں؟ انیتا نے آفر کی۔

نہیں۔۔۔۔رہنے دو۔۔۔۔دیکھتا ہوں کہ اپنی محبت کے دعوؤں میں وہ کتنی سچی ہے؟ محبت کرنے والوں کا دل بہت بڑا ہوتا ہے ماروی کا دل کتنا بڑا ہے؟ یہ بھی دیکھ لیتے ہیں۔۔۔۔طاؤس آہستہ سے بولا اور پھر خاموشی سے ٹی زیڈ ہاؤس واپس آ گیا۔

ماروی کا پسندیدہ گوشہ آج بھی مہک رہا تھا اور طاؤس وہاں بیٹھا اپنے دکھ سمیٹ رہا تھا۔۔۔۔جانے کیوں دل اتنا اداس ہو گیا تھا کہ اس میں ماروی کو فون ملانے کی ہمت بھی نہیں تھی۔۔۔۔وہ جو کچھ کہہ گئی تھی اگر طاؤس اپنی زندگی اور پریشانیوں کے خول سے نکل کر دیکھتا تو سچ ہی تھا۔۔۔۔واقعی اس کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی تھی۔۔۔۔خود طاؤس نے بھی اسے کتنی بار بے عزت کیا تھا اور ماروی نے کتنی ہی بار خاموشی سے سہہ لیا تھا۔وہ آنکھیں بند کیے پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔رات بڑی نشیلی تھی،موسم بڑا دلکش تھا مگر کوئی خوبصورتی دل کو نہیں بھا رہی تھی۔اپنی سوچوں کا ہجوم پریشان کر رہا تھا۔وہ خود سے کہہ رہا تھا۔

اگر طاؤس کا روپ دیکھا تھا تو اسفند کے روپ میں، میں نے تمہیں کیسے کیسے قصیدے لکھ بھیجے تھے،مگر تم ہر برائی ہر غلطی اور طاؤس کے قصور اس کے حصے میں ڈال گئیں۔دودھ کا جلا تو چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے، میں نے تو بیلا کا ناگن سا

روپ دیکھا تھا جسے بھابھی کہتے میری زبان نہیں تھکتی تھی ،جس کے لئے میرے دل میں بے شمار قدر اور بے شمار عزت تھی ،مگر اس نے مجھ سے طہماس کو چھین لیا، آج وہ طہماس کے بیٹے پر بھی حق جمائے بیٹھی ہے اس کے انوکھے روپ نے تو مجھے انسان پر سے اعتبار اٹھا لینے پر مجبور کر دیا تھا تبھی تو تمہیں پل پل پر جاننے اور سمجھنے کے لئے چھوٹی چھوٹی کہانیاں جنم لیتی رہیں ۔تم سے شکایت رہے گی کہ تم نے ساری سزائیں طاؤس کو دے ڈالیں ،اسفند کے حصے کی خوشیاں اپنے ساتھ لے گئیں۔

وہ بے چین ہو گیا ایک دم سے فیصلہ کیا ہاسٹل جا کر صرف ایک بار اسفند کے میٹھے سلوک ،اس کی بیش بہا محبت اور سلطان کے انمول خلوص کا صلہ تو مانگے ،مانگ کر تو دیکھے کہ اس کے پاس دینے کے لئے کیا ہے؟ اس نے آنکھیں کھولیں تو آنکھیں چندھیا سی گئیں وہ تیزی سے کھڑا ہو گیا۔

بیٹھ جاؤ نا۔۔۔کھانا بھی نہیں کھایا۔۔۔چائے تو پی لو ماروی نے چائے کی ٹرے ٹیبل پر رکھی اور قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گئی وہ اسی لباس میں ملبوس تھی اور ہاتھوں میں چوڑیاں بھی اسی طرح موجود تھیں۔

ماروی تم۔۔۔طاؤس نے بے یقینی سے کہا

کیا ہوا؟۔۔۔ماروی نے مصنوعی حیرت سے پوچھا۔

یہ تم ہو۔۔۔وہ پھر بولا۔

کیوں کیا تمہیں برا لگا؟۔۔۔وہ اشتیاق سے بولی۔

چند لمحے طاؤس اس کے روشن اور کھلے کھلے چہرے کو دیکھتا رہا پھر بھرپور مسکراہٹ سے بولا۔دیوانے سے کہتی ہو کہ اسے دیوانگی بری لگی۔۔۔

ہنہ۔۔۔ماروی مسکرا کر رہ گئی۔

تم نے مجھے معاف کر دیا نا۔۔۔

کس لئے؟۔۔۔ماروی نے چونک کر کہا۔

میرے رویوں کے لئے؟۔۔۔سب کچھ ضرورت کے تحت کیا مگر بہت اچھا نہیں کیا تھا۔۔۔وہ سوالیہ لہجے میں پشیمانی سے بولا۔

میرا خیال ہے کہ اسفند کو مجھ سے کسی قسم کی معافی کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔
اس لئے کہ اسفند نے کچھ نہیں کیا بلکہ مشکل لمحوں میں میری ہمت بندھائی ہے۔۔۔۔
ماروی کپ میں چینی ملاتے ہوئے بولی۔

طاؤس اس کے جواب پر مسکرا اٹھا۔

ماروی نے چائے کا کپ اس کے سامنے کر دیا۔

چھوڑو اسے طاؤس کپ واپس میز پر رکھتا ہوا بولا۔

ہنہ۔۔۔۔

چھوڑو اسے۔۔۔۔ کچھ بات کرو۔۔۔۔ کچھ اپنی کہو کچھ میری سنو۔۔۔۔
طاؤس خوابناک لہجے میں بول رہا تھا اس لہجے کو سننے کی وہ کب سے شیدائی تھی آج چاند
جھولی میں اتر آیا تھا۔

ذوبا سے ملنا چاہ رہی تھی سو چلی آئی۔۔۔۔ وہ دبی دبی مسکراہٹ لئے بولی۔

صرف ذوبا سے۔۔۔۔

ہنہ۔۔۔۔ وہ پھر اطمینان سے بولی۔

صرف ذوبا سے وہ پھر بولا۔

آپ اتنی جلدی میری زبان سے کیا سننا چاہتے ہیں؟۔۔۔۔ وہ دھیرے سے
مسکرائی طاؤس چند لمحے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر ایسی دیوانگی
ماروی نے پہلی بار دیکھی تھی، ماروی کی نظریں جھک گئیں۔ طاؤس کے چہرے کی
مسکراہٹ اور گہری ہوگئی۔

مجھے۔۔۔ آپ کہو گی تو مجھے اچھا نہیں لگے گا اس کی بات پر ماروی پھر مسکرا اٹھی۔

اچھا اٹھو۔۔۔۔ وہ اچانک بولا۔

کہاں؟

تمہیں کچھ دکھانا ہے۔۔۔۔

کیا؟۔۔۔۔ ماروی نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

تمہیں ہی دکھانا ہے۔۔۔۔ چلو تو پتہ چل جائے گا۔۔۔۔ وہ آگے چلتا ہوا بولا۔

ماروی اس کے ساتھ ساتھ چلی آئی۔ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے آج ماروی کی جھولی میں جو چاند اترا تھا اس نے زندگی کو حد درجہ روشن بنا دیا تھا۔ ماروی کا زندگی اور قسمت پر ایمان مضبوط ہو گیا تھا طاؤس کی دیوانگی اور ہر بات کی سچائی اس کے روشن چہرے سے عیاں تھی۔ ایک دن میں ہی ماروی کو خدا نے اس قدر نواز دیا تھا کہ کچھ مانگنے کی طلب نہیں رہی تھی۔

ادی زینب کتنی خوش ہو گی۔۔۔۔ ماروی کی خوش نصیبی پر تو ساری وادی میں جشن ہونا چاہیے تھا مگر مجبوری اب بھی کسی روپ میں قریب ہی بیٹھی تھی۔ بہت کچھ کھو تو گیا تھا مگر جو کچھ چھوڑ آئی تھی اسے بھول جانے کے لئے شاید عمر بھی کم پڑ جائے۔

طاؤس اپنے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا اس کا رخ اپنے کمرے کی طرف تھا یہ اس عمارت کا وہ حصہ تھا جہاں ماروی نے آج تک قدم نہیں رکھا تھا۔ اس وقت ماروی کی کیفیت علی بابا کی طرح تھی جو غار کے باہر ''کھل جا سم سم'' کا منتر پڑھ کر غار کے کھل جانے کے انتظار میں کھڑا تھا۔ وہ جم کر کھڑی ہو گئی۔ طاؤس نے بھاری بھر کم دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ ماروی اپنی جگہ کھڑی تھی۔

طاؤس نے مڑ کر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ ماروی نے چند لمحوں بعد اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا اور وہ اسے نزاکت سے اس کمرے میں لے آیا۔

وہ کمرہ نہیں جنت کی شاید کوئی وادی تھی۔ کمرے میں دو رنگ ماروی کو بہت صاف نظر آئے سفید اور نیلا۔ سفید رنگ طاؤس کا پسندیدہ رنگ تھا جب کہ نیلا ماروی کا ۔۔۔ تو طاؤس نے اس کی پسند کو اپنی زندگی میں شامل کر رکھا تھا۔ یہ سوچ کر ماروی مسکرائی، بے شمار حسین فرنیچر سے آراستہ ایک ایک کونہ بالکل اسی طرح شاندار تھا جیسے طاؤس خود تھا۔ طاؤس کے بیڈ کے بالکل اوپر تاج محل کا بہت حسین اور بڑا پورٹریٹ لگا تھا۔ جس میں شاید بنانے والے نے اپنے کئی دنوں اور کئی راتوں کی محنت صرف کی ہو گی کئی جگہ گلدانوں میں سفید اور وہی نیلے رنگ کے پھول مہک رہے تھے جو اسفند تحفے کے طور پر اسے بھیجا کرتا تھا، ایک دیوار پر بڑا سا سفید رنگ کا بے حد حسین پردہ پڑا تھا۔ طاؤس نے ماروی کو حیرت میں چھوڑا اور اس پردے کی طرف بڑھ گیا پھر اس نے ماروی پر آخری

پہاڑ توڑا۔ جو لباس اس نے اس وقت پہن رکھا تھا وہی نیلی حسین فراک جو ادی زینب نے سال بھر کی محنت کے بعد بنایا تھا جس کے حسین سنہرے تاروں میں زینب کی سو سو دعائیں بندھی تھیں وہ اسی لباس میں ملبوس تھی اور سنہری جیولری کس قدر غضب ڈھا رہی تھی۔ ماروی پہچان گئی کہ اس کی یہ حسین تصویر عتیقہ کی شادی کی سالگرہ کے دن کی ہے کیوں کہ اس نے شمائل کی جیولری پہن رکھی تھی۔ وہ تصویر اس قدر بڑی تھی کہ کمرے کی ہر چیز کے سائز سے نمایاں تھی۔ اس میں صرف ماروی موجود تھی۔ اس کی حسین سیاہ آنکھیں بے حد نمایاں تھیں۔ روشن چہرہ شاید کسی گہری سوچ میں ڈوبا تھا۔ اس تصویر کے حسن پر ماروی کو گمان بھی گزرا کہ شاید یہ اس کی تصویر نہ ہو مگر اگلے ہی پل وہ اپنی سوچ پر مسکرائی۔ وہ منہ کھولے اس تصویر کو دیکھ رہی تھی۔

یہ تصویر۔۔۔۔ اس نے حیرت سے طاؤس کو دیکھ کر کہا۔

یہ اس دن کی ہے جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا۔ دراصل عتیقہ کا شوہر عمیر موسیٰ کا بہت اچھا دوست ہے تمہاری یہ تصویر ہم نے انہی کے البم سے لی تھی۔۔۔۔

طاؤس نے اطمینان سے کہا وہ چند لمحے رکا اور پھر بولا آؤ۔۔۔۔ باہر آؤ۔

طاؤس اگلے دروازے سے اسے بالکونی میں لے گیا وہی پودے مہک رہے تھے جو نیلے پھول دیتے تھے جو آج سے پہلے ماروی کو کہیں نظر نہیں آئے تھے۔ ماروی کی وادی کے اونچے پہاڑوں پر بھی نیلے پھول کھلتے تھے جن کی خوشبو اتنی حسین نہ تھی جتنی ان پھولوں کی تھی۔

اس پودے کا نام کیا ہے؟ ماروی پودے کے قریب آ کر بولی اسے شمائل کی بات یاد آ گئی تھی کہ اگر کبھی یہ پھول بھیجنے والا ملا تو اس پودے کا نام ضرور پوچھنا۔

اس کا نام کچھ بھی ہو۔۔۔۔ یہ ماروی کے پھول ہیں اور بس۔۔۔۔ طاؤس دلنشین لہجے میں بولا۔

ماروی کا دل اس کی اتنی محبت سے بھر آیا۔۔۔۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔۔۔۔
طاؤس مجھے آسمانوں پر تو نہ بٹھاؤ۔۔۔۔ میں زمین کی مخلوق ہوں۔۔۔۔ مجھے یہیں رہنے دو۔
آسمانوں کی چیزیں آسمانوں پر ہی اچھی لگتی ہیں۔۔۔۔ زمینوں پر نہیں۔۔۔۔ وہ

پھر دل کش لہجے میں بولا تھا۔ اس کا لہجہ ماروی کو پھر پریشان کر گیا۔ ماروی اپنی حقیقت
سے واقف تھی۔ وہ بالکل خالی ہاتھ تھی اور طاؤس اسے اتنا کچھ دینا چاہتا تھا کہ ماروی کو کسی
چیز کی تمنا نہ رہتی۔ وہ اسے حسین خواب دکھا رہا تھا۔ اور ماروی کو حسین خواب زیادہ عرصے
تک کبھی بھی راس نہیں آئے تھے نہ جانے وہ کیوں ڈر گئی تھی وہ پریشان ہو کر اس کی طرف
مڑی۔

طاؤس۔

کیا ہوا؟۔۔۔۔طاؤس نے مسکرا کر کہا۔

تم میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔۔۔۔کچھ بھی تو نہیں جانتے۔۔۔۔
ماروی کے ذہن میں اپنا ماضی گھوم گیا۔

مجھے کچھ جاننے کی ضرورت بھی نہیں ہے جو جانتا ہوں وہ میرے لئے کافی ہے
۔۔۔۔وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا تھا۔

نہیں طاؤس کافی نہیں ہے۔۔۔۔ماروی نے اٹل لہجے میں کہا۔۔۔۔

اس لئے کہ میں اپنی محبت کی بنیادیں کسی جھوٹ پر نہیں رکھنا چاہتی جس کو چھپاتے
اور ڈرتے میری ساری عمر گزر جائے۔۔۔۔وہ اسی لہجے میں بولی۔

اچھا آرام سے بیٹھو پھر بتانا طاؤس نے قریب پڑی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔
ماروی اطمینان سے بیٹھی تو طاؤس بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔

سنو طاؤس۔۔۔۔تم اور انیتا جو کچھ بھی جانتے ہو۔۔۔۔وہ سچ نہیں ہے۔۔۔۔
سچ میں آج بتاؤں گی۔

ماروی نے حقیقت بتانے کا فیصلہ کر لیا اور اس کی وجہ صرف اور صرف طاؤس کی
محبت تھی اور اس کا آہنی ہاتھ تھا جو ماروی کے سر پر چھت کی مانند تھا۔

کیا مطلب۔۔۔۔کیسی حقیقت۔۔۔۔طاؤس پہلی بار حیرت سے بولا۔

میں کسی چھوٹے گاؤں کی نہیں بلکہ کشمیر کی رہنے والی ہوں۔ ماروی نے کہنا شروع
کیا۔

کشمیر۔۔۔۔طاؤس نے حیرت سے سوالیہ لہجے میں کہا۔

ہاں ۔۔۔۔ میری ادی جن کا نام زینب تھا میں ان کے ساتھ ہی رہ رہی تھی ۔ والدین کی وفات کے بعد کوئی نہیں تھا جس کے پاس میں رہ سکتی تھی مگر ادی اور نور محمد نے مجھے بہت محبت سے اپنے ساتھ رکھا۔ انھوں نے ہی مجھے تعلیم کے لئے اس شہر میں بھیجا تھا۔۔۔۔ ماروی کہنا شروع ہوئی اور پھر زینب کی موت سے لے کر بہادر خان کا ہاسٹل تک آنے اور ماروی کو ڈھونڈ لینے تک اپنی ساری آپ بیتی سناڈالی۔

اس نے طاؤس سے کسی بات کو نہیں چھپایا، طاؤس اس کی باتیں بہت انہماک سے سن رہا تھا۔ ماروی نے آخری الفاظ ادا کیئے تو اس نے طاؤس کے چہرے کو غور سے دیکھا جو گہری سنجیدگی میں ڈوبا ہوا تھا۔

اب بتاؤ طاؤس کیا تم مجھ جیسی معمولی سی حیثیت کی لڑکی کو اپنے قابل سمجھتے ہو؟ طاؤس خاموش رہا۔ ماروی ڈر گئی۔

طاؤس ۔۔۔۔ بتاؤ نا؟ ۔۔۔۔ کیا تم مجھے اس قابل سمجھتے ہو؟ ۔۔۔۔ وہ بے چینی سے بولی۔

تمہیں یہ سب پہلے ہی بتا دینا چاہیے تھا۔۔۔۔ طاؤس سنجیدگی سے بولا۔

طاؤس ۔۔۔۔ وہ بے چینی سے کھڑی ہوگئی طاؤس بھی اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی وہ ماتھے پر بل لاکر بولا۔

مگر میرا خیال ہے کہ دیر تو اب بھی نہیں ہوئی ہے ۔۔۔۔ طاؤس نے کہا اور ماروی کی جان میں جان آئی۔

بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ تم کشمیر سے بھی نہیں بلکہ پرستان سے آئی ہو اور میرا دل اپنی مٹھی میں بند کر کے واپس اڑنا چاہتی ہو۔۔۔۔ تمہیں پتہ ہے میں تمہیں قید تو کر سکتا ہوں اڑنے نہیں دے سکتا۔۔۔۔ طاؤس شرارت سے بول رہا تھا۔

ماروی اس کے انداز پر چند لمحوں بعد ہنس پڑی۔ تم نے مجھے ڈرایا۔

اور تم نے بھی مجھے ڈرایا تھا۔۔۔۔ وہ پھر اسی لہجے میں بولا۔

کب ۔۔۔۔ وہ چونکی۔

تھوڑی دیر پہلے ۔۔۔۔ کہ طاؤس تم میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے تم کچھ بھی

نہیں۔۔۔۔طاؤس ماروی کے انداز میں ہی بولا۔

ماروی نہال ہوگئی، دوبارہ بیٹھ گئی اور آسمان کی طرف دیکھا چاند کی چودھویں رات تھی۔کتنا حسین تھا چاند۔۔۔۔مگر اس نے مسکرا کر طاؤس کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

مگر اے رات۔۔۔۔تمہارا یہ چاند میرے چاند سے زیادہ حسین تو نہیں۔۔۔۔

وہ دل میں مسکرا اٹھی۔طاؤس نے ایک کونے میں سے وہی رباب اٹھایا جو سلطان کی ذات کا خاصہ تھا، آدھی رات کو ماروی کی نیندیں اڑا دیتا تھا۔

طاؤس نے ساز چھیڑا اور بہت دیر تک وہ ساز بکھیرتا رہا آج وہ بہت خوش اور مطمئن دکھائی دے رہا تھا یہی ساز سن کر ماروی اپنا ہر غم ہر خوشی بھول جاتی تھی۔آج بھی وہ ساری دنیا کو بھول کر طاؤس کے بکھیرے ہوئے میٹھے ساز کو سن رہی تھی۔بہت دیر بعد جب طاؤس نے رباب رکھا تو ماروی بولی۔اب میں چلوں؟۔

نہیں۔۔۔۔اب تم نہیں جاؤ گی۔۔۔۔طاؤس اٹل لہجے میں بولا۔

طاؤس ابھی مجھے جانے دو۔۔۔۔تم بھی دن بھر بہت مصروف رہے ہو۔۔۔۔

اب آرام کرو۔۔۔۔میں چلتی ہوں۔وہ اسے سمجھاتی ہوئی بولی۔

مگر تمہارے جانے کے بعد مجھے نیند نہیں آئے گی۔وہ پھر شرارت سے بولا۔

مگر میرا اب اس گھر میں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔

کیوں؟۔۔۔۔طاؤس تیزی سے بولا۔

بعد میں جب لوگوں کو پتہ چلے گا تو۔۔۔۔ماروی نے بولتے بولتے طاؤس کو دیکھا تو اس کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ تھی۔

تو۔۔۔۔آگے بولو نا۔۔۔۔جملہ ادھورا کیوں چھوڑ دیا؟۔۔۔۔

ماروی گھبرا کر کھڑی ہوگئی۔بس میں جاؤں گی۔

اور اگر میں جانے نہ دوں تو۔۔۔۔طاؤس لہجے کو سنجیدہ بنا کے بولا۔

تو میں پولیس اسٹیشن فون کروں گی کہ مجھے اغوا کرلیا گیا ہے۔۔۔۔ماروی ایک ادا سے بولی۔

اچھا۔۔۔۔ طاؤس مصنوعی حیرت سے بولا اگر پولیس اسٹیشن کے انچارج نے کمپلین درج نہ کی تو۔۔۔۔ وہ سوچتے ہوئے بولا۔

کیوں نہیں کرے گا؟۔۔۔۔ ماروی کے چہرے پر مصنوعی حیرت تھی۔

بھئی میں بھی تو فون کروں گا کہ یہ دل کا معاملہ ہے اسے تھانے کا معاملہ مت بنائیں۔

وہ یہ بات مان لے گا۔۔۔۔ ماروی نے جلدی سے پوچھا۔

تمہارا کیا خیال ہے؟ طاؤس مسکراتے ہوئے بولا۔

میرا خیال ہے مجھے جانا ہے۔۔۔۔ وہ پھر جلدی سے بولی۔

کیا ضروری ہے؟۔۔۔۔ اس نے اب کی بار آہستہ سے پوچھا۔

بہت ضروری ہے۔۔۔۔ ماروی نے سادگی سے کہا۔

چلو میں تمہیں چھوڑ آؤں گا۔۔۔۔ طاؤس ہار مانتا ہوا بولا۔

تم مجھے اغوا تو نہیں کر لو گے؟۔۔۔۔ ماروی مزاحیہ انداز میں بولی۔

یہ کام تو میں بہت پہلے کر چکا ہوں۔۔۔۔ طاؤس نے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

ماروی بھی مسکرا اٹھی۔ تو پھر چلو۔

وہ ہاسٹل کے گیٹ پر اتری اور اسے خدا حافظ کہتی ہوئی گیٹ میں داخل ہو گئی۔ طاؤس نے مسکرا کر گاڑی کا رخ موسیٰ کے گھر کی طرف کر دیا اپنی زندگی کی بہترین خوشخبری اپنے دونوں بہترین دوستوں کو دینا چاہتا تھا کہ اس کی مجبوریوں کو سمجھنے والا اسے مل گیا ہے۔

ماروی اپنے کمرے میں پہنچی تو اس کے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے تھے وہ خدا کا جتنا بھی شکر ادا کرتی وہ کم تھا۔ زندگی نے جس چیز کی خواہش کی تھی وہ دامن میں پھولوں طرح آ گری تھی۔ زندگی سے کوئی شکوہ کوئی گلہ نہیں رہا تھا۔ آج وہ سچ مچ کی انارکلی تھی مگر اس کے راستے میں کوئی بادشاہ حائل نہیں تھا۔ تاج محل اس کا اپنا تھا جو محبت کی نئی یادگار بننے کو تڑپ رہا تھا اور سب سے بڑھ کر وہ شہزادہ اس کا اپنا تھا جو تخت طاؤس پر نہیں بلکہ ماروی کے ساتھ اس کی زمین پر آ بیٹھا تھا اور ماروی کی انگلیوں کے ساتھ ایک نئی تاریخ لکھ رہا

تھا۔ مٹی کے کچے آنگن میں خوشیاں برسات کی طرح برس رہی تھیں اور جلتی ہوئی زمین کو سیراب کر رہی تھی۔ ماروی کے قریب کوئی بھی نہیں تھا جسے وہ یہ سب بتاتی رات بہت ہو چکی تھی ورنہ وہ صدف کو فون کر کے اسے یہ ضرور بتاتی کہ اس نے اپنے دل کی گہرائیوں سے جو سچی دعا ماروی کے نام لکھی تھی وہ نہ صرف قبول ہو گئی تھی بلکہ زندگی بھر وفا نبھانے کے وعدے کے ساتھ عرصے سے ماروی کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

اس نے سلطان کے روپ میں اس کے بہت سے دکھ سنے تھے۔ اسفند کے روپ میں اس کے بے شمار قصیدے پڑھے تھے اور برسات کی راتوں میں جب پرندے بھی اپنے گھونسلوں میں دبکے بیٹھے ہوئے تھے وہ صرف ماروی کو ایک نظر دیکھنے کے لئے بارش اور سردی کی پرواہ کئے بغیر نکل آتا تھا۔

ماروی نے اس رات بہت عجیب سا خواب دیکھا۔ زینب، نور محمد، اجالا، روشنی اور کرن سب نے نئے اور قیمتی کپڑے پہن رکھے تھے سب کشمیر کے سب سے بڑے جھرنے کے پاس دم بخود کھڑے تھے طاؤس بہت دور سے بہت حسین سفید گھوڑے پر سوار آتا ہے اور نور محمد کے آگے جھک کر ماروی کو مانگتا ہے، نور محمد خوشی خوشی اس کا ہاتھ طاؤس کے ہاتھ میں دے دیتا ہے مگر زینب کا چہرہ اس لمحے زرد پڑ گیا تھا نہ جانے کیوں اس کے چہرے پر خوشی کے کوئی آثار نہیں تھے۔ ماروی بھی اس کی طرف دھیان نہیں دیتی اور طاؤس کے ساتھ اس وادی سے نکل آتی ہے۔

صبح اٹھ کر وہ بہت پریشان تھی۔ بھلا زینب اتنی پریشان کیوں تھی؟ کیا وہ ماروی کی خوشی میں خوش نہیں تھی؟ اور اگر زینب پریشان تھی تو ماروی سکون کا سانس کیسے لے سکتی تھی۔ پریشانی میں اس نے نہ تو صبح کا ناشتہ کیا اور نہ ہی صدف کو فون کیا۔ طاؤس کا بھی کوئی پتہ نہیں تھا بہت دیر تک وہ پریشان سوچوں کے ساتھ بیٹھی رہی۔

اسے طرح طرح کے خیالات ستا رہے تھے۔ خدا سب کی خیر کرے پیچھے سب ٹھیک ہو۔ دوپہر سے پہلے انیتا بھی آ گئی۔

ماروی اس سے لپٹ کر خوب روئی جانے کیوں رونے کو بے تحاشہ دل چاہ رہا تھا۔ انیتا نے مشکل سے اسے خاموش کرا دیا۔

تمہیں تو خوش ہونا چاہئے ماروی۔۔۔۔سب ٹھیک ہو گیا ہے۔۔۔۔اور تم رو رہی ہو۔۔۔۔انیتا پریشانی سے بولی۔

انیتا میں نے ادی زینب کو خواب میں دیکھا ہے وہ بہت پریشان تھی وہ میری خوشی میں خوش نہیں تھی۔اللہ رے میرے مولا۔۔۔۔میرے تینوں چاند ٹھیک ہوں۔۔۔۔ادا ٹھیک ہوں ماروی ہولتے ہوئے دعا کرنے لگی۔

سب ٹھیک ہوں گے ماروی۔تم فکر کیوں کرتی ہو؟۔۔۔۔جو میلوں دور بیٹھے ہیں ان کے لئے دعا ہی کی جا سکتی ہے وہ انشاء اللہ بالکل ٹھیک ہوں گے۔۔۔۔انیتا کے پاس تسلی کے سوا کچھ نہیں تھا۔

اللہ خیر کرئے۔۔۔۔میں عرصے سے داتا کے مزار پر نہیں گئی ہوں۔۔۔۔تم لے چلو گی مجھے۔۔۔۔گاڑی ہے نا تمہارے پاس؟۔وہ اپنی بات پر قائم تھی۔

بالکل ہے اور لے بھی چلوں گی۔مگر پہلے تم اپنی حالت ٹھیک کرو۔لگتا ہے آج بال بھی نہیں بنائے۔

انیتا اس کے بالوں کو ٹھیک کرتی ہوئی اپنائیت سے بولی۔۔۔۔

ماروی جو ہلکے فیروزی سوٹ میں ملبوس تھی صبح سے بالوں میں کنگھی بھی نہیں کی تھی۔

میں بس ٹھیک ہوں تم چلو۔۔۔۔وہ الجھتی ہوئی بالوں کا جوڑا لپیٹ کر بولی۔

ادھر طاؤس کی بھی یہی حالت تھی۔۔۔۔انیتا اچانک میٹھے لہجے میں بولی۔

طاؤس۔۔۔۔کیا ہوا اسے وہ ٹھیک تو ہے؟۔۔۔۔ماروی ہولتے ہوئے بولی نہ جانے کیوں دل چھوٹی چھوٹی باتوں پر ڈر رہا تھا۔

بالکل ٹھیک ہے مگر صبح سے وہ بہت مصروف ہے۔اگلے جمعے کو شادی ہے نواب صاحب کی۔۔۔۔انیتا نے اطلاعیہ انداز میں مسکرا کر کہا۔

طاؤس کی شادی۔۔۔۔کس سے؟۔۔۔۔ماروی خالی ذہن سے بولی۔

تم سے بدھو۔۔۔۔انیتا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا۔

مجھ سے۔۔۔۔

ہاں ۔۔۔ صبح سے نہ جانے کیا ہو گیا ہے ۔۔۔ وہ جانے کیسے کیسے انتظامات میں لگا ہے ۔۔۔ بہت مصروف ہے ۔۔۔ انیتا خوشگوار لہجے میں بولی۔

اتنی جلدی کیا ہے انیتا؟ ۔۔۔ ماروی نے تیزی سے کہا۔

ماروی ۔۔۔ انیتا حیرت سے بولی۔

نہ جانے میرا دل کیوں ڈر رہا ہے؟ ۔۔۔ انیتا تم مجھے یہاں سے لے چلو۔

کہاں؟

کہیں بھی ۔۔۔ یہاں میرا دل بہت ڈر رہا ہے ۔۔۔

اچھا میری طرف چلو ۔۔۔ موسیٰ بھی تم سے ملنا چاہ رہا ہے ۔۔۔ اگر تم ہمیں اپنا سمجھو تو موسیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ہم اپنے گھر سے طاؤس کے ساتھ رخصت کریں ۔۔۔ انیتا مسکراتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

بھلا اتنی جلدی شادی کیسے ہو سکتی ہے؟ ۔۔۔ ماروی پریشانی سے بولی۔

کیوں ماروی؟ ۔۔۔ یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ ۔۔۔

پتہ نہیں انیتا کیوں دل اس قدر ڈر رہا ہے جیسے کچھ غلط ہو جائے گا ۔۔۔ پتہ نہیں کیا ۔۔۔ وہ سر جھکا کر بولی۔

اپنوں سے دور ہونا ۔۔۔ کوئی بھی قریب نہیں ہے ۔۔۔ شاید اس لئے پریشان ہو ۔۔۔ انیتا اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔

ہاں شاید پتہ نہیں ۔۔۔ تم بس مزار پر لے چلو ۔۔۔

اچھا چلو ۔۔۔ تم واقعی بہت پریشان لگ رہی ہو ۔۔۔

پریشانی والی بات ہے انیتا ۔۔۔ جب ادی خوش ہوتی ہے تو میں بھی خوش ہوتی ہوں اور اگر ادی اداس ہو تو یہ اچھا شگون نہیں تھا۔

انیتا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اس لمحے ماروی کو دقیانوسی خیال کر رہی تھی۔

اچھا چلو ۔۔۔ سامان بھی لے لو ۔۔۔ وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

نہیں پھر لے جاؤں گی ۔۔۔ تم چلو ۔۔۔ ماروی نے انکار کر دیا۔

وہ دونوں مزار پر آ گئیں اور بھیڑ میں سے ہوتی ہوئی مزار تک جا پہنچیں ماروی نے بہت ٹوٹ کر دعا مانگی تھی وہ سب کی ہی تو خیر چاہتی تھی۔

زینب کے تینوں چاند، نور محمد اور سب سے بڑھ کر طاؤس کی سلامتی کی دعائیں مانگتے مانگتے اس کی آنکھیں اور گال تر ہو گئے۔ بے شک کہ زندگی نے خوشیوں سے جھولی بھر دی تھی۔ مگر اب اس میں کسی بھی بری خبر کو سننے یا کسی کو کھونے کا حوصلہ نہیں رہا تھا۔ اسے اپنے لئے نہیں سب کچھ دوسروں کے لئے چاہئے تھا۔ اپنی سلامتی کی دعا مانگنی تو وہ عرصے سے بھول چکی تھی۔ اپنوں کے لئے ان کی سلامتی کے لئے دعا مانگتی مانگتی وہ نڈھال ہو گئی۔

میرے ادا کی خیر کرنا۔۔۔۔ میں تو شاید اس قابل نہیں ہوں مگر تو میرے مولا سے میرے اپنوں کی خیر کی دعا کرنا میری ننھی پریاں سلامت رہیں وہ ٹھیک ہوں ان کے حصے کے دکھ اور تکلیف مجھے مل جائیں۔ دعا کے علاوہ ان کی بدنصیب ماسی ان کے لئے کر بھی کیا سکتی ہے؟۔۔۔۔ بہت دیر میں دل کا غبار کم ہوا تو وہ آنسو پونچھ کر اور خیرات کر کے واپس آ گئی۔

بس کرو ماروی، شکر ادا کرنے کا دن ہے اور تم رو رہی ہو؟۔۔۔۔ انیتا واپسی پر کہہ رہی تھی۔

شکر تو میں بہت ادا کرتی ہوں انیتا۔۔۔۔ مگر اور کوئی بھی تو ہیں جن سے دل کے رشتے بندھے ہیں۔۔۔۔ ماروی نے سادگی سے کہا۔

طاؤس تمہارا ہو جائے گا تو تم دنیا کا ہر خوف غم بھلا دینا، اس کے ساتھ کشمیر جانا، کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔۔۔۔ وہ اسے سمجھانے لگی۔

ماروی دھیرے سے مسکرائی۔

واپس جانے کا راستہ اگر اتنا آسان ہوتا تو اتنی کم ہمت تو ماروی بھی نہیں تھی کہ واپس نہ جا سکتی۔

کیا وہ بہت سخت لوگ ہیں۔۔۔۔ انیتا نے سوال کیا۔

آن پر جان دینے والے سخت ہی ہوتے ہیں۔۔۔۔ اور پھر پہاڑوں میں رہ کر تو

ان کے سینے میں موجود دل بھی پہاڑوں کی طرح سخت ہو جاتے ہیں۔۔۔۔ ماروی گاؤں کے لوگوں کو یاد کرتی ہوئی بولی۔

تم مجھے ہاسٹل چھوڑ دو۔۔۔۔۔ وہ رک کر بولی۔

انیتا اسے ہاسٹل چھوڑ گئی اور شام میں پھر آنے کا کہہ کر گھر واپس آ گئی۔

طاؤس شام کو تھک ہار کر گھر واپس آیا اس کا ارادہ تھا کہ وہ فریش ہو کر ماروی سے ملنے ضرور جائے گا اس نے ماروی کو بہت کچھ بتانا تھا اپنی آج کی سارے دن کی کارکردگی سنانی تھی یہ بات بتانا چاہتا تھا کہ اس نے طہماس کے بیٹے کی واپسی کے لئے مقدمہ کر دیا ہے۔ بہت جلد اچھی خبر سننے کو ملنی تھی ان کی شادی سے پہلے وہ بیلا کو ایک بڑی ہار دینے والا تھا کہ ہاشمی صاحب نے آ کر بڑی انہونی اطلاع دی۔

کون پلوشہ۔۔۔۔ وہ کیا کرنے آئی ہے یہاں؟ طاؤس ماتھے پر بل لا کر بولا۔

بیٹا اس کی حالت بہت عجیب سی ہے بہت پریشان اور ڈری ہوئی لگ رہی ہے تم دیکھ ضرور لو وہ تم سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ میرا خیال ہے سننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاشمی صاحب رسانت سے بولے تھے۔

طاؤس ان کی باتیں سن کر باہر نکل آیا وہ بیلا کی چھوٹی بہن پلوشہ مراد تھی جو عادات و اطوار میں اپنی بڑی بہن جیسی تھی۔ اس وقت وہ اپنی حالت سے بہت مختلف نظر آ رہی تھی وہ ہمیشہ بہترین لباس اور جدید طرز کے فیشن سے پر نظر آتی تھی۔ مگر آج نہ صرف وہ بڑی سی چادر میں ملبوس تھی بلکہ بہت مختلف بھی نظر آ رہی تھی۔

وہ طاؤس کو دیکھتے ہی اس کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

یہ کیا کر رہی ہو تم؟ طاؤس نے فوراً اسے اٹھالیا۔

ادھر بیٹھو ایک کرسی پر اسے بٹھا کر طاؤس اس کے قریب بیٹھ گیا۔

کیا ہوا؟۔۔۔۔ اس نے ماتھے پر بل ڈال کر سوال کیا۔

طاؤس میں معافی کے قابل تو نہیں مگر پلیز مجھے معاف کر دو۔۔۔۔ پلیز۔۔۔۔ اس کی آنکھوں میں بات کرتے کرتے آنسو بھر آئے اس کا چہرہ جھکا ہوا تھا۔

کیا کہنا چاہتی ہو کھل کر کہو۔۔۔۔ طاؤس اسی لہجے میں بولا۔

ہم سب گناہ گار ہیں۔ ہم سب کو سزا ملنی چاہئے۔۔۔۔ وہ پھر بولی۔

پلوشہ ٹھیک طرح سے بتاؤ آخر کیا بات ہے پہیلیاں مت بجھواؤ۔

مجھے اپنے کئے کی سزا مل گئی ہے جب سے طہماس مرا ہے میں ایک رات بھی سکون سے نہیں سو سکی میں اچھی طرح جانتی تھی کہ اس رات شفقت اور بیلا نے مل کر طہماس کو راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ وہ نظریں نیچی کیے نم لہجے میں بول رہی تھی۔

طہماس کا نام آتے ہی طاؤس کے ہاتھوں کی رگیں پھول گئیں وہ بیلا کی بات غور سے سن رہا تھا۔

میں جانتی تھی کہ نیند آور گولیوں کی بڑی ڈوز سے طہماس کو مارنے والے ہیں یہ بھی جھوٹ تھا کہ وہ صبح واپس آیا تھا۔ وہ تو رات کو ہی واپس آ گیا تھا اور تبھی بیلا نے اسے وہ گولیاں دودھ میں گھول کر پلا دی تھیں۔ وہ پھر رک گئی پلو سے آنسو صاف کرنے لگی نظریں اب بھی نیچی تھیں۔

پھر۔۔۔ طاؤس کے منہ سے نکلا۔

اس وقت مجھے اس سنگین جرم کا احساس نہیں تھا۔۔۔ میں بس خوش تھی میری بہن کوئی زیڈ کی آدھی جائیداد کی مالک ہونا تھا یہ میرے لئے خوشی کی بات تھی وہ میری بہن ہے طاؤس۔۔۔ مگر سچ بتاؤں اس سب میں بیلا کا بھی قصور نہیں ہے۔۔۔ شیطان فطرت تو وہ فرقان شفقت ہے۔۔۔ جو اپنے نام کے بالکل برعکس ہے۔ سارے پلان وہ بناتا ہے اور ہم سے عمل کرواتا ہے۔ وہ پھر رکی اور طاؤس کو دیکھنے لگی۔

طاؤس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی وہ پھر گویا ہوئی۔ اور پھر طہماس مر گیا، ہم خوش تو تھے مگر اسی دن سے میرے دل میں اس قتل کا احساس بیٹھ گیا نہ جانے کس کی بددعا لگی کہ میرے دل کا سکون رات کا چین حرام ہو گیا تم نہیں جانتے راتوں کو میں سو نہیں سکتی مجھے لگتا ہے کہ طہماس آئے گا اور سب سے پہلے مجھے قتل کر دے گا کیوں کہ میں راز دار تھی سب جانتی تھی میں نے بیلا کو آہستہ آہستہ سمجھایا۔ مگر وہ بھی شفقت کے رنگ میں رنگی ہے۔ وہ کٹھ پتلیوں کی طرح اس کے اشارے پر ناچتی ہے طہماس کا بیٹا پیدا ہوا مگر

وہ نہیں بدلی۔ ماں بن کر بھی وہ نہیں بدلی۔ طاؤس میں نے اسے سمجھایا اور پھر جب میں نے انھیں دھمکی دی کہ میں یہ سب پولیس کو بتادوں گی تو انھوں نے مجھے میرے ہی گھر میں قید کردیا۔ وہ بولتے بولتے روہانسی ہوگئی۔

کیا۔۔۔۔طاؤس نے حیرت سے کہا۔

ہاں۔۔۔۔آج میں بڑی مشکل سے وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوئی ہوں ۔۔۔۔اب میں یہ بوجھ مزید دل پر نہیں رکھ سکتی۔۔۔۔ مجھے اگر دوبارہ کسی طرح اس گھر تک جانے کا موقع ملے تو میں وہ ثبوت لاسکتی ہوں جس کی مدد سے دنیا کی ہر عدالت میں انھیں قاتل ثابت کرسکتی ہوں۔۔۔۔ وہ آہستہ سے بولی۔

کیا تم سچ کہہ رہی ہو۔۔۔۔ پلوشہ تم سچ کہہ رہی ہو؟۔ طاؤس اچانک تیزی سے بولا۔

ہاں طاؤس وہ ثبوت مل جائیں تو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہوسکتی۔ میں بھی بیان دے سکتی ہوں مگر میرے بیان کی کوئی اہمیت نہیں ہے وہ پریشانی سے بول رہی تھی۔

کیوں؟۔۔۔۔طاؤس نے چونک کر پوچھا۔

اس لئے کہ وہ لوگ تین ماہ سے اپنے ایک دوست ڈاکٹر سے میرا علاج کروار ہے ہیں۔ نفسیاتی ڈاکٹر مجھے آسانی سے پاگل ثابت کردے گا۔ مگر خدا کی قسم میں پاگل نہیں ہوں۔۔۔۔ ہاں اگر طہماس کے قاتلوں کو سزا نہ ملی تو میں ضرور پاگل ہوجاؤں گی۔۔۔۔ اس کے آنسو پھر رواں ہوگئے طاؤس کے لئے آج کا دن بہت کرموں والا تھا اس نے قریب بیٹھے ہاشمی صاحب کو مسکرا کر دیکھا۔

دیکھا انکل میرا صبر اور اوپر والے کا انصاف۔۔۔۔

ہاں بیٹا اوپر والا انصاف کے لئے یوں ہی تو نہیں بیٹھا۔۔۔۔ وہ اس کے کاندھے کو تھپتھپاتے ہوئے بولے۔

طاؤس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا ایک طرف اس کی چاہت اسے مل گئی تھی اور دوسری طرف طہماس کے بیٹے کے ساتھ ساتھ اس کی زندگی کا مشن بھی پورا ہونے والا تھا۔ طہماس کے قاتلوں کو سزا مل جاتی تو اس کے لئے یہ زندگی کا بہت بڑا سکھ تھا۔

پلوشہ تم نے یہاں آ کر مجھ پر احسان کیا ہے۔ایک طرف مجھے میری چاہت مل گئی جس سے میں شادی کرر ہا ہوں اور دوسری طرف میری قسم بھی پوری ہو رہی ہے۔۔۔۔وہ نہال ہوتا ہوا بولا۔

تمہاری شادی ۔۔۔۔اچھا۔۔۔۔ بہت مبارک ہو۔۔۔ پلوشہ آنسو پونچھ کر بولی۔

شکریہ۔۔۔۔

کون ہے وہ خوش قسمت جو تم جیسے اچھے انسان کی بیوی بنے گی۔اس کے لئے تو آسمان سے ستاروں کی بارات اترنی چاہئے۔۔۔۔سچ طاؤس میں نے ہمیشہ تمہیں اتنا اچھا پایا ہے کہ مجھ جیسی بدذات لڑکی دعا تو کر ہی سکتی ہے کہ اگر جنم کی کوئی روایت ہو تو ہر جنم میں میری تم جیسے شخص سے ملاقات ضرور ہو۔۔۔۔وہ سادہ سے لہجے میں بول رہی تھی۔

ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔۔بس تم نے اچھی زندگی کی طرف قدم بڑھا دیا ہے برے لوگوں کا راستہ چھوڑا ہے تو میں تمہاری ہر طرح سے مدد کروں گا۔۔۔۔بیلا کا بدلہ تم سے نہیں لوں گا۔۔۔۔تم جب تک چاہو اس گھر میں رہ سکتی ہو۔۔۔۔طاؤس نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

بہت احسان ہے تمہارا۔۔۔۔مگر یہ تمہیں اور تمہاری ہونے والی بیوی کو مبارک ہو۔۔۔۔ذوبار یہ کو مبارک ہو۔۔۔۔مجھے اگر زندہ رہنے کا موقع ملا تو ایک بہتر زندگی کی تلاش میں کسی اور شہر میں جا کر کروں گی۔۔۔۔اس شہر نے مجھے اور میں نے اس شہر کو بہت برداشت کر لیا۔۔۔۔وہ آہستہ آہستہ بولی۔

جیسی تمہاری مرضی مگر وہ ثبوت تم کیسے لاؤ گی جوان کے پاس موجود ہے؟۔۔۔۔ جس سے طہماس کے قتل کو ثابت کیا جا سکے۔۔۔۔وہ پوچھنے لگا۔

بس جس وقت وہ دونوں گھر میں موجود نہ ہوں تو میں آسانی سے وہ ثبوت لا سکتی ہوں۔۔۔۔اور یہ تمہارا کام ہے کہ تم اس بات کی اطلاع رکھو کہ کس وقت وہ دونوں کچھ زیادہ وقت کے لئے اپنے گھر سے باہر رہتے ہیں۔۔۔۔

مگر یہ کس قسم کا ثبوت ہے۔۔۔۔اس نے سوال کیا۔

ان دونوں بلکہ ہم تینوں کو ہی شروع سے ڈائری لکھنے کی عادت ہے انھوں نے طہماس کے قتل کی ایک ایک تفصیل اس ڈائری میں اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی ہے ان کا لکھا ان کے لئے موت اور میرے لئے آزادی بن جائے گا۔

ہنہ۔۔۔۔طاؤس نے لمبا ہنکارا بھرا۔

جیسی بہن میں نے دیکھی ہے خدا ایسی بہن کسی کو نہ دے۔۔۔۔ پلوشہ بولتے بولتے پھر رونے لگی۔

بس کرو پلوشہ صبر کرو۔۔۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔طاؤس نے اسے تسلی دی اور ہاشمی صاحب کی طرف مڑا۔

انکل آپ پلوشہ کو لے جائیں۔۔۔۔ چوکیدار کو سختی سے ہدایت کر دیں کہ بہت الرٹ رہنے کی ضرورت ہے اور یہاں پلوشہ کو ماروی کے کمرے میں ٹھہرا دیجئے۔

ہاشمی صاحب نے سر اثبات میں ہلایا، مگر پلوشہ چونک اٹھی۔

ماروی۔۔۔۔کون ماروی؟۔۔۔۔

ماروی۔۔۔۔ میری ہونے والی بیوی۔۔۔۔ ٹی زیڈ ہاؤس کی بہو۔۔۔۔ طاؤس پہلی بار مسکرا کر بولا۔

اوہ۔۔۔۔پلوشہ سادگی سے بولی۔

کیوں تم نے کیوں پوچھا؟۔۔۔۔

ایسے ہی۔۔۔۔ دراصل میری بھی ایک کالج فرینڈ کا نام ماروی تھا۔ مگر اب سوچتی ہوں ان دنوں میں کتنی نادان تھی۔

طاؤس مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

اس ایک نام سے ان دنوں کی یاد تازہ ہو گئی بہت حسین لڑکی تھی بہت اونچے خیالات کی مالک۔۔۔۔ماروی۔۔۔۔اس کے لہجے میں طنزیہ مسکراہٹ عود آئی۔

اچھا اب تم آرام کرو کھانے پر بات ہو گی۔۔۔۔طاؤس اٹھتا ہوا بولا۔

ہاں طاؤس تمہارا بہت شکریہ۔۔۔۔تم بہت اعلیٰ ظرف انسان ہو۔۔۔۔ ورنہ یہ سب کچھ جاننے کے بعد کہ میں اس قتل میں برابر کی شریک رہی ہوں۔۔۔۔شاید تم میری

شکل دیکھنا گوارا نہ کرتے ۔۔۔مگر ایسا نہ کر کے تم نے اپنا اونچا خاندان اور اونچا ظرف ظاہر کیا ہے۔۔۔

ایسا صرف اس لئے ہے پلوشہ کہ میں نے زندگی بھر اگر بہت کچھ کھویا ہے تو بہت کچھ پایا بھی ہے۔۔۔اس کی نظروں میں ماروی کا روشن چہرہ گھوم گیا۔

جواباً پلوشہ مسکرا کر ہاشمی صاحب کے ساتھ اپنا بیگ لے کر اس کمرے میں آ گئی جہاں ماروی کا قیام تھا۔

رات کے کھانے کے بعد وہ طاؤس سے کچھ بات کرنا چاہتی تھی تو ہاشمی صاحب نے بتایا کہ وہ موسیٰ کے گھر سے ابھی واپس آیا ہے اور اپنے کمرے میں جا چکا ہے ہاشمی صاحب اسے طاؤس کے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر طاؤس کے کمرے میں آ گئے۔

طاؤس باہر آیا تو پلوشہ ماروی کی اس تصویر کے سامنے کھڑی تھی جو طاؤس نے آج صبح ہی اس کمرے میں لگوائی تھی وہ ماروی کو ہر پل اپنی نظروں کے سامنے دیکھنا چاہتا تھا اسی لئے آج ہی اس نے اپنے آفس کے ساتھ ساتھ اس کمرے میں بھی ماروی کی بہت حسین پورٹریٹ لگوائی تھی۔ پلوشہ کی نظریں اس تصویر سے ہٹ کر طاؤس کی طرف گئیں اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

طاؤس۔۔۔میں اپنے کالج کی جس فرینڈ ماروی کا ذکر کر رہی تھی وہ یہی ہے۔ لگتا ہے اس نے ماڈلنگ شروع کر دی ہے شاید بے چاری کو کوئی کروڑ پتی نہیں ملا۔۔۔ چلو کروڑ پتی نہ سہی کروڑ پتی کا ڈرائنگ روم سہی۔۔۔پلوشہ بولتی جا رہی تھی۔

طاؤس کے چہرے پر بل پڑ گئے۔

تم اسے جانتی ہو؟۔۔۔وہ مختصراً بولا۔

بھئی یہ میری بہت اچھی دوست تھی۔۔۔ماروی۔۔۔کشمیر کی رہنے والی تھی شہر میں کسی موٹے مرغ کی تلاش میں آئی تھی۔ ویسے بہت حسین چیز تھی۔۔۔اسے دیکھ کر ایک پل کو انسان پلکیں جھپکنا بھول جائے اور بہت غرور تھا اسے اپنے حسن پر۔۔۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس شہر کی سب سے اونچی ہستی کو اپنے قدموں میں جھکائے گی۔۔۔ شاید کامیاب نہ ہو سکی۔۔۔تبھی تو تصویروں میں سج کر لوگوں کے ڈرائنگ رومز میں آ

بجی۔۔۔۔پلوشہ بول رہی تھی۔

طاؤس کے ساتھ ساتھ ہاشمی صاحب کے چہرے کا رنگ بھی اڑ گیا تھا۔اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا کشمیر کے نام سے اس کا دل کٹ سا گیا تھا۔

وہ بمشکل بولا۔

یہ۔۔۔۔یہ تو ماروی ہے میری ہونے والی بیوی۔۔۔

کیا۔۔۔۔پلوشہ ایک دم کھڑی ہوگئی جیسے اسے کسی بچھو نے کاٹا ہو۔

تم اس سے شادی کر رہے ہو؟

ہاں۔۔۔۔طاؤس کے منہ سے مختصراً نکلا۔

یہ۔۔۔۔یہ تو۔۔۔۔۔وہ پریشانی کے انداز میں ٹہلنے لگی۔

یہ کیا؟۔۔۔۔پلوشہ۔۔۔۔۔رکو مت۔۔۔۔۔سب سچ بتاؤ طاؤس سنگین لہجے میں بولا اس کا چہرہ سخت تھا۔

طاؤس یہ۔۔۔۔کسی بیلا سے کم نہیں ہے۔۔۔۔حسین روپ اور انوکھے انداز دکھا کر یہ بھی وہی کرنے والوں میں سے ہے جو بیلا یا میں نے کیا۔۔۔۔خدا کی قسم طاؤس میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔۔۔اس کی آنکھوں میں بولتے بولتے نمی تیر گئی تھی۔

ایسا مت کہو۔۔۔۔شاید تم بھول کر رہی ہو۔۔۔۔طاؤس نے اسے بازو سے پکڑا اور ماروی کی تصویر کے قریب لے آیا۔غور سے دیکھو۔۔۔۔یہ تمہاری ماروی نہیں میری ماروی ہے۔۔۔۔غور سے دیکھو پلوشہ غور سے۔۔۔۔وہ پاگلوں کے سے انداز میں بول رہا تھا۔قریب کھڑے ہاشمی صاحب کا دل اس کی یہ حالت دیکھ کر درد سے بھر آیا۔ ایک بار پھر زندگی کھیل تماشے دکھانے میں مصروف تھی اور ان کھیل تماشوں میں ان کے بہت اپنے شامل تھے۔طاؤس کے سب زخم ہرے ہو رہے تھے۔

پلوشہ نے اپنا بازو چھڑایا اور ماروی کی تصویر پر نظر ڈال کر دوبارہ بولی۔یہ وہی ماروی ہے جو میری بہت اچھی دوست ہوا کرتی تھی۔۔۔۔کالج میں مجھ سے زیادہ اس کے عشق کے چرچے مشہور تھے۔۔۔۔بہت ناز تھا اسے اپنے حسن پر۔۔۔۔

غلط کہہ رہی ہو تم۔۔۔۔وہ کوئی اور ہوگی۔۔۔۔وہ بے بسی سے دبتے لہجے میں

بولا۔ اندر لاوا سا پکنے لگا اب اس آگ میں کون کون جلے گا اسے خود بھی معلوم نہیں تھا۔

یا خدا تو اس سچے انسان سے کس قسم کا بدلہ لے رہا ہے؟ ---- پلوشہ نے آنکھوں میں آنسو بھر کر طاؤس کو دیکھا کم از کم میں ایک اور بیلا اس گھر میں نہیں دیکھ سکتی۔ مگر اگر تم اس سے محبت کرتے ہو تو میں تمہیں نہیں روکوں گی۔ ہاں مگر اب تمہیں بیلا کو سزا دلوانے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا میری بہن سمجھ کر اسے معاف کر دینا اس کے کیئے کی سزا خدا اسے کبھی نہ کبھی ضرور دے گا ---- ویسے بھی اب تو بات ہی بدل گئی ہے۔ وہ کف افسوس ملتی ہوئی بے چینی سے طاؤس کے بالکل سامنے کھڑی تھی۔

ہاں مجھے یاد آیا، میں اپنے بیگ میں دیکھتی ہوں شاید وہ البم موجود ہو جسے دیکھ کر تمہیں میری باتوں پر یقین آ جائے گا ---- پلوشہ یاد کرتے ہوئے بولی اور کمرے سے نکل گئی۔

طاؤس اپنی جگہ بیٹھ گیا اس کے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ گرم ریگستان کی جھلساتی ریت کے بگولے میں گول گول گھوم رہا تھا اور وہ بگولہ اسے چھوڑنے پر تیار ہی نہ تھا۔ طاؤس کو اپنی ہڈیاں تک دکھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کے اعصاب بری طرح تن گئے تھے وہ بہت برداشت کر رہا تھا کہ ایک غیر لڑکی کے سامنے اس کی ہمت متزلزل نہ ہو مگر اس کے چہرے سے کوئی بھی اندر اٹھنے والے طوفان کا اندازہ کر سکتا تھا وہ اپنی جگہ بت بنا بیٹھا تھا۔

ہاشمی صاحب نے اس کی تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے سوچا کہ اس وقت موسیٰ کو بلوانا چاہیئے وہ فوراً موسیٰ کو فون کرنے کے لئے کمرے سے نکل گئے۔

پلوشہ جب واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں چند تصویریں تھیں وہ اس نے طاؤس کی طرف بڑھا دیں، طاؤس نے وہ تصویریں دیکھیں تو بجلی کڑکی آندھی آئی اور پھر طوفان بھی آ گیا ایسا پر زور طوفان کہ اس طوفان میں ہر چیز تہس نہس ہو رہی تھی۔

طاؤس کو دنیا میں چاروں طرف آگ لگی ہوئی محسوس ہوئی۔ اتنی بے بسی زندگی میں کبھی بھی تو نہیں ہوئی تھی۔

ماروی ان تصویروں میں کہیں شفقت کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھی کہیں

نیلا کے ساتھ کہیں پلوشہ کے ساتھ اور کہیں دوسرے لوگوں کے ساتھ اور کئی جگہ تو وہ بہت سے لوگوں کے بہت قریب دکھائی دے رہی تھی لباس وہی نیلا تھا جو طاؤس کو ماروی پر بے تحاشا اچھا لگتا تھا۔ طاؤس نے وہ تصویریں میز پر دے ماریں اس کے چہرہ سوج گیا تھا۔

مجھے اس وقت بہت افسوس ہو رہا ہے کاش میں اس وقت یہاں نہ آتی یا تو بہت پہلے آ جاتی یا پھر تمہاری شادی کے بعد آتی یا پھر نہ ہی آتی شاید میں بہت غلط وقت پر آ گئی ہوں۔۔۔۔وہ اطمینان سے بیٹھتی ہوئی بول رہی تھی۔

طاؤس خاموش تھا اور پلوشہ اس کے سامنے ہی سر جھکائے بیٹھی تھی۔ ایسا گہرا سناٹا تھا کہ خاموشی کو بھی آرام سے نگل رہا تھا اس قدر بھیانک خاموشی طاؤس نے آج تک نہیں دیکھی تھی۔ شاید کبھی ایسا زخم بھی تو نہیں کھایا تھا۔

نہیں پلوشہ تم بہت ٹھیک وقت پر آئی ہو۔۔۔۔وہ عجیب سے لہجے میں بولا تھا۔

میں جانتی ہوں کہ تمہارا دل کس قدر دکھا ہے۔۔۔۔کس قدر سچائی سے تم نے اسے چاہا۔۔۔۔نہ جانے تمہارے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے۔۔۔۔میں یہ سب برداشت نہیں کر سکتی۔۔۔۔میرا دل چاہ رہا ہے میں یہاں سے کہیں دور چلی جاؤں وہ بے چینی سے بول رہی تھی۔

تم جاؤ اور اپنے کمرے میں آرام کرو صبح میں اور تم تمہارے گھر جائیں گے۔۔۔ نیلا اور شفقت طہماس کے بیٹے کے مقدمے کے سلسلے میں وکیل سے ملنے جائیں گے۔۔۔تم گھر میں داخل ہو کر وہ ثبوت لے آنا۔ طاؤس مشینی انداز میں بول رہا تھا۔

اچھا۔۔۔۔میں چلتی ہوں۔۔۔۔تم بھی آرام کرو۔۔۔۔وہ طاؤس کو دیکھتی ہوئی بولی اور کمرے سے نکل آئی۔

طاؤس کا ذہن پلوشہ کی ایک ایک بات کا موازنہ کر رہا تھا اور ماروی کے جھوٹ پر دل پیچ و تاب کھا رہا تھا میں تمہیں ہرگز معاف نہیں کروں گا ماروی اب کی بار تم مجھے دھوکہ دے کر بچ نہیں سکو گی۔ وہ زیر لب بولا۔

بہت دیر گزر گئی وہ نہ جانے کیا کیا سوچتا رہا۔ موسیٰ اس کے کمرے میں داخل ہوا۔۔۔۔اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔

یہ سب کیا ہے طاؤس ۔۔۔۔ وہ اس کے قریب آ کھڑا ہوا ۔۔۔۔ میز پر سے تصویریں اٹھا کر دیکھیں تو پلکیں جھپکنا بھول گیا۔

ہم پھر دھوکہ کھا گئے مگر وقت سے پہلے سنبھل گئے ہیں ۔۔۔۔ ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا ۔۔۔۔ طاؤس سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

میں یہ بات ہرگز نہیں مان سکتا۔ وہ ایسی نہیں ہے ۔۔۔۔ اور پھر میں پلوشہ کی باتوں پر اعتبار نہیں کر سکتا۔ ماروی ایسی نہیں ہے ۔۔۔۔ جھوٹی ہیں یہ تصویریں ۔۔۔۔ اور بکواس کرتی ہے وہ ۔۔۔۔ تم اعتبار کرو ۔۔۔۔ میں نہیں کروں گا ۔۔۔۔ موسیٰ بے یقینی کی کیفیت میں بول رہا تھا۔

موسیٰ جذباتی بن کر مت سوچو ۔۔۔۔ اب اگر ہم دھوکہ کھا ہی گئے ہیں تو قبول کر لینے میں کیا حرج ہے۔ یہ تصویریں اس کی اہلیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ بھلا پلوشہ کو کیسے پتہ کہ اس کا تعلق کشمیر سے ہے؟ یہ حقیقت تو صرف میں تم یا انیتا ہی جانتے ہیں نا ۔۔۔۔ اور ہمیں بھی یہ باتیں کل ہی پتہ چلی ہیں۔

طاؤس سنگین سے لہجے میں بول رہا تھا اور موسیٰ کو اس کا عجیب لہجہ بہت پریشان کر گیا۔ سب کچھ برباد ہو جائے گا اب شاید دنیا میں کوئی کسی پر اعتبار نہیں کرے گا کوئی کسی کے لئے چھوٹے چھوٹے حسین کھیل نہیں کھیلے گا جو ہم نے گھنٹوں بیٹھ کر ماروی کے لئے ترتیب دیئے تھے موسیٰ آج میرا دنیا پر سے اعتبار اٹھ گیا ہے۔ شاید آج کے بعد میں تم پر بھی اعتبار نہ کروں ایسا ہو تو مجھے الزام مت دینا ۔۔۔۔ طاؤس ایسے تلخ لہجے میں بول رہا تھا کہ موسیٰ خوفزدہ ہو گیا وہ پھنکارتا ہوا تصویریں لے کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

موسیٰ اسے حوصلہ دینا چاہتا تھا مگر خاموشی سے واپس آ گیا اسے خود یہ سب یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا مگر سچائی سے کون منہ موڑ سکتا تھا۔

ہاشمی صاحب جانتے تھے کہ رات بھر طاؤس کے کمرے کی لائٹ جلتی رہی تھی پورے ٹی زیڈ ہاؤس پر عجیب سی خاموشی طاری تھی۔ انوکھا سا سناٹا تھا صبح ہی صبح طاؤس نے انیتا کو فون کر کے کہا۔ کہ وہ ماروی سے کچھ کہے بغیر اسے ٹی زیڈ ہاؤس لے آئے

اور انیتا نے ایسا ہی کیا وہ خود رات بھر سے پریشان تھی ان دونوں کے دکھ [illegible] میں

برابر کی شریک رہی تھی ماروی کے بہت قریب اور ان تمام سلسلوں میں طاؤس کے ساتھ رہی تھی جن کو موسیٰ کرتا تھا اور عمل کے لئے ان دونوں کو انیتا کی ضرورت ہوتی تھی ۔ وہ بہت نرم دل کی اور محبت کرنے والی لڑکی تھی ۔ جب سے موسیٰ نے آ کر اسے سب کچھ بتایا تھا اس کی نیند اڑ گئی تھی ۔ رات گئے وہ لوگ سوئے تھے کہ صبح ہی صبح طاؤس کا فون آ گیا ۔

انیتا فوراً تیار ہو کر ہاسٹل آ گئی ۔ ماروی اسے صبح ہی صبح دیکھ کر حیران رہ گئی ۔ ماروی جو خود کل تک اداس تھی اب اس نے صبر کر لیا تھا جو دور تھے اس کی پہنچ سے دور تھے ان کے لئے سوائے دعا کے وہ بھلا اور کیا کر سکتی تھی طاؤس سے ملاقات نہ ہوئی تھی ۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ آج وہ طاؤس سے ملنے جائے گی انیتا کے آنے سے پہلے اس کا دل چاہ رہا تھا کہ آج وہ طاؤس سے ڈھیر ساری باتیں کرے، مستقبل کے منصوبے بنائے اور بہت اچھی اچھی باتیں کر کے طاؤس کے مسکراتے ہوئے حسین چہرے کو بہت دیر تک دیکھتی رہے ۔

جب انیتا نے اسے بتایا کہ طاؤس نے اسے بلوایا ہے تو ماروی فوراً تیار ہو گئی ۔ طاؤس کے پسندیدہ سفید رنگ کے لباس میں سفید ہلکی پھلکی جیولری پہن کر ہلکے سے میک اپ میں وہ بہت شاندار لگ رہی تھی انیتا نے اپنے کسی انداز سے ظاہر نہیں ہونے دیا کہ دنیا پلٹ چکی ہے ۔

سچ بتاؤ تو میں خود طاؤس سے ملنا چاہ رہی تھی اس لئے چلی آئی ورنہ اتنی صبح ..... ویسے اتنی صبح طاؤس کو کیا سوجھی؟ ماروی طاؤس کے کمرے کی طرف جاتی ہوئی اشتیاق سے پوچھ رہی تھی ۔

پتہ نہیں ..... انیتا نے کندھے اچکائے موجودہ حالت پر یقین کرنا خود اس کے لئے بھی مشکل تھا ۔

اچھا تو طاؤس کو شادی کی بات کرنی ہے .....! وہ سوچنے لگی انیتا کے الفاظ ذہن میں گونج گئے ..... ہمیں تو نواب صاحب کی شادی ہے ..... کتنے خوشگوار لمحے قریب آ رہے تھے ۔

پگلا ہے طاؤس ..... بھلا مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ..... جب

زندگی کی ہر ڈور تجھ سنے باندھ دی ہے تو مجھ سے پوچھنے کا کیا سوال ۔۔۔۔ ماروی مسکراتی ہوئی طاؤس کے کمرے میں داخل ہوئی، وہاں موسیٰ بھی موجود تھا۔

خلاف توقع ماروی کو دیکھ کر طاؤس کے چہرے کی سختی میں کوئی کمی نہ آئی۔ ماروی اس بات کو نظرانداز کرتے ہوئے مسکراتی ہوئی ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

ماروی۔۔۔۔ مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔۔۔۔ طاؤس کا لہجہ بڑا عام تھا۔

ماروی ابھی بیٹھی بھی نہیں تھی کہ طاؤس نے اس کے مقابل کھڑے ہوکر سوال کر ڈالا۔ ماروی کے کانوں کی لوئیں تک سرخ ہوگئیں وہ ایسی بات اکیلے میں پوچھتا تو زیادہ بہتر تھا۔

وہ سر جھکا کر بولی ہاں بولو۔۔۔۔ وہ بیٹھنا چاہتی تھی مگر وہ تینوں کھڑے تھے کسی نے بھی اسے بیٹھنے کو نہ کہا اس لیے ماروی کو پہلی بار شک ہوا تینوں کے سنجیدہ لہجے کچھ اور کہانی کہہ رہے تھے۔

تم پلوشہ کو جانتی ہو؟۔۔۔۔ طاؤس نے پہلا سوال کیا۔

پلوشہ، کون پلوشہ ماروی اسے یکسر فراموش کر بیٹھی تھی اس نے سوال کے جواب میں سوال کیا۔

وہ شاید تمہارے ساتھ کالج میں پڑھتی تھی۔۔۔۔ طاؤس نے اگلا سوال کیا۔

کالج میں۔۔۔۔ ماروی نے سوچتے ہوئے موسیٰ اور انیتا کے سنجیدہ چہروں کو پھر طاؤس کے چہرے کو دیکھا جو کھلتے ہوئے رنگ وہ ایک دن پہلے چھوڑ گئی تھی کہاں اڑ گئے تھے۔

ہاں تمہارے ساتھ کالج میں۔۔۔۔ طاؤس پھر سختی سے بولا۔

ہاں۔۔۔۔ ہاں پڑھتی تھی اسے یک دم پلوشہ یاد آ گئی اس کے ذکر پر وہ مسکرا اٹھی مگر حالات کی نزاکت کا احساس اسے اب بھی نہیں ہوا تھا ہو بھی کیسے سکتا تھا۔

تو بہ ہے طاؤس تم ایسے پوچھ رہے ہو جیسے وہ کوئی مجرم ہو جسے میں جانتی ہوں ۔۔۔۔ اب کی بار وہ مسکرا کر بولی۔

تمہارا اس سے کیا تعلق تھا؟

تعلق ۔۔۔۔ ساتھ پڑھتی تھی ۔۔۔۔ ویسے جانتی میں اسے بہت اچھی طرح ہوں ۔۔۔۔ پلوشہ مراد ۔۔۔۔ بچ آخر وقت میں تو میں اسے بہت اچھی طرح جان گئی تھی ۔۔۔۔ ماروی پھر مسکرا کر بتا رہی تھی۔

ویسے تم کیوں پوچھ رہے ہو ۔۔۔۔ وہ ہمیشہ دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرنے والی اور بہت بڑے دل کی مالک تھی پلوشہ کی کالج کی حرکتیں بھلا کر دوستانہ لہجے میں بول رہی تھی اسے پلوشہ کی برائی کر کے بھلا اس لیے کیا لینا تھا۔

اچھی طرح جانتی ہونا؟ ۔۔۔۔ طاؤس کی آواز سرسرائی۔

بہت اچھی طرح ہم لوگ ساتھ پڑھتے تھے مگر اب تم یہ بتا دو کہ اس قدر طویل تفصیل کیوں پوچھی جا رہی ہے؟ اور یہ پلوشہ مراد کو تم کیسے جانتے ہو؟ ۔۔۔۔ ماروی نے پھر مسکرا کر ہی سوال کیا اس کا مسکرانا اور اس لیے معاف کر دینا ہی تو اس کا جرم بن گیا۔

ماروی پھر سوچ لو کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ ۔۔۔۔ اب کی بار طاؤس خطرناک لہجے میں بولا۔

انیتا ماروی کے بالکل قریب آ کھڑی ہوئی اب کی بار ماروی کو حالات کی سنگینی کا احساس ہوا کوئی بات تھی جو اسے بھی کھٹک گئی۔

سوچ لوں! کیا سوچ لوں؟ کس لئے سوچ لوں؟ ۔۔۔۔ ماروی کے ماتھے پر بھی بل آ گئے۔

طاؤس خاموش رہا اس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ ایسا کیوں تھا ماروی سمجھنے سے قاصر تھی۔ طاؤس نے چند تصویریں اس کی جانب بڑھا دیں۔

ماروی نے اطمینان سے تصویریں پکڑیں مگر جوں ہی اس کی نظر ان تصویروں پر پڑی وہ دھک سے رہ گئی۔ یہ ۔۔۔۔ یہ ۔۔۔۔ ماروی اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتی تھی۔

کھل گیا نا تمہارا جھوٹ؟ آج تمہاری اصلیت سامنے آ گئی ہے ۔۔۔۔ بہت بڑا پلان تھا ۔۔۔۔ پلان تو ہم نے بھی بنائے تھے مگر سچے دل اور محبت بھرے جذبے کے ساتھ ۔۔۔۔ تمہاری طرح لالچ اور جھوٹ کے ساتھ نہیں ہم تو میٹھے میٹھے کھیل کھیل رہے تھے، اجلے اجلے جذبے سجا رہے تھے مگر تم نہ جانے کون سا بھیس بدل کر آئیں کہ ہمیں پتہ

ہی نہ چل سکا۔ میں تمہارا اصلی چہرہ ہی نہیں دیکھ سکا۔

طاؤس اپنی رات بھر کی بھڑاس نکال رہا تھا اور ماروی ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہی تھی۔

تمہیں یقیناً اپنے لمبے چوڑے منصوبے کی دھجیاں بکھر جانے پر افسوس ہوا ہوگا مگر مجھے خوشی ہے کہ وقت سے بہت پہلے مجھے تمہارے بارے میں علم ہوگیا۔

طاؤس۔۔۔۔اب کی بار ماروی بے یقینی کے لہجے میں بولی تھی۔ اس کی آواز بھرا گئی تھی۔ طاؤس کی ان باتوں نے اس کے منہ پر ایسا طمانچہ مارا تھا کہ اس کی روح تک جھنجھلا اٹھی تھی۔ ماروی پر بہت بڑا الزام لگایا جا رہا تھا اور اس کے لئے اس سب پر یقین کرنا مشکل تھا۔ بغیر کسی بات کی تصدیق کئے اور بغیر اس سے کوئی جواب طلب کیے، اس پر الزام لگا دیا گیا تھا اور لگانے والی ہستی بھی وہ تھی جس سے دل کے تمام دکھ سکھ منتھی تھے طاؤس کی آنکھوں میں وہ آج ایسی نفرت دیکھ رہی تھی جو اس کے لئے ایک نئی اذیت تھی۔

ہم نہ جانے کیوں ہمیشہ دھوکہ کھا جاتے ہیں؟۔۔۔۔ جانے کیوں یہ سب میرے ساتھ ہوتا آیا ہے۔۔۔۔ تم اندازہ نہیں کرسکتیں کہ آج میں کتنا خوش ہوں؟ میں نے اپنے آپ کو تباہ ہونے سے بچالیا ہے۔۔۔۔ طاؤس ماروی کو خاموش اور سر جھکائے دیکھ کر دوبارہ بول اٹھا۔

ماروی کی خاموشی ان الزاموں کو قبول کر رہی تھی اور طاؤس اندر ہی اندر بلبلا رہا تھا۔ ماروی نہ جانے کیوں ایک دم اتنی خاموش ہوگئی تھی کیا سوچ کر اس کمرے میں داخل ہوئی تھی اور اسے کیا سننا پڑا تھا اس نے گیلی پلکیں اٹھا کر طاؤس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

یہ کیسا انصاف ہے تیرا کہ تو نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا؟ جو دیکھا اسے سچ مان لیا ۔۔۔۔ یہ کیسا پیار ہے تیرا کہ تجھے اپنی ہی محبت پر اعتبار نہیں سچ تو شاید یہ ہے کہ محبت جیسا اسم اعظم پڑھ کر بھی تجھے امر ہونا نہ آیا، محبت تو نام ہی اعتبار کا ہے اور تیرا تو اعتبار ہی کمزور ہے ماروی دل ہی دل میں سوچ رہی تھی۔ اس کے حلق میں آواز اس طرح جکڑی ہوئی تھی جیسے قسم کھالی ہو کہ اب باہر نہیں آئے گی، طاؤس کی آنکھوں میں اجنبیت اور لاتعلقی کی ایسی دھند چھائی ہوئی تھی جس کا نظارہ ماروی کا دل ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں مصروف تھا۔

اور تم نے کیا سوچا کہ اس اتنی بڑی بے عزتی کے بعد میں اپنے آپ کو تمہارے سوالوں کے جواب کے لئے تیار کروں گی؟ اتنی بے غیرت تو نہیں ہے ماروی۔۔۔۔ ماروی نے پھر دل میں سوچا اس کی ٹانگوں کی طاقت جواب دے رہی تھی مگر مضبوطی سے طاؤس کے عین سامنے کھڑی تھی اور تصویریں اس کے ہاتھ میں تھیں۔

کس سوچ میں پڑ گئیں؟۔۔۔۔ چند لمحوں بعد طاؤس کی آواز دوبارہ سنائی دی یا پھر کوئی نئی کہانی سوچ رہی ہو۔۔۔۔ جسے بیان کر سکو مگر آج کے بعد میں تم پر اعتبار نہیں کر سکتا۔۔۔۔ اس کی زبان پھر غلط بول رہی تھی۔ اور ماروی پھر خاموش کھڑی تھی۔

وہ بول رہا تھا، اجنبیت نہ صرف اس کے چہرے پر چھائی ہوئی تھی بلکہ آنکھوں میں تھی باتوں میں تھی، ماروی تو اُس کے اس انداز پر حیران تھی۔ ماروی نے تو یہ سوچنا چھوڑ دیا کہ اس کے کالج کی لڑکی پلوشہ ان کے درمیان کیوں اور کیسے آ گئی؟ پلوشہ نے یہ جھوٹی تصویریں دکھائیں تو کیوں؟ کون سی سازش تھی آخر ایسا کرنے والے کا مقصد کیا تھا؟ اس کا دماغ تو صرف طاؤس کی جانب تھا کوئی جواب طلب کیے بغیر ہی طاؤس ہر بات پر یقین کر بیٹھا تھا۔ کیوں کیوں کی تکرار ماروی کو جان سے ہلائے ڈال رہی تھی۔

میرا خیال ہے طاؤس کہ ہمیں ماروی کو کچھ بولنے کا موقع دینا چاہئے۔۔۔۔ موسیٰ نے پہلی بار مداخلت کی تھی وہ طاؤس کے قریب آ کر بولا تھا۔ ماروی نے پلکیں اٹھا کر موسیٰ کو دیکھا ماروی کی سرخ آنکھیں موسیٰ کو پریشان کر گئیں طاؤس اب بھی لاتعلق بنا کھڑا تھا۔

☆☆☆

تم سا وہ

اک تازہ حکایت ہے سن لو تو عنایت ہے
اک شخص کو دیکھا تھا تاروں کی طرح ہم نے
اک شخص کو چاہا تھا اپنوں کی طرح ہم نے
اک شخص کو سمجھا تھا پھولوں کی طرح ہم نے
وہ شخص قیامت تھا کیا اس کی کریں باتیں
دن اس کے لئے پیدا اور اس کی ہی تھیں راتیں
کم ملتا کسی سے تھا ہم سے تھی ملاقاتیں
رنگ اس کا شادابی تھا اور زلف میں مہکاریں
آنکھیں تھیں کہ جادو تھا، پلکیں تھیں کہ تلواریں
دشمن بھی اگر دیکھے سو جان سے دل ہارے
کچھ تم سے وہ ملتا تھا باتوں میں شباہت تھی
ہاں تم سا وہ لگتا تھا شوخی میں شرارت میں
لگتا بھی تمہیں سا تھا دستور محبت میں
وہ شخص ہمیں ایک دن اپنا کی طرح بھولا
تاروں کی طرح ٹوٹا پھولوں کی طرح مرجھایا کشتی کی طرح ڈوبا
پھر ہاتھ نہ آیا وہ ہم نے تو بہت ڈھونڈا

☆ ------------------------------ چوہدری یاسمین

عبدالقادر، آزاد کشمیر

غزل

آدھی رات کو یہ دنیا والے جب خوابوں میں کھو جاتے ہیں
ایسے میں محبت کے روگی یادوں کے چراغ جلاتے ہیں
کرتے ہیں محبت سب ہی مگر ہر دل کو صلہ کب ملتا ہے
آتی ہیں بہاریں گلشن میں ہر پھول مگر کب کھلتا ہے
میں رانجھا نہ تھا تو ہیر نہ تھی ہم اپنا پیار نبھا نہ سکے
یوں پیار کے خواب تو بہت دیکھے تعبیر مگر ہم پا نہ سکے
میں نے تو بہت چاہا لیکن تو رکھ نہ سکی وعدوں کا بھرم
اب رہ رہ کے یاد آتا ہے کیا جو تو نے اس دل پہ ستم
پردہ جو اٹھا چہرے سے تو لوگ کہیں گے ہرجائی
مجبور ہوں میں دل کے ہاتھوں منظور نہیں تیری رسوائی
سوچا ہے اب اپنے ہونٹوں پر میں چپ کی مہر لگا لوں گا
میں تیری سلگتی یادوں سے اب اس دل کو بہلا لوں گا

عثمان چودھری اینڈ چودھری
عبدالقادر، آزاد کشمیر

نعت

زینت جہان کی تو ہمارا رسولؐ ہے
عرش بریں کا نور ہمارا رسولؐ ہے
خیر البشر ہے ذات گرامی حضورؐ کی
انسانیت کو جان سے پیارا رسولؐ ہے
ثانی نہیں ہے جس کا کوئی بھی جہان میں
نازاں ہے جس پر عرش وہ ہمارا رسولؐ ہے
ہر مشکل حیات میں ان کو پکار لو
سب پہ ہی مہربان ہمارا رسولؐ ہے
کوئی نظیر ڈھونڈ کے لایا نہ آج تک
بے مثل بے مثال ہمارا رسولؐ ہے
سر پر احسان انؐ کا سایہ ہے ہر گھڑی
بے مثل سائباں جو ہمارا رسولؐ ہے

ایس احسان علی قریشی ڈنگہ روڈ
ڈوناروی، گجرات

غزل

لگا کر دل پریشان ہے محبت دیکھ لی ہم نے
امیدیں بن گئیں آنسو یہ چاہت دیکھ لی ہم نے
لگی ہیں ٹھوکریں ایسی کہ اب جینا بھی مشکل ہے
کسی سے کیا کریں شکوہ یہ قسمت دیکھ لی ہم نے
کبھی بھولے سے دل والو کسی سے پیار نہ کرنا
یہاں اپنے پرائے ہیں حقیقت دیکھ لی ہم نے
ستائے آسماں تو بھی ستائے غم کے ماروں کو
مصیبت اور کیا ہوگی مصیبت دیکھ لی ہم نے
بچھڑ کر کیسے جیتے ہیں کبھی نہ پوچھا تم نے عثم!
محبت کر کے ہی تو محبت دیکھ لی ہم نے

عثمان چودھری اینڈ چودھری

مجھے تم اچھی لگتی ہو

بھلا لگتا ہے سب کو مگر تم مجھے اچھی لگتی ہو
جو ہوتا ہو سو ہوتا ہو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
کبھی کبھی اجاگتے سپنے مجھے اچھے نہیں لگتے
مگر تم سو دیا جاگو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
یہ مانا غیر ممکن ہے ملن تیرا میری جاناں
مگر میں کیا کروں بولو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
نہیں ہے گر یقین تم کو میری باتوں کا میری جاناں
میرے احباب سے پوچھو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
اگر پھر بھی یقین نہ آئے میری صداؤں گا
میرا دل چیر کر دیکھو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
میرے خدا! جو خیالوں میں تمہاری یہ ادائیں ہیں

وئی رُت ہو کوئی موسم، مجھے تم اچھی سی ہو

ریاض علی راجپوت، گھوٹکی قادر پور روڈ

غزل

ٹوٹے ہوئے دل کو
ہم جوڑ دیں گے
اے یاد آنے والے
تجھے یاد کرنا
ہم چھوڑ دیں گے
جب تیری وفائیں
ساتھ تھیں ہمارے
خوشیوں کے آشیانے
بستے تھے اس دل میں
جب تم نے روپ بدلا
دکھایا اصلی چہرہ
غم کے اندھیروں کا
بن گیا خوشیوں پہ سہرا
اب میں ہوں ہر غم کا
اور ہر غم ہے میرا
اب تم بن ہے جینا
اور تم بن ہے مرنا

سجاد علی اسد، جھل مگسی، بلوچستان

غزل

جیون کالی رات ہے
تنہا میری ذات ہے
یادیں اور خاموش نگاہیں
ہر لمحہ برسات ہے
خالی کمرہ اور کھلونے
بچپن میرے ساتھ ہے
کیسی چاہت اور تمنا
اپنوں کی سوغات ہے
میں پاگل دیوانہ مجنوں
تیری سند ذات ہے
تو مہتاب کے کرنوں جیسی
کیا میری اوقات ہے
تنہائی سے ڈر لگتا ہے
شاہد میری مات ہے
تیرے خواب سجا بیٹھے ہیں
یہ بھی کوئی بات ہے
اک دن راد مر جائے گا
میں ہوں اور فٹ پاتھ ہے

مرزا عمران، شیخوپورہ

آنسو

شیشم اب تک سہا سا چپ چاپ کھڑا ہے
بھیگا بھیگا، ٹھٹھرا ٹھٹھرا
بوندیں پتا پتا کرکے
ٹپ ٹپ کرتی ٹوٹتی ہیں تو سسکی کی آواز آتی ہے
بارش کے جانے کے بعد بھی
دیر تلک ٹپکا رہتا ہے
تم کو چھوڑے دیر ہوئی ہے
آنسو اب تک ٹوٹ رہے ہیں

سجاد حسین نومی، پنڈ دادنخان

☆☆☆

مری زرد آنکھوں کو خواب دے مری ساری سوچوں کو تاب
مجھے نفرتوں کا جواز دے سبھی الفتیں میرے نام کر
شیخ محمد شاھد، شیخوپورہ

غزل

زندگی اے زندگی دیکھ میری بے بسی
میرے ہر سوال کا تو جواب دے
یا تو مجھے زہر دے یا شراب دے
اپنے آپ سے خفا کر دیا نصیب نے
مجھ کو اپنوں سے جدا کر دیا نصیب نے
ہر دعا کو بددعا کر دیا نصیب نے
میری خوشیاں کیا ہوئیں کچھ حساب دے
یا تو مجھے زہر دے یا شراب دے
مرزا عمران، شیخوپورہ

غزل

حالات میکدے کے کروٹ بدل رہے ہیں
ساقی بہک رہے ہیں مے کش سنبھل رہے ہیں
کم شو سے مناؤ جشن بہار یارو!
اس روشنی تلے کچھ گھر بھی جل رہے ہیں
اے ہم سفر یہ شائد تم کو خبر نہیں ہے
کچھ حادثے بھی میرے ہمراہ چل رہے ہیں
کتنے غموں کو ہم نے ہنس کر چھپا لیا ہے
کچھ غم امیر لیکن اشکوں میں ڈھل رہے ہیں
ساقی بہک رہے ہیں مے کش سنبھل رہے ہیں
حالات میکدے کے کروٹ بدل رہے ہیں
عمر فاروق، پنڈ دادنخان

مزاحیہ غزل

ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں چھوارے
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو
جاں میں نے بیوپار کیا ہے
ہاں میں نے کاروبار کیا ہے
ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں چھوہارے
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو
سائیکل کو گرا کے لوری کو جھکایا
سیکھا ہے کہاں سے یوں ورما لگانا
آتا ہے تمہیں تو یوں چھوہارے چرانا
جاؤ جی ہٹو جی چھوڑ یوں ستانا
ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں چھوہارے
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو
محمد شریف، پیر جگی موڑ TDA

غزل

کچھ ایسی ابتدا ہے میری محبت میں کیا بتاؤں
کہ آج تک تڑپ رہا ہوں محبت میں کیا بتاؤں
وہ ستم گر ہی کچھ ایسا ملا مجھے محبت میں
کہ دل کے ٹکڑے ہوئے تھے میری محبت میں
کچھ ایسی داستان غم تھی میں کیا بتاؤں
کہ اتنے ملے تھے زخم مجھ کو اس کی محبت میں
بکھرا تھا جو ریزہ ریزہ ہو کر کچھ اس طرح
کہ آج تک ترس رہا ہوں بوند بوند کو محبت میں
میں اتنا جو نادان تھا اس کی محبت میں
ملی اتنی سزا مجھ کو اس کی محبت میں
کہ نہ جی سکا نہ ہی مر سکا اس کی محبت میں
ساغر شہزد

غزل

کیسا دل کو روگ لگائے پھرتا ہے دکھی ساغر

آنکھوں میں کچھ خواب سجائے پھرتا ہے دکھی ساغر
آشناؤں کے دیپ جلائے پھرتا ہے دکھی ساغر
تیرے غم کا بوجھ اٹھائے پھرتا ہے دکھی ساغر
ہر موسم ساون بھادوں گرمی ہو کہ سردی ہو
آنکھوں میں برسات برسائے پھرتا ہے دکھی ساغر
اک دن تو آن ملیں گے روٹھ کے جانے والے
کیسی کیسی آس لگائے پھرتا ہے دکھی ساغر
شائد ہم کو یاد تو کرتا ہوگا بھولنے والے
یونہی اپنا دل بہلائے پھرتا ہے دکھی ساغر
شیشے کی دکان سجانے والو! تم بھی محتاط رہنا
ہاتھوں میں سنگ اٹھائے پھرتا ہے دکھی ساغر
دامن چاک گریباں چاک مٹی تنکے بالوں میں
ایسا اپنا حال بنائے پھرتا ہے دکھی ساغر

ساغر جی دکھی، چک حسن ارائیں

غزل

آنکھوں میں بسا لوں تجھے خواب کی طرح
دیکھوں گا ہر گھڑی تجھے کتاب کی طرح
آنکھوں میں سما کر تیری وفا کی دلکشی
مہکاتا میری سانسوں کو پھر گلاب کی طرح
دیکھوں تیری آنکھوں میں تو ہو جاتا ہوں مدہوش
چڑھ جاتا ہے مجھے نشہ شراب کی طرح
چھوتا تیرا رخسار گر ہوتا تیرا آنچل
جب چہرے پہ چڑھاتی ہے مجھے نقاب کی طرح
تیرے چہرے سے نظر ہٹتی نہیں اک پل بھی
پھنسا ہوں تیرے حسن میں گرداب کی طرح
اے کاش میں ہوتا دیا تیرے آنگن کا
چمکاتا تیرے آنگن کو مہتاب کی طرح

ساغر جی دکھی، چک حسن ارائیں

غزل

اٹھو اے دل زدگان آسمان بنانا ہے
ہمیں اڑا کے دھواں آسمان بنانا ہے
ملال حسرت تعمیر کیا بتائیں تجھے
مکان بنانا یہاں آسمان بنانا ہے
زمین بنائی ہے ہم نے برائے دربدراں
برائے گمشدگان آسمان بنانا ہے
ابھی سے کرنے لگے ہیں تھکان کی باتیں
ابھی تو ہمسفراں آسمان بنانا ہے

پروفیسر رمضان جانی، پنڈ دادنخان

غزل

تتلی جو ایک مجھ کو ملی تھی کتاب میں
وہ اپنا عکس چھوڑ گئی میرے خواب میں
اب تک وہ میرے ذہن میں الجھا سوال ہے
شامل رہا جو ہر گھڑی میرے نصاب میں
آنکھوں میں نیند ہے نہ کوئی خواب دور تک
رہتا ہوں میں بھی آج کل کیسے عذاب میں
ملتا تھا گردشوں سے گلے لگ کے چاند بھی
آئے سمت کے فاصلے کتنے سراب میں
آخر میری وفا کا مجھے کیا ملا ثمر
لکھا نہ ایک حرف بھی اس نے جواب میں

ذکاء اللہ قریشی، کندیاں

شام کے بعد

آنکھ بن جاتی ہے ساون کی گھٹا شام کے بعد
لوٹ جاتا ہے اگر کوئی خفا شام کے بعد
وہ جو ٹل جاتی رہی سر سے بلا شام کے بعد

کوئی تو تھا کہ جو دیتا تھا دعا شام کے بعد
آہیں بھرتی ہے شب ہجر یتیموں کی طرح
سرد ہو جاتی ہے ہر روز ہوا شام کے بعد
شام تک قید رہا کرتے ہیں دل کے اندر
درد ہو جاتے ہیں سارے ہی رہا شام کے بعد
لوگ تھک ہار کے سو جاتے ہیں لیکن جاناں!
ہم نے خوش ہو کے تیرا درد سہا شام کے بعد
شام سے پہلے تلک لاکھ سلائے رکھیں جاگ اٹھتی ہے
محبت کی انا شام کے بعد
خواب ٹکرا کے لپٹ جاتے ہیں بند آنکھوں سے
جانے کس جرم کی کس کو ہے سزا شام کے بعد
چاند جب رو کے ستاروں سے گلے ملتا ہے
اک عجب رنگ کی ہوتی ہے فضا شام کے بعد
ہم نے تنہائی سے پوچھا کہ ملو گی کب تک
اس نے بے چینی سے پوچھا کہ ملوں گی شام کے بعد
میں ار خوش بھی رہوں پھر بھی میرے سینے میں
سوگواری کوئی روتی ہے سدا شام کے بعد
تم گئے ہو تو سیاہ رنگ کے کپڑے پہنے
پھرتی رہتی ہے میرے گھر میں قضا شام کے بعد
لوٹ آتی ہے میری شب کی عبادت خالی
جانے کس عرش پہ رہتا ہے خدا شام کے بعد
دن عجیب مٹھی میں جکڑے رکھتا ہے مجھے
مجھ کو اس بات کا احساس ہوا شام کے بعد
کوئی بھولا ہوا غم ہے جو مسلسل مجھ کو
دل کے پاتال سے دیتا ہے صدا شام کے بعد
مار دیتا ہے اجڑ جانے کا دہرا احساس
کاش ہو کوئی کسی سے نہ جدا شام کے بعد

راجہ عرفان، گھونگی

غزل

زندگی درد کی زنجیر بھی ہوسکتی ہے
سرمئی شام کی تعبیر بھی ہوسکتی ہے
وہ بھی انساں ہے پریشان نہ ہونا اے دوست!
لوٹنے میں اسے تاخیر بھی ہوسکتی ہے
تم جسے رات سے تعبیر کیا کرتے ہو
وہ مرے چاند کی تنویر بھی ہوسکتی ہے
دل میں نشتر کی طرح دوست اترنے والی
بات ہوسکتی ہے تحریر بھی ہوسکتی ہے
اس لئے دیکھتا رہتا ہوں ستارے صابر
ان میں الجھی ہوئی تقدیر بھی ہوسکتی ہے

صابر علی صابر پہلروان، سرگودھا

غزل

نجانے کب کہاں، کچھ کھو گیا ہے
ہوا ایسے گماں، کچھ کھو گیا ہے
مری دھرتی کی سانسیں کہہ رہی ہیں
فلک کے درمیاں، کچھ کھو گیا ہے
دکھائی دے رہا ہے وہ جو مجمع
مرے ہم دم وہاں، کچھ کھو گیا ہے
مری تشویش بڑھتی جارہی ہے
مرے احساس جاں، کچھ کھو گیا ہے
مرا بھی کھو گیا تھا ایک سپنا
ترا بھی خاکداں، کچھ کھو گیا ہے
بہت اسرار پر صابر کسی نے
کہا اتنا یہاں، کچھ کھو گیا ہے

صابر علی صابر، سرگودھا

اسے کہنا بھولے ہم بھی نہیں ہیں
سنا ہے اس نے وفا کا دعویٰ کیا ہے
اسے کہنا بے وفا ہم بھی نہیں ہیں
☆ ------- جنید اقبال۔اٹک

کچھ نہیں ملتا

کسی کی آنکھوں سے سپنے چرا کر کچھ نہیں ملتا
مزاروں سے چراغوں کو بجھا کر کچھ نہیں ملتا
حسینہ سے کہو کہ پلکوں پر نہ ٹانگے خواب کے جھالر
سمندر کے کنارے گھر بنا کر کچھ نہیں ملتا
نہ جانے کون سے جذبے کی میت یوں تسکین کرتا ہوں
بظاہر تو تیرے خط جلا کر کچھ نہیں ملتا
مجھے اکثر ستاروں سے یہ آواز آتی ہے
کسی کے ہجر میں یوں نیندیں گنوا کر کچھ نہیں ملتا
جگر ہو جائے گا چھلنی آنکھیں خون سے روئیں گی
کسی کا دل دکھانے سے کچھ نہیں ملتا
شکیل بدایونی ------- عدنان خان۔ڈی آئی خان

غزل

میں کسی اور کا ہوں اتنا بتا کر رویا
وہ مجھے مہندی لگے ہاتھ دکھا کر رویا
مجھے انجام محبت نہیں معلوم تھا ہرگز
یہ کہا اور مجھے سینے سے لگا کر رویا
جو مجھے ضبط کی تلقین کیا کرتا تھا
وہ زمانے کو میرا حال سنا کر رویا
آنسو بن کر نہ نکل جاؤں کہیں
اس ڈر سے اپنے اشکوں کو وہ آنکھوں میں چھپا کر رویا
وصل کا آخری لمحہ جو میسر تھا ہمیں
اسی لمحے میں وہ صدیوں کو سما کر رویا
☆ ------- ایم امیر عاصم ملک۔پپلاں

آرزو

جانے کیوں شکست کا حساب لئے پھرتا ہوں ڈ
میں کیا ہوں اور کیا خواب لئے پھرتا ہوں
اس نے اک بار کیا تھا سوال محبت
میں ہر لمحہ وفا کا جواب لئے پھرتا ہوں
اس نے پوچھا کب سے نہیں سوئے تم
میں تب سے جاگی ہوں راتوں کا حساب لئے پھرتا ہوں
اس کی خواہش تھی کہ میری آنکھوں میں پانی دیکھے
میں اس وقت سے آنسوؤں کا سیلاب لئے پھرتا ہوں
افسوس یہ کہ پھر بھی وہ میری نہ ہوئی
میں جس کی آرزو کی کتاب لئے پھرتا ہوں
جس کو ملنے کی آرزو تھی بہت دیر سے ملی تو کچھ یوں
کہ ہم نظر اٹھا کر تڑپ گئے وہ نظر جھکا کر چلی گئی
☆ ------- آفاق احمد کنڈی۔ڈیرہ اسماعیل خان

لٹ گیا

تیری یاد دل سے بھلا تو رہا ہوں
ابھرتا ہے لیکن بھلاتے بھلاتے
میں زخمی جگر تجھے کیسے دکھاؤں
دکھانے کے قابل ہو تو دکھاؤں
مجھے یہ بھی ڈر ہے میرا زخم نازک
کہیں بڑھ نہ جائے دکھاتے دکھاتے
لٹیروں کی دنیا سے تجھ کو بچایا اب
سمجھ آ جائے خود لٹ گیا ہوں اے لٹیرے تجھے بچاتے بچاتے
☆ ------- عدنان خان۔ڈی آئی خان

غزل

بدلتی رت کا اشارہ دیکھتے ہیں
اب کیسے گزارا ہو گا یہ دیکھتے ہیں
محبت کی رسم بھی کتنی عجیب ہے
جانے والے پلٹ کے دوبارہ دیکھتے ہیں
ڈوبنے والے ڈوبنے سے ذرا پہلے
اک امید پہ کنارہ دیکھتے ہیں
کیا محبت ہمیں بھی راس آئے گی
آؤ اپنا اپنا کنارہ دیکھتے ہیں
☆ ------- جنید اقبال۔اٹک

غزل

ہر کسی کا ادب نہیں کرتے
پہلے کرتے تھے اب نہیں کرتے
صرف تجھ کو خدا سے مانگا ہے

اور کچھ بھی طلب نہیں کرتے
روٹھ جائے گا غم اسی ڈر سے
آپ روئے کرب نہیں کرتے
اتنے محتاط ہیں زمانے سے
بات کبھی بے سبب نہیں کرتے
لفظ بھی ہم سے روٹھ جاتے ہیں
ہم تیرا ذکر جب نہیں کرتے انیلا

☆ ---------- انیلا شہزادی

غزل

اسی طرح سے ہر اک زخم خوشنما دیکھے
وہ آئے تو مجھے اب بھی ہرا بھرا دیکھے
گزر گئے ہیں بہت دن رفاقت شب میں
اب عمر ہو گئی چہرہ وہ چاند سا دیکھے
مرے سکو سے جس کو گلہ رہے کیا کیا
پڑتے وقت ان آنکھوں کا بولنا دیکھے
میرے سوا بھی کئی رنگ خوش نظر تھے
تجھ کو دیکھ چکا ہو وہ اور کیا دیکھے
تجھے عزیز تھا اور میں نے اس کو جیت لیا
میری طرف بھی تو اک پل تیرا خدا دیکھے

☆ ---------- رابی خان-پشاور

غزل

تو شریک سخن نہیں تو کیا
ہم سخن تیری خامشی ہیابھی
یاد کے بے نشاں جزیرے سے
تیری آواز آتی ہے ابھی
شہر کی بے چراغ گلیوں میں
زندگی تجھے ڈھونڈ رہی ہے ابھی
سو گئے لوگ اس حویلی کے
اک کھڑکی مگر کھلی ہے ابھی
وقت ضرور اچھا آئے گا رسوا
غم نہ کر زندگی پڑی ہے ابھی

☆ ---------- وارث آصف خان نیازی-واں بھچراں

اجنبی

چاند سورج اور ستارے اجنبی
اک مسافر سب نظارے اجنبی
معجزہ ہے گردش حالات کا
شہر اپنا لوگ سارے اجنبی
اجنبیات کا تعلق خوب ہے
ہم تمہارے تم ہمارے اجنبی
جان کے دشمن ہمارے آشیاں
آشیاں سارے کے سارے اجنبی
زندگی کی تلخیاں ہیں ہم نشیں
پھول خوشبو رنگ سارے اجنبی
وہ جسے ہم نے علی اپنی پہچان دی
آج وہ ہم کو پکارے اجنبی

☆ ---------- فرید علی نبی-سیت پور

غزل

اسکی جانب میں کیا حال بھیجوں
کچھ درد بھیجوں یا زندگی کا زوال بھیجوں
بھیجوں آنکھوں سے گر کے اشک
یا اشکوں کا بھیگا ہوا رومال بھیجوں
اپنی بے بسی کو بیان کر دوں
یا مجبوریوں کو میں امتحان بھیجوں
دکھوں کے اک اک دنکو بھیجوں
یا یادوں کا پورا سال بھیجوں
ہمارا دلت و آپ کے پاس ہے
کہو تو جان کو ہی اپنی نکال بھیجوں

☆ ---------- راجہ عمر-تھوتھال

بے بسی

موسم بدل گئے زمانے بدل گئے
لمحوں میں دوست برسوں پرانے بدل گئے
دن بھر رہے جو میری محبت کی چھاؤں میں
وہ لوگ دھوپ ڈھلتے ہی ٹھکانے بدل گئے
کل جن کے لفظ لفظ میں چاہت تھی پیار تھا
لو آج ان لبوں کے ترانے بدل گئے
اک شخص کیا گیا میرا شہر چھوڑ کر
جینے کے سارے ڈھنگ بہانے بدل گئے

مجھے بھول جانے کا شکریہ

یوں راہِ وفا کی سلیب پر دو قدم اٹھانے کا شکریہ
بڑا پرخطر تھا یہ راستہ تیرا لوٹ جانے کا شکریہ
جو اداس ہیں تیرے ہجر میں جنہیں بوجھ لگتی ہے زندگی
سر بزم انہیں دیکھ کر تیرا مسکرانے کا شکریہ
تیری یاد کس کس بھیس میں میرے شعر و نغمہ میں ڈھل گئی
یہ کمال تھا تیری یاد کا مجھے یاد آنے کا شکریہ
جو زمانے بھر کا اصول تھا وہ اصول تو نے نبھاہ دیا
یہی رسم ٹھہرے گی معتبر مجھے بھول جانے کا شکریہ

☆ .... فرید علی نبی-سیت پور

محبت اب نہیں ہوگی

میری حسرت کے جنازے کو اٹھانے والے
کتنے بے درد ہیں یہ لوگ زمانے والے
کوئی اپنا نہیں مطلب کی ہے دنیا ساری
اب کہاں ملتے ہیں وہ یار پرانے والے
میں دعاگو ہوں سدا نیند ہو مبارک تجھ کو
ہجر کا درد مجھے دے کے جگانے والے
بس یہی سوچ کے ہر بار مناتا ہوں تجھے
لوٹ کے آتے نہیں روٹھ کے جانے والے
ان کے سینوں میں کبھی جھانک کے دیکھو تو سہی
کتنے افسردہ ہیں اوروں کو ہنسانے والے

☆ .... فرید علی نبی-سیت پور

بڑی حسین رات تھی

چراغ و آفتاب گم بڑی حسین رات تھی
شباب کا نقاب گم بڑی حسین رات تھی
مجھے پلا رہے تھے وہ کہ خود ہی شمع بجھ گئی
گلاس گم شراب گم بڑی حسین رات تھی
لبوں سے لب جو مل گئے لبوں سے لب جو سل گئے
سوال گم جواب گم بڑی حسین رات تھی
لکھا تھا جس کتاب میں کہ عشق تو حرام ہے
فرید وہ کتاب گم نصیب گم بڑی حسین رات تھی

☆ .... فرید علی نبی-سیت پور

غزل

اپنے لئے شاہراہِ حیات ہموار کر نہ سکا
اظہار کر کے بھی میں تجھے پیار کر نہ سکا
مجھے تیرے پیار سے جاں عزیز نہ تھی لیکن
میں چاہ کر بھی تجھ پہ جاں نثار کر نہ سکا
تو ہو بھی جاتی شاید تقدیر میری
بس میں ہی تجھ کو اپنا کر نہ سکا
افسوس یہ نہیں ہے کہ تو میرا ہو نہ سکا
دکھ یہ ہے کہ میں خود کو تیرا کر نہ سکا
تیرے عشق کا یہ ادب ہے دل میں طاہر
میں آج تک کسی اور کو پیار کر نہ سکا

☆ .... ایم طاہر القادری مروانہ-حضرو

اک ماں نے بیٹے سے کہا

کتنے ارمانوں سے پالا تھا میں نے تجھ کو
پھر دائمی سوگ دیا تو نے مجھ کو
یاد کر حالات بچپن کو تو ذرا
نہ سویا کرتا تھا تو بن بلائے بنا مجھ کو
آ گئی ہیں کیوں تلخیاں اب دل میں تیرے
کیا میرے جوشِ محبت میں آ گئی کمی بتاؤ مجھ کو
تیرے واسطے میں نے کتنے جتن کئے تھے
اب ہو گیا ہے دشوار تجھ پہ سنبھالنا مجھ کو
اک بلبل تھی جو گلشنِ اغیار میں گئی
آہ! کیا خبر تھی حالاتِ زیست کی مجھ کو
ایسے گزرتے ہیں شب و روز ہجر میں تیرے طاہر
کہ ناگن کی طرح ڈستی ہیں ویران راتیں مجھ کو

☆ .... ایم طاہر القادری مروانہ-حضرو

غزل

تجھے اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں نہ [illegible] تو پھر [illegible]
آ کے تجھے تیرے خوابوں میں نہ [illegible]
تیری سوچوں میں [illegible]
زندگی بھر راتوں کو نہ [illegible]
ڈھونڈتے پھرو گے تم [illegible]
اپنے عشق میں تجھے [illegible]

ہزار کوششیں بسیار پر بھی اے واجد
جو سو چکے ہیں میں ان کو جگا سکا نہ کبھی

پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ ملیر کالونی کراچی

اداس نظر

ویراں خیال، قلب پریشاں، نظر اداس
پھیلی ہوئی ہے گماں تک فضائے یاس
گم کردہ راہشوق ہوں صحرائے وقت میں
منزل اس کی کوئی توقع نہ کوئی آس
اب اس کی انجمن میں ہے پاس وفا کسے
ایک ایک کرکے اٹھ گئے جتنے تھے حق شناس
جب بات ہے ہمیں بھی ملے منزل مراد
پیغام سر خوشی ہی سہی انتہائے یاس
رہنے دے میرے غم کا بھرم میری چشم تر
بے سود عرض حال ہے بیکار گزر گئے
آجائے جن کو آب و ہوائے الم بھی راس
واجد شعر کی قدر تو کیا رہ گئی ہے آج
مفقود شعر گوئی دل کی فقط بھڑاس

پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ ملیر کالونی کراچی

اپنوں کے ظلم

میرے دشمنوں نے جو بھی وار کئے یار بن کر
اپنوں نے بھی ظلم کئے پیار بن کر
وہ بھی سب دنیا نکلا زمانے کی طرح
میرے دوستوں نے جو دکھ دیئے دلدار بن کر
میری بے بسی کا مذاق اڑایا ہر کسی نے
مجھے اپنوں نے جو زہر دیا اعتبار بن کر
بے سود پھرتا ہوں میں پاگلوں کی طرح
مجھے کسی نے بھی نہ دل سے لگایا خدا سے ڈر کر
تیرے دکھوں نے مجھ کو مار ڈالا جانے جگر
یہاں کوئی ملا مجھے بے وفا بن کر
ایک سانسو کی ڈوری ہے یہ بھی ٹوٹ جائیگی
عزیز کوئی بھی نا آئے گا تیرا پیار بن کر

عزیز احمد بھٹی۔ ٹمپل روڈ لاہور

میری چاہتوں کو یوں بھلا نہ سکو گے
یہ درد دل تم یوں سنا نہ سکو گے
کر دیں گے عشق میں ہم تیرا ایسا حال
کہ میری بربادی کا جشن تم منا نہ سکو گے
ہوتے ہو خوش دیکھ کر میرا جو حال
کہ حال دل تم کبھی سنا نہ سکو گے
کہ دامن کو تیرے ہم پکڑیں ایسے
کہ چاہ کر بھی تم یوں چھڑا نہ سکو گے
کہ چھین لی ہیں مجھ سے میری کیوں خوشیاں
کہ تم بھی اے ظالم اب مسکرا نہ سکو گے
اگر ٹوٹ جائے کبھی انجانے سے دل بھی
کہ دل سے تم دل کو ملا نہ سکو گے
روٹھ گیا اگر یونہی خود سے عزیز
کہ عمر بھر اسے پھر تم منا نہ سکو گے

عزیز احمد بھٹی۔ ٹمپل روڈ لاہور

اس کا چہرہ

وہ چپ رہے بھی تو مجھ کو سنائی دیتا ہے
ہر چہرہ اس کا چہرہ دکھائی دیتا ہے
کسی بھی چیز کی دل میں طلب نہیں باقی
مجھے بھی رونق دینا پسند ہے لیکن
تیرا خیال مجھے کب رہائی دیتا ہے
وہ ایک پل بھی مجھے چھوڑتا نہیں تنہا
کبھی دکھائی کبھی وہ سنائی دیتا ہے
یہ رات کیسے ڈرائے گی مجھ کو عزیز
غم فراق مجھے روشنائی دیتا ہے

فیروزہ بھٹی۔ ٹمپل روڈ لاہور

ہنستے بستے انسان کو دعائیں سب ہی دیتے ہیں
دولت مند یارانے کو وفائیں سب ہی دیتے ہیں
نہ ہو اک وقت کی روٹی کسی غریب کے گھر میں
ایسے وقت میں اس کو سزائیں سب ہی دیتے ہیں

کشور کراچی

پھول اور کلیاں

میں کتنا خوش نصیب ہوں

میں نے اللہ سے طاقت مانگی تا کہ کارنامے سر انجام دے سکوں اس نے مجھے کمزوری عطا کی تا کہ میں فرمانبرداری سیکھ سکوں۔ میں نے دولت مانگی تا کہ خوشی میسر ہو۔ اس نے غربت دی تا کہ قیامت کے دن مال کے حساب سے محفوظ رہوں۔

جمشید نواز، ہلکوال

قلم کی دوستی

ایک لڑکے نے رسالے میں سندیسہ دیا کہ میں فلانے لڑکی کے ساتھ قلم دوستی کا خواہش مند ہوں۔

جب لڑکی نے دیکھا تو اپنے شوہر کے پاس دوڑتی ہوئی آئی شوہر نے جب دیکھا کہ اس کا چہرہ اترا ہوا ہے تو اس نے پوچھا کیا بات ہے۔ لڑکی نے جواب دیا کہ ہائے میں مرگئی۔

شوہر نے کہا وہ کیوں۔ لڑکی نے کہا اب لڑکوں نے دل کی جگہ قلم بھی لگا لئے کہ اس کی وجہ سے خواہش کا اظہار کرتا ہے اور اپنے شوہر کو گریبان سے پکڑا اور دل کی جگہ ناخن گاڑنے لگی نکال لاؤ میرے بیٹے کے لئے قلم۔

شوہر روتے ہوئے انداز میں بولا۔ خدا کی قسم یہاں دل ہے۔ کوئی قلم ولم نہیں۔

سراج اللہ خٹک۔ کرک

عینک

ایک دفعہ مولوی صاحب نے خطبے کے دوران کہا کہ دوسری بیگانوں کی عورتوں کو دیکھنے سے نظر کمزور ہو جاتی ہے۔

ایک بوڑھا شخص سن کر اٹھا اور کہا مولوی صاحب جب ہم پر عینک لگائے اب مسئلہ حل کریں۔

سراج اللہ خٹک۔ کرک

تین انعامات

ہمیں ایس ایم ایس کرو اور جیتو تین انعامات۔

بہت سا پیار، عمر بھر کی دوستی، بالکل فری سے میرے دل میں۔ یہ آفر صرف میرے اچھے موڈ تک ویلڈ ہے۔

سراج اللہ خٹک۔ کرک

دل سے

نہ زبان سے...... نہ مس کال سے...... نہ ایس ایم ایس سے...... نہ فون سے...... نہ پوسٹ سے...... نہ گریٹنگ سے...... نہ ای میل سے...... ڈائریکٹ دل سے...... آئی مس یو۔

سراج اللہ خٹک۔ کرک

آنسو

آنکھوں میں آنسو کو ابھرنے نہیں دیا
مٹی کے موتیوں کو بکھرنے نہیں دیا
جس راہ پے کسی کو گزرنے نہیں دیا
اس راہ پے کسی کو گزرنے نہیں دیا

سراج اللہ خٹک۔ کرک

دوستی

دوستی ایک درخت کی طرح ہے جسے ناپا نہیں جاتا کہ کتنی لمبی ہے بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس کی جڑیں کتنی مضبوط ہیں۔

سراج اللہ خٹک۔ کرک

زندگی

زندگی سے وفا نہ مانگو کیونکہ یہ بے وفا ہے زندگی غم کا دریا ہے۔ زندگی کو خوبصورت بنانا ہے تو کسی سے پیار نہ کرو زندگی نام سمندر کا جو انسان کو ڈبو دیتا ہے زندگی ایک دہرا ہے پیار کا ساز اور ارمانوں کا کھیل ہے۔

چودھری الطاف دکھی۔ بھمبر

باپ

باپ کا احترام۔ تاکہ تمہاری اولاد تمہارا احترام کرے۔

باپ کی عزت کرو۔ تاکہ اس سے فیض یاب ہوسکو۔

باپ کا حکم مانو۔ تاکہ خوشحال ہوسکو۔

باپ کی سختی برداشت کرو۔ تاکہ باکمال ہوسکو۔

باپ کی بات غور سے سنو۔ تاکہ دوسروں کی نہ سننی پڑے۔

باپ کے سامنے اونچا نہ بولو، ورنہ رب تم کو نیچا دکھا دے گا۔

باپ کے سامنے نظریں جھکا کر رکھو، تاکہ رب تم کو دنیا میں بلند کرے۔

باپ ایک کتاب ہے، جس پر تجربات تحریر ہوتے ہیں۔

باپ ایک مقدس محافظ ہے، جو سارے خاندان کی نگرانی کرتا ہے۔

باپ کے آنسو تمہارے دکھ سے نہ گریں، ورنہ رب تم کو جنت سے گرا دے گا۔

محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

ایک پیار کی کہانی

ایک پرندہ سفید پھول سے پیار کر بیٹھا..... کافی دن کے بعد پرندے نے پھول کو پرپوز کیا، پھول نے کہا جب میں سفید سے لال ہو جاؤں گا تب تم سے پیار کروں گا۔

یہ سن کر پرندے نے اپنی چونچ سے اپنا پیٹ کاٹ دیا اور سارا خون پھول کے اوپر جا گرا..... پھول سفید سے لال ہو گیا اور پھول کو پرندے سے پیار ہو گیا۔ پر افسوس کہ پرندہ زندہ نہ رہا۔

لقمان حسن۔ ڈیرہ اسماعیل

قیمت

ایک عورت نے اخبار میں خبر پڑھی کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک سائیکل کے عوض فروخت کر دیا۔

اس نے اپنے شوہر کو یہ خبر سناتے ہوئے پوچھا۔

ڈارلنگ! کیا تم بھی ایسا ہی کرو گے شوہر نے فوراً جواب دیا۔

نہیں بیگم! تم فکر نہ کرو میں تو کار سے کم بات کرنا گوارا بھی نہیں کروں گا۔

نیلم اقراء۔ واں بھچراں میانوالی

کار اور آواز

بے سری خاتون موسیقی سیکھنے کی شائق تھی اس نے ایک موسیقار کو اپنا گانا سنا کر پوچھا کہ کیا ان کی آواز اثر انگیز ہے۔

محترمہ آپ کی آواز نہ صرف اثر انگیز بلکہ کار آمد بھی ہے۔ یہ شہر پر ہوائی حملے کے وقت لوگوں کو خبردار کرنے کے کام آسکتی ہے۔

نیلم اقراء۔ واں بھچراں میانوالی

روپ

ایک مزاحیہ اداکار نے نجومی سے پوچھا۔

کیا میں اگلے جنم میں گدھا بن سکتا ہوں۔

نجومی نے جواب دیا۔ ایک ہی روپ بار بار نہیں ملتا۔

فیصل شہزاد۔ فتح جنگ

بیوی شوہر سے، منا اتنی دیر سے رو رہا ہے مگر تمہیں فرصت نہیں کہ اسے تھوڑی دیر کے لئے گود میں اٹھا لو۔

آخر میں اسے جہیز میں تو نہیں لائی تھی۔

شوہر بھی غصے سے تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے میں اسے اپنا باراتی بنا کر لایا تھا۔

فیصل شہزاد۔ فتح جنگ

سسرالی رشتہ دار

ایک جوڑا لاہور سے پنڈی آ رہا تھا لیکن کافی دیر تک انہوں نے آپس میں کوئی بات نہیں کی۔ جہلم کے قریب پہنچا تو وہاں ویگن نے بیس منٹ کے لئے قیام کیا۔ قریب ہی گھوڑے، بکریاں گدھے گھاس چر رہے تھے۔ خاوند نے بیوی سے کہا۔

تمہارے رشتہ دار ہاں کیوں نہیں میرے سسرالی بیوی نے جواب دیا۔

عالیہ فیصل۔ فتح جنگ

میں شیر تھا

شیر کی شادی ہو رہی تھی جب بارات روانہ ہوئی تو ایک چوہا بارات کے آگے ناچنے لگے۔

شیر نے پوچھا! تم چوہے ہو شیر کی شادی سے تمہارا کیا تعلق؟

چوہے نے مسکرا کر جواب دیا۔

شادی سے پہلے میں بھی شیر تھا۔

نیلم سلطانہ۔ فتح جنگ

ستم بالائے ستم

آدمیوں میں بدترین فرد وہ ہے جو دو چہرے رکھتا ہے۔
بہترین انسان وہ ہے جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے۔
جس کو مسلمان کا غم نہیں، وہ میری امت سے نہیں ہے۔
جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس پر میری شفاعت واجب ہو گی۔
اللہ تعالیٰ کی خوشنودی باپ کی خوشنودی ہے اور اس اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی ہے۔
عثمان لاڈلہ۔ تلکے عالی

اک خواب

اک خواب پیارا جس میں دیکھا ساتھ تمہارا
ہاتھوں میں ہاتھ تھے کتنا دلکش تھا نظارا
میں کبھی سمٹوں کبھی بکھروں تیری بانہوں میں
آنکھوں میں ہماری چاہتوں کا روشن تھا ستارا
تم کو سینے سے لگا کر ساری دنیا کو بھلا کر
پا لیا میں نے پیار، تیرا یہ کتنا مضبوط سہارا
کھولی جو آنکھ تو اپنے قریب نہ پاکر تم کو
مانگی دعا یارب دے دے میری کشتی کو کنارا
دیے میرے خواب کو حقیقت کا روپ
نہیں اب پیار کا پیار کے بغیر گزارا
عثمان لاڈلہ۔ تلکے عالی

عاشقوں کی اقسام

امیر عاشق، میں بھی خریدار ہوں میں بھی خریدوں گا پیار کہاں بکتا ہے۔ پتہ بتا دو۔
غریب عاشق۔ سونا نہ چاندی نہ کوئی محفل جان من تجھ کو میں دے سکوں گا۔
سچا عاشق، دل ہو گیا تیرا دیوانہ اب کوئی جچتا نہیں، نادان ہے سمجھتا نہیں بن تیرے لگتا نہیں۔
جھوٹا عاشق۔ کل شب دیکھا میں نے چاند جھروکے میں اس کو کیا سلام تمہارے دھوکے میں۔
کامیاب عاشق، او کہندی اے ستیاں میں تیر آں۔
ناکام عاشق۔ ان سے نین ملا کے دیکھو، دھوکے بھی کھا کے دیکھو۔

چالاک عاشق۔ بس بھئی بس زیادہ بات نہیں میم صاحب، آج کے بعد ملاقات نہیں میم صاحب
مجبور عاشق، اظہار بھی مشکل کچھ کہہ نہیں سکتے، مجبور ہیں اف اللہ کچھ کہہ نہیں سکتے۔
مستری مزمل ساگر۔ گوجرانوالہ

افسانچہ

میں روزانہ اسے دیکھتا، کبھی کبھی تو اس کے بہت قریب چلا جاتا مگر بدنامی کے ڈر سے اسے قابو نہ کر پاتا۔ ایک دن جب تمام گھر والے کہیں گئے ہوتے تھے۔ تب میرے خیالوں میں شیطانی شعلہ بھڑک اٹھا۔ ابھی انہی خیالوں میں مست تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ دروازے سے اندر داخل ہوئی ہے اور صحن کی طرف آ رہی ہے۔ میں نے موقع سے زبردست فائدہ اٹھایا۔ فوراً دبے پاؤں لپکا اور دروازے کی کنڈی لگا دی۔ اب مجھے بدنامی کا کوئی ڈر نہ تھا۔ آج میں اس کا سارا غرور خاک میں ملا دوں گا۔ یہ سوچ کر میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ گھبرا گئی اور چیخ اٹھی لیکن آج میں اسے نہیں چھوڑوں گا میں اس کے پیچھے بھاگا۔ وہ آگے بھاگی اور کمرے میں داخل ہو گئی۔ میں نے کمرے کی کھڑکیاں اور دروازے بند کر لئے اور اسے ٹانگ سے پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا۔
وہ بھاگ بھاگ کر تھک چکی تھی لہٰذا جلد ہی ہار مان گئی میں اس کے قریب گیا اور میں نے پیار سے چوما اور اپنی قسمت ناز کیا اس کے بعد فوراً اپنی جیب سے چاقو نکالا اور اسے ذبح کر ڈالا۔
میرا ارمان پورا ہو چکا تھا اس واقع کے چند دن بعد تک میرا پڑوسی مسلسل اپنی مرغی تلاش کرتا رہا لیکن وہ تو...
مستری مزمل ساگر۔ گوجرانوالہ

محبت کے روپ

محبت وطن سے ہو تو ایمان کا حصہ بن جاتی ہے۔
محبت خود سے ہو تو بندگی بن جاتی ہے۔
محبت والدین سے ہو تو اطاعت بن جاتی ہے۔
محبت دوست سے ہو تو راحت بن جاتی ہے۔
محبت استاد سے ہو تو روشنی بن جاتی ہے۔
محبت بیوی سے ہو تو گھر جنت بن جاتا ہے۔
وقار شاحر۔ منکیرہ بھکر

بہترین شعر اپنے پیاروں کے نام

ایس، پتوکی کے نام

مجھے بکھرنے نہ دو میرے مقدر کی طرح صنم
یہ تیری زلف نہیں جو پل بھر میں سنور جائے گی

ایم فاروق-کوٹ رادھاکشن

اپنی جان Z، سرگودھا کے نام

وہ رات درد اور ستم کی رات ہو گی
جس رات رخصت ان کی بارات ہو گی
اٹھ جاتے ہیں یہ سوچ کر ہم نیند سے اکثر
کہ ایک غیر کی بانہوں میں میری ساری کائنات ہو گی

لٹل شاہ رخ خان-کرک

کسی اپنے کے نام

کسی حد تک جانا ہے یہ کون جانتا ہے
کس منزل کو پانا ہے یہ کون جانتا ہے
محبت کے دو پل ہیں جی بھر کے کر لو دیدار
کسی روز بچھڑ جانا ہے یہ کون جانتا ہے

لٹل شاہ رخ خان-کرک

این، میانوالی کے نام

لب گفتار اس کے ہونٹوں سے رستی باتیں
جیسے یاقوت کی سل چیر کے جھرنا نکلے

عبدالوحید بندیال-کراچی

ایچ اینڈ ایچ، ملتان کے نام

حال دل کسی کو نہ سنانا ساغر
دنیا میں سب ہم راز بدل جاتے ہیں
کسی کے بچھڑنے سے کوئی مر تو نہیں جاتا
مگر جینے کے انداز بدل جاتے ہیں

عمر دراز امن-جڑانوالہ

زندگی کو محبت کرنے والوں کے نام

نہ بزم اپنی، نہ ساقی اپنا، نہ شیشہ اپنا نہ جام اپنا
اگر یہی ہے نظام ہستی تو زندگی کو سلام اپنا

محمد وقاص احمد حیدری-سہگل آباد

منیر سحری، کراچی کے نام

چھوڑو بے وفا دوستوں کی لاپروائی کا گلہ
آج پھر تم ہی یاد کر لو انہیں ہمیشہ کی طرح

ایم فاروق-رحیم یار خان

کھڈیاں خاص کے کسی دوست کے نام

تمہارے دیکھنے سے لوگ مجھ کو جان جاتے ہیں
میں کھوئی ہوئی اک چیز ہوں جس کا پتہ تم ہو

عمر دراز-کھڈیاں خاص

احمد آباد کے بوبی کے نام

وہی خوشبو وہی رنگت وہی ہونٹوں پہ ہنسی
باغ میں پھول کھلے ان کا سراپا بن کر

محمد اسحاق انجم-کنگن پور

عالیہ منیر، منڈی بہاؤالدین کے نام

سہانا موسم تھا، ہوا میں نمی تھی
آنسوؤں کی بہتی ندی ابھی ابھی تھمی تھی
ملنا تو ہم بھی چاہتے تھے مگر آپ کے پاس
وقت اور ہمارے پاس سانسوں کی کمی تھی

ربیعہ ارشد-منڈی بہاؤالدین

مس شبنم، منڈی بہاؤالدین کے نام

آنکھوں میں جو تحریریں تھیں ہونٹوں پہ وہ بول نہ تھے
ہم تھے تیرے عاشق ہاتھوں میں کشکول نہ تھے
ہم نے تم کو ٹوٹ کر چاہا یہ تمہارا حق تھا
تم بھی ہم کو ٹوٹ کر چاہتے اتنے انمول نہ تھے

ربیعہ ارشد-منڈی بہاؤالدین

اقراء مبین، منڈی بہاؤالدین

دل جو ٹوٹ گیا تو فریاد کرو گے تم

ہم نہ رہے تو یاد کرو گے تم
آج تک کہتے ہو وقت نہیں ہے

ربیعہ ارشد-منڈی بہاؤالدین

سمیرا، منڈی بہاؤالدین کے نام

اک دن جب اس دنیا سے چلے جائیں گے
مت سوچنا یہ کہ تمہیں بھول جائیں گے
بس اک بار آسمان کی طرف دیکھنا دوست
میرے ارمان ستاروں پہ لکھے نظر آئیں گے

ربیعہ ارشد عرف رانی-منڈی بہاؤالدین

عامر شہزاد، گوجرہ کے نام

شب تنہائی میں جب تمہیں جگنو ستائیں
کہے گی رو کر رات بھر تیری کمی تھی
کنول ہم یاد کرتے ہیں اسے آج بھی
وہ کتنی حسیں ہے پر مغرور تھی

اے ڈی کنول-گاؤں ڈھلیار

انجم، کنگن پور کے نام

نکلے گا بڑی دھوم سے محبت کا جنازہ
آنا میری محبت میں محبت کا مذاق اڑانے
آنا قبر پر تم بھی پھول برسانے

اے ڈی کنول-کھپرو

اے ایچ سی، سیت پور کے نام

زمین کے آستانوں سے فلک کے چاند تاروں تک
کوئی اہل وفا ڈھونڈو اگر ہم بے وفا نہیں تو

فرحین خان-کراچی

آئی ایف، کراچی کے نام

صداقتوں کے مقدر میں تو ہے ناکامی
سوال یہ ہے کہ کیا وضع اختیار کرو

پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی

منڈی بہاؤالدین کے کسی اپنے کے نام

کسی میں اتنی ہمت کہا جو ہمیں قید کر لیتے
نجانے کیسے جکڑ لیا تیری الفت کی زنجیروں نے

حماد ظفر بادی-منڈی بہاؤالدین

این اے، تلہ گنگ کے نام

محفل میں نہ سہی تنہائی میں تو یاد کرو گے
کبھی تو اس خدا سے فریاد کرو گے
نہ ملے گا نہ مل پائے گا تمہیں میرے جیسا دوست
کبھی تو اس بات پر ناز کرو گے

محمد فیصل-تلہ گنگ

وقاص مستانہ، ننکانہ صاحب کے نام

تو ہے سورج تجھے معلوم کہاں رات کا دکھ
تو کسی روز میرے گھر میں اتر شام کے بعد

محمد عرفان-ننکانہ صاحب

سر عبید ارشد، واہ کینٹ کے نام

مجھ سے مل کر بچھڑنے کا تصور نہ کرنا
میری روح کا رشتہ تم سے بندھا ہوا ہے

محمد وصی مغل-واہ کینٹ

نعیم راج، کنگن پور کے نام

اسے میرے جنازے کی دعوت نہ دینا
یہ میری دوستی کی توہین ہو گی
لوگو! کہ وہ پیدل سفر کرے
اور میں لوگوں کے کاندھوں پہ سفر کروں

عدنان عاشق پریم-گوجر خان

محمد افسر، سرگودھا کے نام

تو دور بھی ہے اور پاس بھی ہے
کہیں کہیں تیری کمی کا احساس بھی ہے
دوست تو اور بھی ہیں مگر
تو پیارا بھی ہے اور خاص بھی ہے

عدنان عاشق پریم-گوجر خان

کسی اپنے کے نام

دعویٰ حسن کرے کوئی تو خاموش رہو
بس آہستہ سے آئینہ مقابل رکھ دو
میں محبت ہوں مجھے آتا ہے نفرت کا علاج
تم ہر شخص کے سینے میں میرا دل رکھ دو

مہر عرفان نذیر-پسرور

مجھے یہ شعر پسند ہے

پتہ نہیں کیوں تیری وفا پہ اتنا یقین ہے اے ایم
ورنہ حسن والے تو خود سے بھی وفا نہیں کرتے
---------وسیم اکرم۔ پانڈووال

ہزاروں منزلیں ہوں گی ہزاروں کارواں ہوں گے
نگاہیں ہم کو ڈھونڈیں گی نجانے ہم کہاں ہوں گے
---------اقصد فراز۔ منڈی بہاؤالدین۔

جس کو دیکھا پیار میں روتے ہوئے دیکھا ساقی
یہ محبت تو مجھے کسی فقیر کی بددعا لگتی ہے
---------سرفراز۔ کٹھ سگھر ال خوشاب

پرکاٹ کر اظہار محبت نہیں کرتا
اڑتے ہیں تو اڑ جائیں کبوتر میری چھت سے۔
---------سرفراز۔ خوشاب

کیسے کروگے تم میری چاہت کا اندازہ
میرے پیار کا سمندر تیری سوچ سے گہرا ہے
---------قمر اعجاز گوندل۔ گوجرہ

ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا
میں نے دل کو روگ لگایا جن کیلئے
---------اسحاق انجم۔ کنگن پور

تو نے یونہی محسوس کیا ہے ورنہ دل میں کچھ بھی نہ تھا
بس ایک تیری چاہت تھی اور وہ بھی غیر شعوری تھی
---------عثمان بھٹی کنگن پور

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
---------محمد کنول لاہور

آج بازار میں پھول بکتے دیکھے تو قدم رک سے گئے
کر ... ایک ... بار کہا تھا محبت پھول جیسی ہوتی ہے

---------محمد سرفراز۔ کٹھ سگھر ال

ملنے کی طرح وہ مجھے پل بھر نہیں ملتا
دل اس سے مل گیا جس سے مقدر نہیں ملتا
---------نثار احمد گھوکی

ہر مسکرانے والے کو خوش نصیب نہ سمجھو ساگر
کچھ لوگ مسکرائے ہیں غم چھپانے کے لیے
---------محمد وقاص ساگر۔ فیروزد

روز مرہ کا کھیل ہے ان کے لیے
ایک دو باتوں سے دوچار کو اپنا کرنا
---------محمد رضوان آکاش۔ سلانوالی۔

ہم نے چاہا تم کو تم نے چاہا کسی اور کو
خدا کرے جسے تم چاہو وہ چاہے کسی اور کو
---------محمد ندیم عباس میوانی۔ چتوکی

دل غریبوں کا توڑنے کا تو لوگوں نے ہنر سمجھ لیا ہے
اگر خود کا کوئی توڑے دل تو تکلیف ہوتی
---------غلام عباس ساغر۔ لنگرائے

میرے وعدوں کو اسنے مذاق سمجھا
میرے پیار کو اسنے جذبات سمجھا
گزری جب اس کی گلی سے لاش میری
اس پتھر دل نے اسی کو بھی بارات سمجھا
---------غلام عباس ساغر لنگرائے

وہ جو ہاتھوں کی لکیروں پر فقط کرتے تھے ناز اتنا
پیا آج وہ ہی ہاتھ اٹھا کر ان کے لوٹ آنے کی دعا
مانگ رہے ہیں
---------ذیشان پیا ...

تیرا احترام کرنے کو جی چاہتا ہے

مگر تیری دید میں آنکھیں جھکا نہیں سکتا
ایک طرف میری محبت ہے سجاد
خود کو سزا سے بچا نہیں سکتا
-----------سجاد علی داہم تھل

اگر ہوتی خون کے رشتوں میں وفا اے دوست
تو یوں نہ بکتا یوسف مصر کے بازاروں میں
-----------ثوبیہ حسین ۔ کھوٹہ

رکھا جب سجدے میں سر تو احساس ہوا
کہ دلوں میں خدا کو بسایا نہیں سجدے میں کس کی تلاش ہے
-----------تنزیلہ حنیف ۔ ٹلہ جوگیاں

محبوب میرے محبوب میرے تو ہے تو دنیا حسین ہے
جو تو نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے
-----------محمد طفیل طوفی ۔ الکویت

مت بہاؤ آنسو بے قدروں کیلئے
جو لوگ قدر کرتے ہیں وہ رونے نہیں دیتے
-----------مرزا عامر نوید ۔ منڈی بہاؤالدین

اسی کا شہر وہی مدعی وہ منصف
ہمیں یقین تھا قصور ہمارا ہی نکلے گا
-----------تنزیلہ حنیف ۔ ٹلہ جوگیاں

یوں تیری چاہتیں سنبھال رکھی ہیں
جیسے عیدی ہو میرے بچپن کی
-----------صدا حسین صدا کیلا سکے

دل کی دھڑکن تو فقط ہوش کا تقاضا ہے
یہ دنیا تو سانس لینے کی اجازت نہیں دیتی
-----------رانا بابر علی ناز لاہور

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے
-----------پرنس عبدالرحمن گجر ۔ نین رانجھا

ساری زندگی تنہائیوں کی نظر ہوگئی
تمام عمر غموں میں بسر ہو گئی
کیا دیا ہمیں اس زندگی نے
خوشیاں ملیں تو دکھوں کو خبر ہوگئی

-----------عابدہ رانی ۔ لوجرانوالہ

لذت گناہ کی خاطر ہاردی تھی جس نے جنت ہادی
میری رگوں میں بھی ماس آدم کا خون ہے
-----------مریز بشیر گوندل گوجرہ

اس نے سمجھا ہی نہیں نہ سمجھنا چاہا
میں چاہتا بھی کیا تھا اس سے اسکے سوا
-----------تنزیلہ حنیف ٹلہ جوگیاں

کسی کے چلے جانے سے کوئی مر نہیں جاتا
بس زندگی کے انداز بدل جاتے ہیں
-----------قمر اعجاز گوندل گوجرہ

میں سجدوں میں تیری عافیت کی دعا مانگوں گا
سنا ہے خدا بیوفاؤں کو معاف نہیں کرتا
-----------غلام فرید جاوید ۔ حجرہ شاہ مقیم ۔

ہوتی ہوگی میرے بوسے کی طلب میں پاگل آکاش
جب بھی زلفوں میں کوئی پھول سجاتی ہو گی
-----------رائے اطہر مسعود آکاش

اس پھول نے ہی ہمیں زخمی کر دیا
جسے ہم پانی کی جگہ خون دل پلاتے رہے
-----------رانا نذر عباس ۔ منڈی بہاؤالدین

زندگی ایک قصہ ہے مگر عاشقی دربدر نہیں ہوتی
ہم سے کر لو دوستی سکھا دیں گے تم کو بادشاہی
-----------محسن علی ۔ ساہیوال

ہمیں ان سے وفا کی امید ہے غالب
جو یہ بھی نہیں جانتے وفا کیا ہے
-----------حماد ظفر ہادی ۔ منڈی بہاؤالدین

نہ دیکھ ظالم نگاہ سے ہم کو
ہم پہلے بھی شکار ہو چکے ہیں کسی ظالم شکاری سے
-----------نبی شیر رحمان ۔ سردار گڑھ

یہ نہ سوچنا کہ تم چھوڑ دو گی تو ہم مر جائیں گے ندیم
وہ بھی جی رہے ہیں جن کو ہم نے تیری خاطر چھوڑا تھا
-----------شاہد ندیم ۔ ڈاہرانوالا ۔

دل میں کتنے زخم ہیں کسی کو کیا پتہ

یہ اور بات ہے کہ ہم مسکرا کے جیتے ہیں رولانے
والوں کے سامنے
-------محمد عرفان۔پانڈووال

مانا کہ محبت کا روگ براہے ندیم
اس کے سوا بھی ہزاروں غم ہیں اس جہاں میں
-------ندیم عباس ڈھکو۔ساہیوال

تجھ کو پانے کی تمنا تو مٹادی ہم نے
دل سے لیکن تیرے دیدار کی حسرت نہ گئی۔
-------فنکار شیر زمان پشاوری

بہت سوچا بہت سمجھا بہت دیر تک پرکھا
تنہا ہو کے جی لینا محبت کرنے سے بہتر ہے
-------تنزیلہ حنیف۔ٹلہ بوگیاں

دل میں ہوتے ہم تو بھلا نہ پاتے وہ
ذہن سے اکثر باتیں نکل ہی جاتی ہیں
-------تنزیلہ حنیف۔ٹلہ جوگیاں

یہ کس وقت تجھے پیار کی سوجھی
لپٹ گئے ہو جنازہ بھی نہیں اٹھانے دیتی
-------لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

بہت رویا وہ جب احساس ہوا اسے اپنی غلطی کا
چپ کروا دیتے ہم اگر چہرے پر ہمارے کفن نہ ہوتا
۔لقمان حسن۔ڈیرہ اسماعیل خان

دل جب غم سے بھر جائے کوئی اپنا بچھڑ جائے
تو دل کیسے ٹوٹتا ہے اسی لیے مجھے روٹھنے نہ دینا
-------رابعہ ارشد۔ڈھوک سہارن

تیری آنکھ سے دل تک کا سفر کرنا ہو گا
مجھ کو پرکشش خوبصورت منزلوں کا سفر کرنا ہو گا
اگر تم روٹھ جاؤ تو ہماری جان نکل جائے
مگر یہ خود ہی سوچو تم میں اتنا حوصلہ ہو گا
-------عائشہ رحمٰن۔کبیروالا

میں شجر تھا شجر ہی رہا
وہ بدلتے رہے موسموں کی طرح
-------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

محبت سوز ہوتی ہے محبت ساز ہوتی ہے
محبت دو دلوں کا حقیقی راز ہوتی ہے
-------محسن عزیز حلیم۔کوٹھ کاراں

اپنی رحمت کے خزانوں سے عطا کر مالک
خواب اوقات میں رہ کر نہیں دیکھے جاتے
-------رابعہ ارشد۔ڈھوک سہارن

روٹھ جانے کی ادا ہم کو بھی آتی ہے
کاش کوئی ہوتا ہم کو بھی منانے والا
-------عبادت علی۔ڈی آئی خان

لکھا تو تھا کہ خوش ہوں دوستوں کے بغیر
آنسو مگر قلم سے پہلے ہی گر گیا
-------عبادت علی۔ڈی آئی خان

محبت کے اندھیروں میں پتھر بھی پگھل جاتے ہیں
غیروں سے کیا گلہ اپنے بھی بدل جاتے ہیں
-------افنان محمود۔رکن ٹی

تیرے بغیر نہ گزرے گی عمر اے دوست
میں کیا کروں گا زمانے کی دوستی لے کر
-------افنان محمود۔رکن ٹی

تو نے دیکھا ہے کبھی صحرا میں جھلستا ہوا پیڑ
ایسے جیتے ہیں وفاؤں کو نبھانے والے
تو کبھی دیکھنا ان کی صبحوں کو عاشق کتنا روتے ہیں
اوروں کو ہنسانے والے
-------عائشہ رحمٰن۔کبیروالا

گرم گرم روئی توڑی نہیں جاتی
دوستی پھول ہوتی ہے چھوڑی نہیں جاتی
-------افنان محمود۔رکن ٹی

لا سے ابتداء کی خدا پہ انتہا
اے محمد ﷺ آپ کا وسیلہ میرے کام آگیا
-------عطااللہ شاد۔جڑانوالہ

اس کی یادوں نے شام تنہائی میں اس طرح گھیر لیا مجھ کو
راستے تو پہلے بھی ویران تھے اب اندھیرے بھی ہیں
-------رئیس ارشد۔[illegible] بیلہ

اپنی چاہت کی کرنوں سے میرے دل میں اجالا کردو
اس کڑی دھوپ میں مجھ پر اپنی زلفوں کا سایہ کردو
------سید عارف شاہ۔جہلم

کیا بات ہے جو کھوئے کھوئے سے رہتے ہو اسد
کہیں لفظ محبت سے محبت تو نہیں کر بیٹھے
------اسد اشرف۔گوجرہ قینچی

وہ کہتا ہے میں تیرے جسم کا سایہ ہوں ایس
اس لیے شاید اندھیروں میں ساتھ چھوڑ گیا
------رئیس ساجد۔خان بیلہ

چہرہ چادر میں چھپا کر شب بھر جاگتی رہتی ہے
وہ کس کو یاد کرتی ہے سخت نیند کا بہانہ کر کے
------رابعہ ارشد۔ڈھوک سہارن

اپنوں کی چاہتوں نے دیئے اس قدر فریب
لپٹ کر روتے رہے ہر اجنبی کے ساتھ
------رابعہ ارشد۔ڈھوک سہارن

کوئی گلہ نہیں تیرے بدل جانے کا
اجڑے چمن کو تو پرندے بھی چھوڑ دیتے ہیں
------رابعہ ارشد۔ڈھوک سہارن

میری پلکوں کا اب نیند سے کوئی تعلق نہیں رہا
وہ کسی اور کا ہے اسی سوچ میں رات گزر جاتی ہے
------رابعہ ارشد۔ڈھوک سہارن

تجھ کو خبر ہوئی نہ زمانہ سمجھ سکا
ہم چپکے چپکے تجھ پر کئی بار مر گئے
------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں گا
وہ میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کرے
------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

تمہارے ساتھ رہنا بھی مشکل ہے بہت
اور بن تمہارے بھی ہم رہ نہیں پاتے
------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

کیسے کہہ دوں کہ مجھے چھوڑ دیا ہے اس نے
بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی
------محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

یاد آتے ہو تو کچھ بھی کرنے نہیں دیتے
اچھے لوگوں کی یہی بات بری لگتی ہے
------عدنان عاشق پریم۔گوجر خان

رات پوری جاگ کر گزار دوں تیری خاطر دوست
اک بار تو کہہ کر دیکھ مجھے تیرے بنا نیند نہیں آتی
------عدنان عاشق پریم۔گوجر خان

مت ہو اتنا مخلص کسی کے لیے اس دنیا میں اے پریم
کسی کیلئے جان بھی گنوا دو تو کہتے ہیں زندگی ہی اتنی تھی
------عدنان عاشق پریم۔گوجر خان

زندگی کا یہ رنگ بھی کتنا عجیب ہے
برباد جتنا کیا ہمیں عزیز بھی اتنا ہے
------بابر علی سحر۔سمندری

نجانے کس رہزن صنم کی تلاش میں تھا وہ
کل شب لوٹ لیا جو قافلہ رہبروں نے
------بابر علی سحر۔سمندری

مجھ سے شکوہ تو کوئی نہ ہوا لیکن ابھی ابھی
عمر بھر تڑپائیں گی اسے کچھ یادیں ایسی چھوڑ آیا ہوں
------بابر علی سحر۔سمندری

اس کو بیوفا کہہ کر اپنی ہی نظروں سے گر جاتے ہیں ہم
وہ پیار بھی اپنا تھا وہ پسند بھی ہماری اپنی تھی
------پروفیسر شاہد علی شام۔چیچہ وطنی

ہمیں حسرت تو بہت تھی تجھے پانے کی سحر
بس ایک محبت ہی تھی ظالم جو برباد کر گئی
------بابر علی سحر۔سمندری

پھولوں پہ سونے والے کانٹوں پر سو رہے ہیں
خاموش رہنے والے بدنام ہو رہے ہیں
------محمد رضوان۔کلوانوالہ

تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ سے یوں چھوٹ جاتا نہ
اگر مجھ کو خبر ہوتی اسے زنجیر کر لیتے
------عدیل ارشد عادی۔بھلوال

وہ بھی ایک دن بنا دیکھے گزر جائیگا

بچھ سوچ کر ہم بھی اسے آواز نہ دیں گے
-----------عبدالمنان ۔ اٹک

کبھی نہ کبھی وہ میرے بارے میں سوچے گا تو روئے گا
کہ کوئی خون کا رشتہ بھی نہ تھا پھر بھی وفا کرتا رہا
-----------رئیس ساجد کاوش ۔ خان بیلہ

کسی کو ہے جنت کی چاہ تو کوئی ہے دل کے غموں سے
پریشان
ضرورت سجدہ کرواتی ہے عبادت کون کرتا ہے
-----------محمد سجاد زین ۔ کوٹ ادو

لٹکائے ہوئے رکھا ہے سولی پہ سب کو
اس عشق سے بڑا کوئی جلاد نہیں دیکھا
-----------افضال عباسی ۔ راولپنڈی

وفا وہ کھیل نہیں جو چھوٹے دل والے کھیلیں
روح تک کانپ جاتی ہے خفا جب یار ہوتا ہے
-----------افضال عباسی ۔ راولپنڈی

گلے سے لپٹے ہیں بجلی کے ڈر سے
میرے مولا یہ گھٹا دو دن تو برسے
-----------غلام نبی نوری ۔ کھڈیاں خاص

آؤ اک سجدہ کریں عالم مدہوشی میں
لوگ کہتے ہیں کہ ساغر کو خدا یاد نہیں
-----------عامر امتیاز نازی ۔ سموٹ

دل گمراہ کو اے کاش یہ پتا چل گیا ہوتا
محبت دلچسپی نہیں تب تک جب تک ہو نہیں جاتی
-----------اسد شہزاد ۔ گوجرہ

لفظوں کو زنجیر میں پرونا بہت مشکل ہے اگر
ہم نے زمانے سے یہ ہنر بھی سیکھ لیا ہے
-----------محمد زبیر واصف ۔ واہ کینٹ

چہرے اجنبی ہو بھی جائیں تو کوئی بات نہیں ہمدم
رویے اجنبی ہو جائیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے
-----------عمر دراز آکاش ۔ جڑانوالہ

معصوم نظر بھولا مکھڑا چہرے پہ تبسم شوخ ادا
تصویر کا یہ عالم ہے وہ حسین مجسم کیا ہو گا
-----------مسز زبیر صائم ۔ چوک سرور شہید

رات بھر کمرے کا دروازہ اور کھڑکی کھلی رہی
ہوا ان کے آنے کا سندیسہ دیتی رہی
-----------بشیر احمد بھٹی ۔ بہاولپور

صرف چہرے کی اداسی سے بھر آئے آنکھوں میں آنسو
دل کا عالم تو ابھی اس نے دیکھا ہی نہیں
-----------اشتیاق احمد ۔ ارزانی پور

چلو ڈھونڈتا ہوں کوئی ایسی وجہ کہ دل بہل جائے
تم بن اگر پھر بھی نہ سنبھل پائے تو کیا لوٹ آؤ گے تم
-----------اسد شہزاد ۔ گوجرہ

بے نشان منزلوں کے سفر پر نکلو گے تو جانو گے
دلوں کے مسافر رات کو سونا کیوں بھول جاتے ہیں
-----------ابرار احمد ۔ گگو منڈی

جب جب اسے سوچا ہے دل تھام لیا میں نے
انسان کے ہاتھوں سے انسان پہ کیا گزری
-----------آر نیازی ۔ گوجرہ

جب لیتی ہوں تیرا نام تو الجھ جاتی ہوں سانسوں سے
سمجھ نہیں آتی زندگی سانسوں سے ہے یا تیرے نام
سے
-----------مسز زبیر صائم ۔ چوک سرور شہید

بہت عزیز ہیں آنکھیں میری اسے لیکن
وہ جاتے جاتے انہیں کر گیا ہے پرنم
-----------محمد اسحاق انجم ۔ کنگن پور

شام ہوتی ہے چراغ بجھا دیتا ہوں
دل ہی کافی ہے تیری یاد میں جلنے کے لیے
-----------محمد اسحاق انجم ۔ کنگن پور

کاش کے اب کے برس میں کامیاب ہو جاؤں
تجھ کو پانے میں یا تجھ کو کھونے میں
-----------محمد اسحاق انجم ۔ کنگن پور

کہو ان کالی گھٹاؤں سے جھوم کر نہ برسیں
کسی کے شانوں پر زلف حسین بکھرتی ہے
-----------محمد اسحاق انجم ۔ کنگن پور

آپ کے خطوط

اسلام علیکم ۔۔ اللہ تعالیٰ یونہی ہماری محفل کو سجائے رکھے سب سے پہلے اسلامی صفحہ کی بات کرتے ہیں ماں کی یاد میں کشور کرن آپی نے کیا خوب لکھا ہے اب چلتے ہیں کہانیوں کی طرف ڈر کے آگے جیت بھائی آر کے ریحان خاں کیا خوب لکھا ہے اب اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے کہ سمرن ریحان اور منورزینی کے ساتھ کیا کرتے ہے۔ کوئی چاندرکھ میری شام پر خواجہ عاصم کی بس الفاظ کا کمال تھا۔ قاتل روحیں امتیاز احمد کراچی ۔۔ پرچھائی کا راز۔ نعیم بخاری ۔۔ تلاش عشق ریاض انکل جی میری آپ سے ایک گزارش ہے کہ پچھلے تین چار ماہ یہ نوٹ کیا ہے کہ آپ کی قسط وار کہانی کا انتظار بہت کرنا پڑتا ہے صرف خوفناک ڈائجسٹ بھید بھائی خالد شاہان اور ڈر کے آگے جیب لیتے ہیں ان کا انتظار کرنا پڑتا ہے آپ سے میری گزارش ہے کہ اس مرتبہ ماہ جولائی کے شمارے میں بھید کہانی لازمی شائع کرنی ہوگی اور خونی دلدل کئی ماہ سے رکی ہوئی ہے آپ سے گزارش ہے کہ اس مرتبہ جو جو قسط وار کہانیاں رکی ہوں ہیں ان کو لازمی شائع کریں کیونکہ دوسری قسط پڑھنے کے لیے بہت بے چینی سے انتظار کرتے ہیں امید ہے اس بات پر عمل کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری محفل میں یونہی مہکائے رکھے آمین۔

نام اسد اللہ۔ شاہ گڑ ووالا روڈ بکھر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسلام علیکم ۔ میری طرف سے تمام قارئین کو سلام پہلی بار لکھ رہی ہوں پلیز میرا خط ضرور شائع کیجئے گا انکل جی آپ قارئین کے خط ضرور شائع کیا کریں زیادہ تر خطوط رائٹرز کے ہی شائع کیا کریں جیسا کہ محمد ندیم میوانی نے کہا کہ شمارے کا معیار اس پر کیے جانے والے تبصروں سے ہی ہوتا ہے انکل ریاض ۔ قاتل حسینہ دوبارہ شائع کی گئی ہے پلیز آپ دوسرے رائٹرز کو بھی آنے کا موقع دیں تمام رائٹرز بہت اچھا لکھ رہے ہیں سٹوریز آر کے ریحان ڈر کے آگے جیت آر کے آپ کی سٹوری کا ہمیں بے چینی سے انتظار رہتا ہے آپ قسط وار کہانی کے علاوہ بھی کوئی مکمل کہانی لکھیے ۔ خواجہ عاصم کوئی چاندرکھ میری شام پر آپ کی سٹوری بہت پسند آئی لیکن آپ اسے جلد ختم کریں کیونکہ مجھے اس کے اینڈ کا شدت سے انتظار ہے۔ عاشق بچھو۔ رینا محمود قریشی آپ کی کہانی شائع شروع میں اچھی تھی مگر اینڈ پہ مزہ نہیں آیا آپ کی تھوڑی محنت کرنے پر بہتر ہوسکتی تھی نو مائنڈ۔ خوشبو احسان سحر کی تو کیا بات ہے بہت ہی زبردست کہانی تھی میری دعا ہے کہ آپ آگے بھی ایسی ہی اچھی کہانیاں لکھیں۔ محبت کی جیت ثمن شہزادی۔ خونی چڑیل شاہد رفیق سہو۔ تمام کہانیاں ہی اچھی تھیں میری دل سے دعا ہے آپ تمام رائٹرز اس طرح ہی اچھی اچھی کہانیاں لکھتے رہیں خوفناک ڈائجسٹ اسی طرح ہی ترقی کرتا رہے آمین۔

آصفہ راجپوت ۔ فیصل آباد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسلام علیکم پہلی بار حاضر ہو رہی ہوں لیکن کسی طرح کی کوشمکش میں مبتلا ہوئے بغیر ہی یعنی خط شائع ہوگا یا نہیں کیونکہ میرا ماننا ہے کہ سچا انسان کبھی مایوس نہیں ہوسکتا ماہنامہ خوفناک کی مسلسل قاری ہوں اور خط پہلی بار لکھ رہی ہوں یعنی میری ملاقات اس سے خوفناک سے دسمبر میں ہوئی تھی اور اسی میں پہلی ملاقات پر ہی میں اس کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتی اور آپ کی محفل میں شریک ہوگئی اس کا سرورق تو بہت ہی اچھا تھا اور کہانیوں پر کرتے ہیں شیلاطین رائٹر سکندر حبیب بھی بہت اچھا لکھتے ہیں مجھے نکار کہانی میں جذبات کا اظہار لفظوں میں کرنا بہت ہی اچھا لگا اس کے علاوہ احساس ندامت ہو۔ ہوٹل کی شام۔ خونی رات۔ درتوبہ۔ بھٹکتی روح سیاہ ہیوالہ اور بھید۔ ماں کی یاد۔ ذکر الٰہی والدین کی قدر مجھے یہ شعر پسند ہے اور تو اور خطوط بھی بہت زبردست تھے خطوط پڑھتے ہوئے تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آپ سب میرے سامنے ہیں اور مجھ سے باتیں کر رہے ہیں بھائی وقت کم ہے میرے پاس اسلیے کہانیوں کے ساتھ نام نہیں لکھ پائی سوسوری پلیز نو مائنڈ پھر بھی اگر غصہ آئے تو خط اتار دیجئے بھائی محمد وارث۔ غمزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں سچ میں اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ تنقید کرتے ہیں تو یقیناً میں ایک آدھ کہانی تو ضرور ارسال کرتی تنقید کرنے والا کسی قیمتی چیز سے کم نہیں کیونکہ مجھے اس کی سمجھ سے اپنے کام میں خوبصورتی پیدا کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور میری اصلاح ہو جاتی ہے تمام قارئین سے درخواست ہے کہ وہ نہ دیکھا کریں کوئی کا ی تنقید کر رہا ہے بلکہ یہ دیکھا کریں کس وجہ سے کر رہا ہے اور آئندہ تو غلطی نہ کرے میں جانتی ہوں کچھ لوگوں کو میری یہ بات ناگوار گزرے گی اس لیے پلیز میری جو بات بھی بری لگے اظہار ضرور کر دیجئے گا تاکہ آئندہ میں ایسا نہ کروں میں واقعی بہت چھوٹی ہوں اور آپ سب کو اپنے بہن بھائی مانتی ہوں میری اصلاح ضرور کرنا آپ سب کا فرض ہے آپ مجھے پری بھی کہہ سکتے ہیں آپ سب کی چھوٹی بہن ------------------------- رابعہ پری

اسلام علیکم۔ مطلوب ہوں سب سے پہلے انتہائی مشکور ہوں آپ سب کی جانی پہچانی شخصیت ندیم عباس میوانی کا اور برادرم ابوہریرہ بلوچ کا شکریہ ادا کرتا ہوں شاہین گروپ کا فعال کردار جناب مصباح کریم میوانی کا اور بھائی نادر شاہ صاحب کا انہوں نے بھی ہمیشہ کی طرح وسیع ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے اپنی بے پنا محبتوں سے نوازہ اور شکریہ محترمہ ماہی راجپوت سندھ کے آپ نے ہماری سٹوری کو پڑھا اور پسند کیا اس لیے ان تمام حالات کے پیش نظر میں مژدہ سنانا چاہتا ہوں شاہین فروپ میں شامہ ہونے کا اور ہر قسم کے حالات میں گروپ کا ساتھ دینے کا علان کرتا ہوں اور مجھے آپ کی اعلیٰ ظرفی سے قوی امید ہے کہ آپ حضرات بھی دل کی اتھا گہرائیوں سے مجھے خوش آمدید کہیں گے باقی سب کہانیاں زبردست رہی خواجہ عاصم سرگودھا کی کہانی کچھ سمجھ نہیں آ رہی الفاظ کے صفحات کچھ بڑھاتے جائیں اور ایک بہت ہی دلچسپ لیکن مختصر کہانی بھیج رہا ہوں بہت امید ہے کہ جلد شائع فرمادیں گے خوش رہیں آباد رہیں۔

------------------------- عثمان بلوچ بہاولپور

اسلام علیکم انکل جی آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے میری خون کے پیاسے انسان ون بھیجی تھی

آپ نے پہلے تو ٹو شائع کردی چلو کوئی بات نہیں چل جائے گا اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف سب سے پہلے نمبر پر ڈر کے آگے جیت۔ بازی گر۔ حسن پری کہانیاں اچھی تھیں۔ عاشق بچھو اور قاتل حسینہ دوبارہ شائع ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر جی ہمیں یاد کرنے کا بہت بہت شکریہ اور آپی انعم شہزادی نے ہمیں جاگنے کا کہا تھا لو ہم جاگ گئے اب آپ کا انتظار ہے اور ماریہ مسعود آپ کے پاپا کی وفات کا سن کر بہت دکھ ہوا اللہ آپ کے پاپا کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین اور ندیم میوانی اور زمیر عوان آپ کہانیوں کی لسٹ سے غائب کیوں ہیں پلیز جلدی کوئی سٹوری لائیں۔ یاسر وکی یو موسٹ ویلکمان داخوفناک میں آنا بہت اچھا لگا پلیز لکھتے رہنا اور آخر میں میری دعا ہے کہ خوفناک زیادہ سے زیادہ ترقی کرے آمین۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔طاہر عباس شجاع آباد

اسلام علیکم۔ انکل جی بہت بہت شکریہ جو میرا خط شائع کیا انکل جی پلیز صرف ایک بات بتا دیں کہ میری سٹوری کب شائع ہوگی انکل جی ہم دونوں نے آپ کی سٹوری پڑھی اور بہت اچھی لگی ہے انکل جی مزید لکھیں آپ تو تمام رائٹرز کے کنگ ہیں اچھا انکل جی میری سٹوری کب شائع کریں گے پلیز اگست میں شاہین گروپ والوں کی تین سٹوریاں تھیں مگر نمبرون بازی گر نمبر تو خون کے پیاسے انسان اور نمبر تھری چڑیل کا انجام۔ انکل وارث آصف نیازی بہت اچھا لکھتے ہیں طاہر عباس بڑا مزہ آیا آپ کی سٹوری پڑھ کر بہت اچھی لگی اس کے اگلے حصے کا انتظار رہے گا بھائی ابو ہریرہ آپ تو کمال کر لکھتے ہیں بہت اچھی لگی آپ کی سٹوری۔ عاشق بچھو آپی رینا محمود آپ کی سٹوری بھی اچھی لگی۔ کوئی چاند رکھ میری شام پر خواجہ عاصم بھائی جان بہت ہی اچھی سٹوری ہے مجھے بہت اچھی لگی پیارے دوست عثمان بلوچ بہت پیارا ہے آپ کا شہر آپ کی طرح احسان سحرا و یارا کہاں گم گئے ہو آپ جلدی سے سفید آنکھیں بھیجو۔ شاہد رفیق سہو بھائی جان جلدی سے لکھو۔ ازمیر اعوان بڑے بزی ہو آپ ہمارے لیے بھی ٹائم نکال لو اب ہو جائے میرے پیارے دوست ندیم عباس میوانی۔ اور آپی سلمٰی۔ آپی انعم۔ آپی مصباح کریم۔ آپی ایمان فاطمہ۔ آپی سحر اور بھائی خالد شاہان کی بات تو میرا شاہین گروپ والوں کیسے ہو آپ سب جب ہم شاہین گروپ والوں پر لکھنا شروع کریں گے تو دل کرتا ہے بس لکھتے ہی جاؤ ماریہ مسعود خط پڑھ کر بہت دکھ ہوا آپ کے ابو کے بارے میں آپی آپ صبر کریں۔ یاسر وکی ویلکم جی آجاؤ ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں بھائی تنظیم عباس بہت اچھا لگا اپ کا لیٹر لکھا آپ نے بہت خوشی ہوئی۔ پیارے بھائی ماہی راجپوت اب جلدی سے کوئی سٹوری لے کر آؤ۔ آ آپی ڈاکٹر مسکان ایوب مجھے ڈاکٹر سے ڈر لگتا ہے آپی آپ کا خط بہت اچھا لگا آپی جی کوئی سٹوری بھیجیں ناں آپ جنت کا خط بھی اچھا لگا اور ہماری پیاری سے میٹھی سے آپی کشور کرن پتوکی آپی جی آپ تو بہت اچھا لکھتی ہیں لکھتی رہنا ہمیشہ۔ مہر اللہ رکھا جوئیہ۔ طاہر عباس۔ بہادر عاربانی بلوچ سب کے خط اچھے تھے اس کے بعد سب کو سلام انکل جی پلیز میری کہانی کی باری لے آئیں نا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نادر شاہ اینڈ صائمہ۔ شجاع آباد

اسلام علیکم۔ میری پیاری دوستو میں پھر آ گئی ہوں آپ کے پاس صحت کی خرابی کے باعث حاضر نہ

ہوسکی آپ سب خیریت سے ہوں گے مجھے خطوط کی محفل میں واپس لانے والی سٹوری بھائی عاصم کی کوئی چاند رکھ میری شام پر بہت زبردست ہے اور مجھے بہت پسند آئی لیکن کچھ لوگوں نے جون کے لیٹر میں اس سٹوری کو پسند نہیں کیا ان پہ مجھے بہت غصہ ہے اب ہو جائے ہمارے بھائی ندیم کی سٹوری کی بات خونی صحرا تو واہ جی واہ آپ نے تو کمال کر دیا ہماری شہزادی کو پہچاننے کے لیے بہت مبارک جی اب ہمیں بہت شدت سے خونی صحر کا انتظار رہے گا اللہ کرے وہ جلدی شائع ہو جائے۔ وادی المرگ عثمان کی بہت پیاری سٹوری تھی بھائی ہمارے علاقے کے لیے پڑھ کر خوشی ہوئی لیکن آپ رہتے کہاں ہیں مطلب کس جگہ اب بات ہو جائے انکل ریاض جی یہ ہر ماہ کیا ہو رہا ہے آپ بار بار سٹوریاں شائع کیوں کرتے ہیں انکل جی پلیز خوفناک کے صفحے بڑھا دیں ہمارے علاقے میں ڈاک کا انتظام نہیں ہے میں اپنی دوست کی ہیلپ سے خط لکھ رہی ہوں مجھے امید ہے کہ میرا خط پورا شائع ہو گا اگر آدھا ہوا تو میں آئندہ خط نہیں لکھوں گی بھائی نادر شاہ اپنے خط میں مجھے یاد نہیں رکھا کچھ تو بھول گئے ہو انعم جی آپ بھی اب سٹوری کے ساتھ آئیں مصباح کریم۔ انعم شہزادی۔ نازیہ ارشد۔ عائشہ۔ سانیہ۔ تحریم۔ ایمان فاطمہ اور بھائی ندیم بھائی نادر شاہ کو پیار بھرا اسلام قبول ہو آپ دوستو اب اجازت دو اللہ حافظ۔

------------------فرخندہ جبیں بہاولپور

فرخندہ میڈم آپ نے خط پورا شائع کرنے کا کہا مگر جو خط ہمارے ادارے کے لیے تھا وہ ہم نے پڑھ لیا جو قارئین کے لیے تھا وہ شائع کر دیا ہم وہ شائع کرتے ہیں جو قارئین کے لیے ہو اور جو ادارے کے لیے ہو وہ پڑھ لیتے ہیں شکریہ۔------------------ادارہ خوفناک ڈائجسٹ

اسلام علیکم۔ اس بار خوفناک تھوڑا لیٹ ملا پر ٹائٹل کافی زبردست تھا اپنا اپنے گروپ میں لیٹر دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور ابو ہریرہ کی سٹوری بھی آئی ویلڈن بھائی جان بہت زبردست تھی بالکل خوفناک کے معیار کی۔ اسلامی صفحہ عافیہ گوندل جی ویری گڈ۔ سٹوریوں میں حسن پری ریاض احمد کی چڑیل کا انجام بھائی ابو ہریرہ خون کے پیاسے انسان تو طاہر عباس بہت اچھی لکھی ہے آپ بھی بہت اچھا لکھ رہے ہیں پر آپ کم کم نشاد جی آپ کہاں غائب ہیں انکل جی آپ سے درخواست ہے کہ بھید سٹوری مکمل کریں ہر ماہ ویٹ کرتے ہیں سٹوری نہ آنے پر بہت افسوس ہوتا ہے کہ اتنی درخواست کہ باوجود بھی آپ ہماری اتنی سے بات مانتے نہیں جو رائٹرز خوفناک کے لیے ٹائم نکال رہے ہیں اتنی محنت سے سٹوری بھیجتے ہیں تو اگر کبھی غلطی ہو جائے تو ناراض ہونے کے بجائے معاف کرنے پر فوکس کریں نہ کہ انکی کی محنت کو ضائع کر دیا جائے امید ہے اگلے ماہ مایوسی نہیں ہو گی آخر میں ان سب کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے مجھے اپنے لیٹر اور دعاؤں میں یاد رکھا۔

------------------انعم شہزادی گجرات

اسلام علیکم۔ ماہ اگست کا خوفناک اپنے ٹائٹل کے ساتھ بہت دلچسپ تھا سب رائٹرز بہت زبردست لکھ رہے ہیں اسپیشل وارث آصف بازی گر بہت اچھی سٹوری تھی اور اس دفعہ بھائی ابو ہریرہ سٹوریز کی لسٹ میں بہت دیر بعد نظر آئے پر کمال کر دیا بہت اچھی سٹوری تھی آپ کی ایسے ہی لکھتے رہنا بھائی نادر

شاہ آپ نے بلایا اور ہم حاضر ہیں جناب انکل جی آپ کہاں غائب ہیں پھر سے تلاش عشق سٹارٹ کر کے ہمیں ویٹ کروانہ آدھی ادھوری سٹوریاں نہ چھوڑا کریں بھائی ندیم میواتی پتوکی سٹوری کی لسٹ سے غائب کیوں ہو جلدی سے آجاؤ آخر میں سب کو سلام۔

--------------ایمان فاطمہ منڈی بہاوالدین

قارئین کرام کے نام

مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ خوفناک کے دیوانے لوگوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ بہت سارے فون مجھے روزانہ آتے رہتے ہیں میں شمار نہیں کر سکتا سب ہی کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کو خوفناک کا ڈائجسٹ جلد مل جایا کرے۔ ان کو انتظار نہ کرنا پڑے ہم بھی کوشش کر رہے ہیں کہ ہماری طرف سے رسالہ اب لیٹ نہ ہوا کرے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ کا پیار ہمارے ساتھ ہے۔ کچھ ساتھی شاید خوفناک سے ناراض ہیں ان کے شکوے ہم دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور امید ہے کہ وہ جلد واپس آجائیں گے اور خوفناک کی رونق میں چار چاند لگائیں گے۔ مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ جواب عرض کی مایہ ناز شاعرہ اور رائٹر کشور کرن پتوکی اب خوفناک ڈائجسٹ میں سٹوری لکھنے والی ہیں ان کا کہنا ہے کہ خوفناک ڈائجسٹ ایک اچھا رسالہ ہے اس کو پڑھ کر دلوں میں چھپایا ہوا خوف ختم ہو جاتا ہے واقعی ان کی بات سچ ہے کیونکہ ہزاروں قارئین کرام جو راتوں کو ڈرا کرتے تھے اب ان کے دل بہادر ہو چکے ہیں اور یہی کامیابی ہماری سب کی ہے کہ ہم ایسی تحریریں شائع کر رہے ہیں کہ جس سے سب کو سکون بھی ملے اور ان کے دلوں میں مضبوطی بھی آئے۔ اور کچھ رائٹرز حضرات چوری کی کہانیاں لکھ کر بھیج رہے ہیں ان سے گزارش ہے کہ وہ ایسا نہ کریں کیونکہ خوفناک ڈائجسٹ کے وقار کے ساتھ ساتھ ان کا اپنا بھی وقار خراب ہوتا جا رہا ہے ہر کوئی جو بھی سٹوری لکھے اپنے دماغ سے لکھے تاکہ پڑھنے والوں کو پتہ چلے کہ اس انسان کے اندر کتنا فن موجود ہے لکھنے کا۔

نام ________ شہر ________ فون نمبر ________

میرا بہترین شعر

____

____

مکمل پتہ ________________________________

____